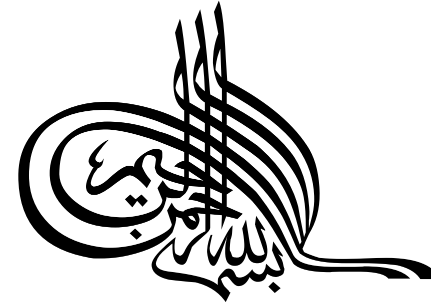


خطباتِ مشاہیر

جلد ہفتم

اساتذہ ومشائخ جامعہ حقانیہ

منبرِ حقانیہ سے

خطباتِ مشاہیر

(جلد ہفتم)

ترتیب وتدوین	....	حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
معاون	....	محمد اسرار ابن مدنی
نظر ثانی وتخریج	....	مولانا محمد اسلام حقانی/مفتی یاسر نعمانی
کمپوزنگ	....	بابر حنیف
ضخامت	....	۴۷۰ صفحات
تعداد	....	1100
اشاعتِ اوّل	....	مئی 2015
برقی رابطے	....	editor_alhaq@yahoo.com www.jamiahaqqania.edu.pk

ملنے کے پتے

☆ مؤتمر المصنفین ...... جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

☆ القاسم اکیڈمی ...... جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

☆ مکتبہ ایوان شریعت ...... جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

☆ کتاب سرائے، اردو بازار لاہور

☆ تحقیقات پبلشرز نوشہرہ

☆ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور

☆ مکتبہ محمودیہ، سردار پلازہ، اکوڑہ خٹک (0300-9610409)

فہرست

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب

● عشق نبوی ﷺ کا مرتبہ ومقام اور توہین رسالت کی سزا

● امت مسلمہ کے نجات اور کامیابی کا واحد راستہ

● بہترین استاد کی خوبیاں اور ذمہ داریاں

● عالم میں قیام امن کے چھ بنیادی اصول

● اتفاق واتحاد کی اہمیت وفضیلت

● اولیاء اور علماء کی مصاحبت کے برکات

● بدنظری کی تباہ کاریاں اوراس کا علاج

(۲) حضرت مولانا جلال الدین حقانی صاحب مدظلہٗ

● جہاد کے وجوہات اور برکات

(۳) مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہٗ

● اسلام کا نظام قانون

● مسئلہ قُربانی اور بعض شبہات کا ازالہ

(۴) حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب مدظلہ

● اکابر دیوبند اور مسلک اعتدال

(۵) مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہٗ

● ہدایت اور فرمانبرداری، بغاوت اور سرکشی

● فلسفۂ صیام وقیام اور اس کی حکمت ومصلحت

● عہدِ حاضر کا چیلنج اور اُمت مسلمہ کے فرائض

● ماہ صیام کا پیغام اور اس کے تقاضے

● دار العلوم کی تعمیر وترقی میں حقانی خاندان کا حصہ

● جہادِ افغانستان اور دار العلوم حقانیہ

(۶) حضرت مولانا نصیب خان صاحب شہیدؒ

● تصوف اور بیعت کی اہمیت فضلاء حقانیہ کو زریں نصیحت

(۷) حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحبؒ

● شیخ المشائخ مفتی اعظم علامہ محمد فرید صاحبؒ

● استقامت علی الدین کی اہمیت

(۸) مولانا مفتی غلام قادر نعمانی صاحب

● حلال وحرام آگاہی

(۹) مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب

● اجتہاد کی اہمیت، ضرورت اور اسکی شرعی حیثیت

(۱۰) مولانا فیض الرحمٰن صاحب

● درس نظامی کی اہمیت اور جامعیت

(۱۱) مولانا سید یوسف شاہ صاحب (عرف شاہ جی)

● علم، تعلیم اور تعلم کی اہمیت اور حیثیت

(۱۲) حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب

● عید الاضحیٰ کی اہمیت اور قربانی کی حیثیت

● منبر جامعہ حقانیہ سے پارلیمنٹ تک اذان حق

(۱۳) مولانا راشد الحق سمیع حقانی صاحب

● والدین کی نعمت عظمیٰ اس سے محرومی عظیم سانحہ

(۱۴) مولانا عرفان الحق حقانی صاحب

● حج کی تاریخ، احکام، فلسفہ اور حقیقت

● مراد رسول ﷺ حضرت عمرؓ کے احوال وفضائل ومناقب

مُقدّمة

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمد للّٰہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنتھدی لولا ان ھدانا اللّٰہ والصلوة والسلام علی من أصطفاہ اللّٰہ لھدایة العالمین وعلی ورثتہ من الصحابة والتابعین وأتباعھم من العلماء الغرّ المحجلین الذین قضوا حیاتھم فی تعلیم القرآن والدین ثم تعلمہٖ ووعیِ مقالات الرسول ﷺ ثم أدّاء ھم کما سمعواھا ودرسوھا وبلغوھا الی الآخرین

دارالعلوم حقانیہ پر روز اول سے رب کریم کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ہر دور میں درس وتدریس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے اساتذہ و مدرسین منتخب فرمائے جن کے علمی رسوخ ،تدریسی مہارت، معقولات ومنقولات پر کمالِ عبور کے ساتھ اللہ نے انہیں للّٰہیت، اخلاص ،زہد اور قناعت کے ساتھ ساری زندگی کو درس وتدریس کیلئے وقف کرنے کے جذبے سے نوازا۔ نہایت سادگی اور زاہدانہ بودوباش اور معمولی تنخواہ اور قوت لایموت پر بقدر کفاف خدمتِ تعلیم وتربیت پر اکتفا، اُس زمانہ میں بڑے سے مدرس کی تنخواہ سو،سوا سو سے زیادہ نہ تھی جبکہ اِس دورِ تعیش وفراخی میں بھی شاید کسی مدرس کی تنخواہ دس ہزار سے متجاوز نہ ہو جبکہ ان مشائخ میں سے اکثر کو ہزاروں اور لاکھوں کی پیشکشیں آتی رہیں مگر انہوں نے نہایت استغنیٰ اور بے نیازی سے دنیا کی متاع قلیل کو ٹھکرا کر زندگی کی آخری دم تک جامعہ حقانیہ کی خدمت کو مقصدِ حیات قرار دیا۔ اِن لائق تقلید واتباع اساتذہ کے علوم و فیوض سے ہزاروں تلامذہ مستفید ہوتے رہے مگر یہ فیض رسانی دارالعلوم کے احاطوں اور درسگاہوں تک محدود تھی جبکہ عامة الناس اور باہر کی دنیا میں اِن کے خطبات، تقاریر، ارشادات اور ملفوظات کا دائرہ محدود رہا، پھر بھی حسبِ توفیق خداوندی اس میدان میں اِن کی فیض رسانی جاری رہی ،اس لحاظ سے

ہم نے چاہا کہ جتنے بھی اساتذہ ومشائخ حقانیہ کے خطبات وملفوظات میسر ہوسکیں اِنہیں خطبات مشاہیر کا حصہ بنا کران کا دائرہ وسیع کردیا جائے اور بطورنمونہ دنیا کے سامنے اُن کی علمی کمالات اُجاگر ہوسکیں۔ اساتذہ کے ایسے خطبات وارشادات اس کتاب کی چار جلدوں پر محیط ہوچکے ہیں، اس طرح کا ایک بڑاذخیرہ اِن کے تلامذہ ،مسترشدین اور متعلقین کے پاس محفوظ ہوگا ،خواہش ہے کہ ان افادات کی اہمیت محسوس کرکے اُسے بھی مدون ومرتب کرکے شائع کرسکیں، افسوس کہ پیش نظر مشمولہ اساتذہ کے علاوہ اساتذہ حقانیہ کی ایک بڑی تعداد جو اپنے وقت کے نابغہء روزگار مرشد، معلم وخطیب مانے گئے تھے اُن کے خطبات دستیاب نہ ہوسکے' ان اساتذہ میں صدر المدرس استاذ مکرم مولانا عبدالغفور سواتی،مولانا سید احمد صاحب حق صاحب شالفین (سوات) دفین مکہ مکرمہ، دارالعلوم دیوبند کے فضلاء ومولانا محمد شفیق مغلکی اکوڑہ خٹک، مولانا میاں محمد فیاض سواتی، مولانا عبدالغنی دیروی ،مولانا شفیع اللہ بام خیلی، مولانا محمد علی سواتی مظاہری اور مولانا فضل مولیٰ ہزاروی دفین جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ، مولانا جلال الخالق ہزاروی، مولانا عبدالحلیم کوہستانیؒ (ممبر قومی اسمبلی)، مولانا محمد ہاروت سواتی، مولانا عبدالحلیم کلاچوی، مولانا جلال الدین حقانی، مولانا لطافت الرحمٰن سواتی، مولانا شمس الرحمٰن افغانی، مولانا مفتی رشید احمد حقانی اور دیگر بے شمار اساتذہ حفظ وتجوید...... اللہ کے فضل وکرم سے توقع ہے کہ ان کے بہت سے منتشر علمی افادات بھی تلاش وتجسس سے سامنے آسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علوم وفیوض کو قیامت تک جاری ساری رکھے۔ آمین

نفعنا اللّٰہ والمسلمین بعلومھم أجمعین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ وصحبہ أجمعین

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۱۰رمئی 2015 بمطابق ۲۰رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

خطبات

شیخ الحدیث حضرت

مولانا انورالحق مدظلہ

شیخ الحدیث
حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ

تعارف

میرے عزیز بھائی، حضرت شیخ الحدیثؒ کے فرزند ثالث سالہاسال سے نہایت انہماک سے دارالعلوم کے اعلیٰ کتابوں کی تدریس میں مصروف ہیں اور نائب مہتمم کے طور پر میرا ہاتھ بھی بٹا رہے ہیں، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر۔

عشق نبوی ﷺ کا مرتبہ ومقام
اور توہین رسالت کی سزا

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد فأعوذ بالله من الشیطان الرجیم **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ** (سباء: ۲۸)

"اور (اے نبی!) ہم نے تمہیں تمام ہی انسانوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے"

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء: ۱۰۷)

"اے محمد ﷺ! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے"

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح: ٤) "اور بلند کیا ہم نے ذکر تیرا"

عشق رسول ﷺ اور مسلم رعایا

محترم حاضرین! آج سارے پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام میں خاتم

النبیین ﷺ کی حرمت اور شان میں امریکہ کے ایک ریاست میں جس ملعون پادری نے فلم بنا کر توہین رسول ﷺ کی جس جسارت کا مظاہرہ کیا ہے اسکے خلاف اظہار مذمت کے لئے مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے، پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نازیبا حرکات کی جرأت عالم کفر حضور ﷺ کے متوالوں کی غیرت اور حمیت اسلامی کی ٹیسٹ کے لئے وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں مسلم امہ کی رعایا اور باشندے تو بحمداللہ جتنا ان کے بس میں ہوتا ہے جلوسوں، مظاہروں اور بیانات کی حد تک حضور ﷺ سے عشق اور آنحضرت ﷺ سے والہانہ عقیدت کے لئے تن من دھن کی قربانی کے لئے کفن باندھ کر نکلتے ہیں مگر بدقسمتی سے ستاون مسلم ملکوں کے حکمران عالم کفر کے آلہ کار اپنے مفادات اور اقتدار کے بقاء کے لئے ٹس سے مس نہیں ہوتے وہ مسلمان اور اسلام کے مدعی ہو کر بھی ایک دوسرے کو ذلیل وخوار اور نیچا دکھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں حالانکہ مسلمانوں کی دنیا میں افرادی قوت قریباً دوارب کے قریب ہے پیٹرول، سونے اور گیس کے ذخائر اور سب سے بڑھ کر جذبہ ایمانی کا ہتھیار اور زیور ان کے پاس ہے کہ اگر مسلم حکمرانوں کو اقتدار کی ہوس، ڈالروں اور سٹرلنگ پونڈ کی محبت نہ ہوتی اور اپنے رعایا کے ساتھ مل کر گستاخ رسول کو منہ توڑ جواب دیتے اور عالم کفر کی داشتہ اقوام متحدہ کے خلاف متحد ہو کر اس کے آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے تو دنیا میں کسی مائی کی لعل کو رحمۃ للعالمین ﷺ اور اسلام کے شان میں خرافات کی جرأت نہ ہوتی مسلمان حاکموں کی دینی بے غیرتی اور لا پرواہی کی وجہ سے ٹیری جونز کی طرح فاترالعقل مردود شخص کبھی قرآن اور کبھی شان رسول ﷺ کی عظمت اور تقدس کو داغدار کرنے کے لئے جھوٹ اور خرافات پر مبنی خاکے، ڈرامے اور فلم بنا کر مسلم دنیا کے ایمان پر گویا ایک ایسا ڈرون حملہ کر دیتا ہے جس سے دوارب مسلمانوں کو بے چین کر دیتا ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ

محترم دوستو! تمام دنیا کے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے لیکر محمد رسول ﷺ تک تمام انبیاء واجب الاحترام ہیں ہر مسلمان (نعوذ باللہ) ہر نبی کے توہین پر اتنا دل گرفتہ اور آزردہ ہوتا ہے جتنا کہ آقائے نامدار ﷺ کے (نعوذ باللہ) اہانت پر غم سے نڈھال ہوتا ہے مسلمان کبھی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اللہ کے کسی رسول کی بے عزتی کرے بلکہ تمام مسلمان تمام انبیاء کے عزت و احترام کو اپنے ایمان کا لازمی جزو سمجھتے ہیں ماسوائے چند بے دین اور دہری لوگوں کے دنیا کے تمام اقوام اس پر متفق ہیں کہ اس سارے کارخانہ عالم کو بنانے اور چلانے والا ایک ذات ہے جو اللہ وحدہ لاشریک ہے اور اس دنیا کا حقیقی حاکم و بادشاہ ہے دنیا کے حاکم کے بھی کچھ لوگ وفادار اور بعض غدار ہوتے ہیں اسی طرح سارے عالم کے ایک بادشاہ یعنی خدا کے جو لوگ وفادار ہیں وہ مومن کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور جو باغی ہیں ان کو کافر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے انبیاء علیہم السلام اس حقیقی بادشاہ جو ذوالجلال والاکرام ہے کے وفادار رعایا کی جان و مال اور عزت وابرو کے محافظ ہوتے ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ مخالفین جو حقیقی بادشاہ مالک الملک کی مخالفت کریں انہیں تبلیغ کر کے سیدھے راہ اور بادشاہی قانون پر عمل کرنے کی کوشش کرنا ان کا فرض ہوتا ہے یہ فریضہ تمام انبیاء کا ہوتا ہے جسے انہوں نے اعلیٰ ترین طریقے سے ادا کیا اب ہر نبی کے ماننے والے پر لازم ہے کہ ہر پیغمبر کو احترام و عزت کی حیثیت سے تسلیم کرے۔

رحمۃ للعالمین کا لقب

اور پھر جس رحمۃ للعالمین کے ہم امتی ہیں مالک الملک نے اسکے بارے میں فرما دیا وَ مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی آپ کو سارے جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا یہ نہیں کہا گیا کہ صرف رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ہر فرد

وبشر کے لئے رحمت بن کر اس دنیا میں تشریف لائے قیامت کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے امام اور وہ ان کے پیچھے اقتداء کرنے والے ہونگے۔

مقام محمود اور شفاعت

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن أبی إبن کعبؓ عن النبیﷺ قال اذا کان یوم القیامة کنت امام النبیین وخطیبهم وصاحب شفاعتهم غیر فخر (الترمذی:ح ۳۶۱۳)

''حضرت ابی ابن کعب آنحضرت ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو میں مقام محمود میں کھڑا ہونگا اور تمام انبیاء کا امام و پیشوا بنوں گا (جب کسی میں بھی بولنے کی طاقت نہ ہوگی) میں ان کی ترجمانی کروں گا اور سب کی شفاعت اور سفارش کروں گا اور میں یہ بات از راہ فخر نہیں کہتا''

ان کی آمد ایک قوم قبیلہ یا علاقہ کے لئے نہ تھی بلکہ قیامت تک آنے والے انسانیت کی دین وایمان کی حفاظت کیلئے رحمت کا باعث اور اخلاق حسنہ کی تکمیل کیلئے تھی جہاں ان کے مدنظر مسلمانوں کو بہترین اخلاق کا عادی بنانا تھا وہاں غیر مسلموں کیلئے بھی رحمت وشفقت کا ذریعہ بن کر برے اعمال اور اسکے بدلے جہنم سے ان کو بچا کر بہترین اخلاق سکھانا تھا۔

مکارمِ اخلاق کی تکمیل

رہبر کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

عن جابرؓ أن النبیﷺ قال ان اللہ بعثنی لاتمم مکارم الاخلاق وکمال محاسن الافعال (مشکوٰة: ح ۵۷۰۱)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے اسلئے بھیجا کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں اور اچھے کاموں کو پورا کروں''

نیز ان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ غیر مسلم کو بھی جیسے بھی ہو جہنم کے آگ سے بچایا جائے ایسے واقعات کئی خطبات کے دوران آپ کو سنا چکا ہوں۔

زمین وآسمان میں سب سے افضل

حضرت ابن عباسؓ نے دیگر انبیاء اور آسمان والوں پر آنحضرت ﷺ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عن ابن عباسؓ قال ان اللہ فضل محمداًﷺ علی اهل السماء فقالوا یا ابن عباس! بم فضله اللہ علی اَهل السماء قال أن اللہ تعالیٰ قال لِأهل السماء وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ وقال اللہ تعالیٰ لمحمدﷺ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قالوا وما فضله علی الأنبیاء قال قال اللہ تعالیٰ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ الخ قال اللہ تعالیٰ لمحمد ﷺ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ فارسله الی الجن والانس (رواہ الدارمی)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تمام انبیاء اور اہل آسمان پر فضیلت عطا فرمائی اہل مجلس نے ابن عباسؓ سے پوچھا اے ابن عباسؓ! اہل آسمان پر آنحضرت ﷺ کو اللہ نے کس طور پر فضیلت دی ابن عباسؓ نے کہا اللہ نے آسمان پر رہنے والے یعنی فرشتوں سے یوں خطاب فرمایا جو یہ کہے کہ خدا کے سوا میں معبود ہوں تو ہم اس کو جہنم کی سزادیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ نے یہ فرمایا کہ اے محمد ﷺ! ہم نے تمہارے لئے

عظمتوں اور برکتوں کے دروازے پوری طرح کھول دیئے ہیں (جیسا کہ فتح مکہ ہوا) اور یہ بھی اسلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں لوگوں نے عرض کیا اچھا فرمایئے! اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر آنحضرت ﷺ کو کس طور سے فضیلت دی ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی بابت اسطرح فرمایا ''ہم نے ہر نبی کو اسکی قوم کی لغت یعنی زبان کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ قوم کے سامنے خدا کے قوانین اور احکام بیان کرے اور اللہ جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں فرمایا اے محمد ﷺ! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا پس آپ کو اللہ تعالیٰ نے جن وانس دونوں کا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

بعثت نبوی ﷺ کا مرتبہ ومقام

اس آخری آیت کریمہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نبوت کسی مخصوص علاقہ، انسانوں کے خاص طبقات کے لئے نہیں بلکہ آپ کو مبعوث کرنے کا مقصد تمام نوع انسانی کو راہ راست پر لانا تھا، حدیث کے خلاصہ سے معلوم ہوا کہ دیگر انبیاء اور فرشتوں پر آنحضرت ﷺ کی فضیلت وعظمت زیادہ ہے وہ اس طرح کہ اللہ جل جلالہ کے اس فرمان میں نہ صرف نہایت سخت انداز اور رعب کا اظہار فرمایا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ سخت عذاب کی وعید بھی سنا دی گئی اور جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے نوازا گیا تو انتہائی مہربانی کرم اور شفقت ورأفت کا انداز اپنایا گیا اسکا اندازہ آپ حضرات نے ان دونوں آیات کا ترجمہ سن کر لگایا ہو گا اسکے علاوہ رب کائنات نے محبوب خدا ﷺ کو رحمت کے نبی کے لقب سے نواز کر فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ''ہم نے آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''

رحمت عالم ﷺ کا بچوں سے شفقت ومحبت

محترم حاضرین! حضور اکرم ﷺ نہ صرف انسانوں اور بڑوں کیلئے رحمت اور ان پر مہربان تھے بلکہ چھوٹے بچوں سے اس حد تک پیار کرتے کہ اپنے غلام زادہ حضرت اسامہؓ کی ناک کو صاف کرنے کی ڈیوٹی بھی خود سرانجام دیتے دشمن اور دوست کی بھی ان کے دل میں کوئی تمیز نہ تھی جب بچے حضور ﷺ کو دیکھتے تو ہر ایک آنحضرت ﷺ کی گود کی طرف لپکتا اور حضور ﷺ ان کو اٹھاتے اور ان سے پیار کرتے جو میٹھی چیز میسر ہوتی بچوں کو کھلاتے ایک طرف جھولی میں اگر نواسۂ رسول ﷺ حضرت حسنؓ یا حسینؓ ہوتے تو دوسرے ران پر اپنے غلام (جسکو متبنیٰ کی حیثیت سے پالا تھا) کے بیٹے اسامہ کو بٹھائے رکھتے ایک دفعہ راستے میں تشریف لیجاتے ہوئے ایک بچے کو دیکھا جو اکیلے پریشان اور رونے کی کیفیت اس پر طاری تھی حضرت ﷺ نے پوچھا بیٹے! کیا وجہ ہے اور بچے کھیل کود میں مصروف ہیں اور تم اکیلے مغموم بیٹھے ہو بچے نے کہا میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور والدہ نے دوسری شادی کر لی میرا کوئی سرپرست اور تربیت کنندہ نہیں سراپائے رحمت دو عالم نے فرمایا کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ محمد ﷺ تمہارے باپ ہوں حضرت عائشہؓ (جو حضور کی پسندیدہ بیوی تھی) تمہاری ماں ہو اور جنت میں داخل ہونے والی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمہاری بہن ہو بچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور تسلی سے بھرپور کلام کو سن کر خوش ہوا اور آقائے تاجدار ﷺ نے اسے اپنے آغوش رحمت میں لے لیا۔

کفار کی خواتین کے لئے رحمت

کفار سے جنگ ہوتی تو مجاہدین کو حکم دیتے:

عن عبداللہ بن عمرؓ قال نھی رسول اللہ ﷺ عن قتل النساء

والصبیان (بخاری: ح ۱۳۲۰)

''عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے جہاد میں کفار کے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا''

رحمت دو عالم کی طرف سے کفار کے بچوں اور عورتوں کے قتل کی بھی جب تک وہ جہاد میں عملاً شریک نہ ہوں ممانعت تھی اور ان آنکھوں پر تعصب ، اسلام دشمنی کی عینک پہننے والوں کو اسلام پھر بھی دہشتگرد مذہب اور مسلمان تخریب کار نظر آتے ہیں جبکہ ان مردودوں کو جہاں مسلمانوں کے خون سے اپنی پیاس بجھانے کا شوق پورا کرنا ہو تو ایک مطلوب اور ٹارگٹ کی آڑ میں اپنے ڈرونز کے ذریعے ہزاروں بوڑھوں ،عورتوں اور بچوں کا قتل اپنا حق اور شیر مادر سمجھتے ہیں ان کی اس دوغلا پن کیوجہ سے ان میں جس کے سر میں ذرہ برابر عقل اور شعور ہو مسلمان ہو کر صیہونیوں اور نصرانیوں کی منافقت سے علی الاعلان برأت کر لیتا ہے۔

یہود و نصاریٰ کی گستاخیاں اور اسلام کی حقانیت

آپ حضرات اخبارات کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں جب بھی یہ بدبخت قرآن وانبیاء کو نیچا دکھانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں بیشتر یہودیوں اور نصاریٰ میں اسلام کے بارے میں تجسس اور مطالعہ کی چنگاری بھڑک اٹھتی ہے جسکی وجہ سے ہر سال امریکہ، یورپ،فرانس ،آسٹریلیا اور دیگر غیر مسلم ملکوں میں ہزاروں غیر مسلم اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر رہے ہیں ملعون پادری کی خبیثانہ جسارت کے بعد کل میں نے اخبار میں پڑھا کہ اس واقعہ سے پہلے اگر اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کا شوق انگریزوں کا دس

فیصد تھا اب ایک ہفتہ میں یہ تناسب تیس چالیس فیصد تک پہنچا حتیٰ کہ بازاروں میں اسلامی لٹریچر کی شدت سے کمی محسوس ہو رہی ہے۔

غلاموں اور مزدوروں کے لئے رحمت

یہ حیا باختہ اور مادر پدر آزاد لوگ اپنے زیرنگیں لوگوں سے جو سلوک کرتے ہیں اور رحمۃ للعالمین کی تعلیم کو دیکھئے کہ ایک دفعہ سیدنا ابومسعود انصاریؓ اپنے ایک غلام کو کسی قصور کی وجہ سے پیٹ رہے تھے اس دوران خاتم الانبیاء ﷺ نے یہ کیفیت دیکھی رنجیدہ ہو کر فرمایا ''ابومسعود !اس غلام پر تمہیں جس قدر اختیار ہے اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے امام الانبیاء ﷺ جس وقت دنیا سے پردہ فرما رہے تھے نہ مال کی وصیت کی نہ دولت واقتدار کی بلکہ اس وقت بھی اپنی صفتِ رحمت کا مظاہرہ فرمایا اور تاکید فرمائی:

الصلوۃ وما ملکت ایمانکم

''یعنی نماز موت تک قائم رکھو اور اپنی عورتوں اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو''

امن وسلامتی کا علمبردار دین

ان اسلام اور محمد الرسول اللہ ﷺ کے نام سے خوف وہراس میں مبتلا بے راہ روی کے پر چاروں کو کیا معلوم کہ محبوب ربانی ﷺ جن کے صدقے یہ تمام کائنات وجود میں آئی اس کا دین تو شرم وحیاء ،عفت وپاکبازی ،امن وسلامتی کا علمبردار ہے۔ جس کا داعی غیر مسلموں کو بھی بددعا نہیں دیتے۔

غیر مسلموں کے لئے رحمت

عن أبی هريرة ؓ قال قيل يارسول اللّٰه! ادع على المشركين قال

انی لم أبعث لعاناً وانما بعثت رحمة (مسلم: ح ۲۵۹۹)

"حضرت ابو ہریرہؓ روایت کر رہے ہیں کہ جب آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ دشمنوں (کافروں) کے حق میں بد دعا کریں تا کہ وہ ہلاک ہو جائیں اور ان کی جڑیں ختم ہو جائیں تو فرمایا مجھے (اللہ کی طرف سے) لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھ کو تو رحمت بنا کر بھیجا گیا"

اس نبی (جس کو اللہ تعالیٰ نے رؤف رحیم کے لقب سے نوازا) کی تعلیمات میں کافر معاہد کے قتل سے بھی مسلمانوں کو منع کر کے اس کے بدلے مسلمان قاتل سے قصاص لینے کا حکم دیا،

عن عبداللہ بن عمرورضی اللہ عنهما عن النبی ﷺ قال من قتل معاهداً لم یرح رائحة الجنة وان ریحها توجد من مسیرة أربعین عاماً (بخاری: ح ۳۱۱۶)

"حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص عہد دینے والے (کافر) کو قتل کرے گا وہ جنت کی بو نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی بو چالیس برس کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے"

پیغمبر اسلام ﷺ اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا

حتیٰ کہ دشمن (کافروں) کے مزدوروں کو بھی قتل کرنے سے منع فرمایا اس امام المرسلین ﷺ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا اور نہ کبھی کسی کو مارا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

ماأنتقم رسول اللہ ﷺ لنفسه الا أن تنتهك حرمة اللہ فینتقم للہ بها (بخاری: ح ۵۶۶۰)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کیلئے کبھی کسی بات کا انتقام نہیں لیتے تھے البتہ اگر کوئی ایسی بات ہوتی جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے تو پھر اللہ کے حکم کے پیش نظر اسکو سزا دیتے تھے"

جانوروں کے لئے رحمت

محترم دوستو! انسان تو انسان جانوروں کے بارے میں بھی ان سے شفقت اور مہربانی سے پیش آنے کی تلقین کی۔

عن أبی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ اذا سا فرتم فی الخصب فأعطوا الابل حظها من الأرض واذا سافرتم فی السنة فأسرعوا علیها (مسلم: ح ۱۹۲۶)

"حضرت ابو ہریرہ حضور ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم ارزانی یعنی گھاس کی فراوانی کے زمانے میں اونٹوں پر سفر کرو تو ان اونٹوں کا ان کا زمین سے کھانے کا حق دو (یعنی ان کو چارہ وغیرہ کھانے کا موقع دو سفر کے دوران ان کو روک کر وقفہ وقفہ سے گھاس کھانے کا موقع دو تا کہ وہ بھوک، پیاس اور سفر کی مشقت سے محفوظ رہیں) اور جب تم قحط کے زمانے میں سفر کرو تو ان پر جلدی سفر کرو"

یعنی سفر کے دوران راستہ میں تاخیر نہ کرو تا کہ یہ حیوان سفر کے دوران اپنا خوراک نہ ملنے کیوجہ سے کمزوری میں مبتلا ہونے سے پہلے تم کو منزل مقصود پر پہنچا دیں۔

حیا عفت و پاک دامنی

جتنی شرم وحیا ایک با حیا دوشیزہ، کنواری لڑکی میں ہوتی ہے اس سے بڑھ آنحضرت ﷺ حیا، عفت اور پاک دامنی کا مجسمہ تھے زمین پر چلتے ہوئے ایسا انداز ہوتا ہے کہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کا مجسمہ تھے۔

عن أبی سعیدالخدری قال کان رسول اللہ ﷺ أشد حیاء من العذراء فی خدرها فا ذا رأی شیأً یکرهه عرفناه فی وجهه (بخاری: ح ۳۵۶۲)

"حضرت ابوسعید خدریؓ حضور ﷺ سے روایت کہ آپ پردہ میں رہنے والی کنواری

سے بھی زیادہ باحیا تھے جب کوئی خلاف مزاج وطبیعت ، غیر پسندیدہ یا غیر شرعی
معاملہ پیش آتا تو ہم آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک سے ناگواری محسوس کرتے''

حیاء اسلام اورایمان کی حصہ کا وصف خاص ہے

سرکار دو عالم ﷺ جس دور میں پیدا ہوئے ،تہذیبی اقدار کا نام ونشان نہ تھا، اخلاقی نظام اور اسکی اقدار کو کوئی پہچانتا نہیں تھا آج کل کے مغربی اور غیر مسلم معاشرہ کی طرح ننگا ہونا اور ایک ساتھ نہانا فیشن بن گیا تھا ،مرد عورتوں کا ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا حضور ﷺ نے مبعوث ہو کر اسکی سخت ممانعت کی آپ ﷺ نے فرمایا حیا اخلاق میں سے ہے

الحیاء لایأتی الا بخیر (بخاری: ح ٦١١٧)

''حیاء سے صرف نیکی اور بھلائی آتی ہے''

حیاء اسلام کا وصف مخصوص ہے جب شرم وحیا ختم ہو پھر جو مرضی میں آئے کرو اذا لم یستحیی فاصنع ماشئت نیز آپ ﷺ نے فرمایا لکل دین خلق و خلق الاسلام الحیاء

گستاخ رسول ﷺ کی سزا

معزز حاضرین! جو مذہب حیاء اور عفت پر اتنا زور دے اور شرم وحیاء پر زور دینے والا پیغمبر محمد ﷺ خود بھی ان صفات کا نمونہ ہو، اسکے بارہ میں مردود زمانہ ٹیری جونز اور رشدی جیسے حواس باختہ اور فکری انتشار کے حامل افراد اور ان کے سرپرست اگر خرافات اور جھوٹ پر مبنی روایات و اسرائیلیات کا سہارا لے کر ان کی عزت وحرمت کو کم کرنے کی ناکام کوشش کریں تو یہ ان کی اسلام دشمنی اور پاگل پن کا ثبوت ہے گستاخ رسول کی سزا اللہ نے قتل مقرر فرمائی، سلطان نورالدین زنگیؒ کے خواب میں سرکار دو عالم کی زیارت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے پیچھے دو کتے لگنے کا ذکر فرمانا

گزشتہ جمعہ کے خطبے میں آپ سن چکے ہیں، جب دو سازشی راہب کی شکل میں پکڑے گئے تو ان کا علما کے کونسل نے اس فرمان الٰہی کی روشنی میں فیصلہ کیا:

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوٓا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ (التوبہ:١٤)

''خبردار! تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور پیغمبر ﷺ کو نکالنے کا ارادہ کیا اورانہوں نے پہلے تم سے عہد شکنی کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم ان سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو ان سے لڑو تا کہ اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے اور ان کو ذلیل کردے اور تمہیں ان پر غلبہ دے اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کردے''

اللہ تعالیٰ کے بے انتہا احسانات

مسلمانوں پر اللہ جل جلالہ کے بے انتہا احسانات ہیں سب سے عظیم نعمت اسلام کی ہے اور یہ ایمان جس ذات کے صدقے ملی وہ امام الانبیاء فخر الرسل، خاتم النبین محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اللہ کی ذات کو ہم نے ان کے ذریعہ پہچانا ،رب کی عبادت کا طریقہ اس نے سکھایا، پاکیزہ زندگی گزارنے کے طور طریقے آنحضرت کے ذریعہ معلوم ہوئے ،ہدایت اور کامیابی کے راز اسکے ذریعہ معلوم ہوئے ،اخلاق حسنہ خصوصاً حیاء اور پاک دامنی کے حصول کے ذریعے اس مقدس ہستی نے بتلائے اس لئے مسلمان اسوقت تک کامل مسلمان نہیں بن سکتا جب تک حضور ﷺ کے اس ارشاد کا مصداق نہ بنے:

عن انس رضی اللّٰہ عنه أنه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب الیه من ولده ووالده والناس اجمعین (مسلم: ح ٤٤)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان اسوقت
تک مسلمان نہیں بن سکتا جب تک وہ آنحضرت سے محبت اپنے ماں باپ
اولاد اور تمام مخلوقات سے بڑھ کر نہ کرے''

عشق رسول ﷺ میں شدت پیدا کرنا

محترم حاضرین ! ہمیں کفار کی اسلام دشمنی، رسالت ﷺ کی بے حرمتی سے خوف زدہ ہونے کی بجائے عشق رسول ﷺ میں مزید شدت پیدا کر کے ان کے تعلیمات پر عمل کرنے کے ذریعے اسے عام کرنا چاہیے اور اسکے ساتھ مدلل انداز میں کفار و اغیار کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا جائے ان بدبختوں کی بے حرمتی سے سردار دو عالم ﷺ کی شان میں کوئی کمی نہیں آئی جس کی شان اللہ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے مطابق بلند کرے تمام دنیا ملکر بھی اس کی عزت اہمت کو کم نہیں کر سکتی انشاء اللہ نماز جمعہ کے بعد تمام حضرات دارالعلوم حقانیہ سے شروع ہونے والے جلوس میں وقار، متانت، سکون اور پرامن انداز میں شامل ہو کر آنحضرت ﷺ سے محبت کا اظہار کریں بسوں، گاڑیوں، نجی و سرکاری املاک کو توڑنے سے احتراز کریں یہ پاکستانی قوم کے اثاثہ جات ہیں انسانی جانوں کا ضیاع، اپنے املاک کی تباہی ٹیری جونز اور اسکے سرپرستوں کا ایجنڈا ہے اگر ہم ایسا کریں گے تو اس پر دشمن خوشی کی بغلیں بجا کر ہماری تباہی و بربادی پر مزید جشن منائیں گے انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار این جی اوز اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل اگر تحفظ مذاہب کا قانون بوجوہ نہیں بنا سکتے تو اخلاقی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہوئے تحفظ یہودیت کے قانون کو بھی ختم کردیں رب کائنات آقائے دو جہاں کے محبت اور حرمت کے صدقے ہم سب کو حقیقی مسلمان بننے کی توفیق دے۔

الحق ستمبر ۲۰۱۲ء

امت مسلمہ کے نجات اور کامیابی کا واحد راستہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد فأعوذ بالله من الشیطان الرجیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ . اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (هود: ۳تا۴)

''اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف لوٹ آؤ تو وہ ایک خاص وقت تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عطا فرمائے گا لیکن اگر (اللہ سے) منہ موڑتے ہو تو تمہارے حق میں ایک بڑے ہولناک عذاب سے ڈرتا ہوں اللہ کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''

دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے :

وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ (ھود: ۹۰)

''اپنے گناہ بخشواؤ اپنے رب سے اور اس کی طرف رجوع کرو بیشک میرا رب (اپنی مخلوق سے) محبت کرنے والا مہربان ہے''

عن ابن عباسؓ أنه حدثه قال قال رسول الله ﷺ من لزم الاستغفار جعل الله له من كل هم فرجاً ومن كل ضيق مخرجاً ورزقه من حيث لايحتسب (ابی داؤد: ح ۱۵۱۸)

''علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے والد ماجد حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو استغفار کو اپنے لئے لازم کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنادے گا اور ہر غم سے خلاصی دے گا اور ایسی جگہ سے اسے رزق دے گا جہاں سے (اس کے) گمان میں بھی نہ آئے''

بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات

محترم حاضرین! گزشتہ ہفتے سے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کا ذریعہ حدود اللہ اور اللہ کے فرامین اور حد سے تجاوز کرنے والوں کا انجام خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں یا دونوں جہانوں میں ہو بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مسلسل گفتگو طویل ہونے کی وجہ موضوع کا اختتام نہ ہوسکا' جس کے بقیہ حصہ کو آج مکمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

بنی اسرائیل کو اللہ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا دولت کے ان کے پاس انبار، عمریں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں سال، آسمان سے من وسلویٰ جیسے لذیذ جنتی طعاموں کا نازل ہونا، صحت قابل رشک، قدوقامت پہاڑوں کی اونچائی کے برابر، انبیاء کا ان کے پاس کثرت سے آنا وغیرہ مگر خدا کی نافرمانی، گناہوں کی بہتات جس کی لمبی فہرست ہے۔

نیک لوگوں کا کردار

ان میں جو پاکباز لوگ تھے گناہوں سے روکنے کی معمولی کوشش کی، جب وہ باز نہ آئے یہی اپنے آپ کو نیکوکار کہلوانے والے بھی ان کے ساتھ رب کی نافرمانی، گمراہی اور حرام خوری میں شریک ہوگئے چاہیے تو یہ تھا کہ ان گمراہوں کو حکمت عملی اور دلائل کے زبان سے رب کے حضور استغفار اور توبہ پر آمادہ کرتے ان کے ہم نوالہ وہم پیالہ بن گئے اللہ جل شانہ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰؑ کی زبان میں ملعون قرار فرمایا ارشاد باری ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (المائدہ: ۷۸)

''بنی اسرائیل کے کافروں پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر لعنت بھیجی گئی وجہ یہ تھی کہ وہ نافرمانیاں کیا کرتے تھے اور حد سے زیادہ بڑھ جاتے تھے''

نیکوکار و بدکار دونوں کا انجام

آپس میں جو گناہ کیا کرتے ایک دوسرے کو منع بھی نہ کیا کرتے (بلکہ ان ساتھ یہ بھی جرم میں شریک ہوتے) اور جو کچھ وہ کرتے وہ بہت برے (کام) تھے، یعنی نیک لوگ جو اپنے (زیرقدرت وحلقہ) لوگوں کو گناہوں سے منع نہ کرتے ان پر بھی اللہ کی ایسی مار پڑی کہ ملعون ومردود کے نام سے یاد کئے گئے اس لئے ہم میں سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ چلو میں تو سیدھی راہ پر چل رہا ہوں، میری اولاد اور اعزہ واقارب اگر کج رو ہیں تو مجھے کیا یہ راہ فرار اختیار نہیں کرسکتا اپنی اس ذمہ داری کے بارہ میں روز قیامت رب العالمین اپنے آپ کو صالح ونیک کہلوانے والے سے پوچھیں گے کہ اوروں کے بارہ میں آپ نے یہ

ذمہ داری کس حد تک نبھائی۔ارشاد نبوی ﷺ ہے :

مامن رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیه فلا یغیرون الا أخذهم الله بعقاب قبل ان یموتوا (ابی داؤد: ح ۳۷۷۸)

''جس بستی اور شہر میں کوئی گناہ کا کام ہو رہا ہوں اور وہاں کے لوگ اس گناہ کو روکنے کا قدرت رکھتے ہوں اور پھر بھی اس کو منع نہیں کرتے تو موت سے قبل گناہ کرنے والے اور جو گناہ سے (اوروں کو) منع نہیں کرتے سب اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوں گی''

کامل مومن کے قرآن میں بیان کردہ صفات سے روگردانی

رب العزت نے کامل مسلمان کی صفت یہ بیان فرمائی:

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (التوبة : ۷۱)

''مسلمان مرد اور عورت ایک دوسرے کے معاون اور دوست ہیں (ایک دوسرے کو) نیکیاں کرنے کی اور گناہوں سے بچنے کی تلقین کرے''

اگر ہم نے اس فریضہ کو سرانجام دینے یعنی نیکی پھیلانے اور گناہوں سے منع کرنے کی ڈیوٹی ادا نہ کی تو اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہوگا صبح و شام دعائیں کی جائیں گی مگر کوئی دعا قبول نہ ہوگی خلاصہ یہ کہ صرف اپنی نیکی پر اکتفا کرکے اوروں کو گناہوں سے بچانے کی کوشش نہ کرنا نجات کیلئے کافی نہیں آج مسلم دنیا کی ظاہری و باطنی تباہی و بربادی میں اس تصور کا عمل ودخل بھی زیادہ ہے کہ ہم فلاں گناہ نہیں کرتے، اورلوگ اگر اس میں مبتلا ہیں تو مجھے کیا پرواہ۔

انبیاء سابقہ کی تعلیمات کے مذاق پر ان اقوام کا مواخذہ

محترم سامعین !اگر آج ہم اپنے گناہوں سے تائب نہ ہوئے اور قرآن مجید میں گزرے ہوئے اقوام کے حالات، (ان کی ابتداء اور انتہا جس انداز میں ہوئی) سے بالکل غافل رہے تو اس کے شان رحمت و کریمی میں تو شک نہیں مگر ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے قوم عاد وثمود اوران کا عیش وخوشحالی کا دور دورہ، اللہ کی غیر محدود انعامات کا ذکر آپ سنتے رہتے ہیں مگر فرمانبرداری کی بجائے آئے دن ان کی سرکشی میں اضافہ ہوتا کسی کو یہ خیال نہ آیا کہ اللہ کے اتنے کرم و مہربانیوں کے بدلے اس سے بغاوت کرنے کی جگہ اس کی اطاعت اور گناہوں پر پشیمانی کا اظہار کرکے انبیاء کرام کی تعلیمات کے آگے سر تسلیم خم کرتے وہ بدبخت اللہ کی طرف سے بھیجے گئے نشانات اور انبیاء کا مذاق اڑانے لگ گئے جس کا نتیجہ رب کائنات نے اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ (الانعام: ٦)

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کرچکے ہیں، جن کا اپنے زمانہ میں دور دورہ رہا ہوان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا کیا گیا تھا جو تمہیں نہیں دیا ان پر ہم نے آسمان سے بارشیں خوب برسائیں ان کو نیچے بہتی نہریں دی (مگر جب انہوں نے کفران نعمت کیا) تو آخر کار ان کے گناہوں کے بدلے ان کو تباہ کردیا اور پیدا کیا ان کے بعد اور امتوں کو''

یعنی اللہ نے ان قوموں کو نیست و نابود کرکے ان کا نام ونشان ہی مٹادیا آنے

والے لوگوں کیلئے اوران کا مال و متاع خس و خاشاک کی حیثیت اختیار کر کے عبرت کا سامان بن گیا یہ مکافات عمل ہی ہے۔

قدرت کا اٹل قانون اور مکافات عمل

قدرت کا اٹل قانون ہے کہ جس قوم کی سرکشی اور نافرمانی حد سے پار ہوجائے اللہ تعالیٰ اسے عَذَابٌ اَلِیْمٌ میں مبتلا کردیتے ہیں پہلے بھی میں نے آپ کو یہودیوں کی سرکشی کا ذکر کیا جب انہوں نے تمام رحمانی حدود کو پامال کردیا تو اللہ جب گرفت شروع کردے تو اس سے چھڑانے والا کوئی نہیں ہوتا اللہ نے ان پر بخت نصر مسلط کر کے وہ بابل سے آ کر یہودیوں کی بیخ کنی کر کے ان کے تمام عورتوں کو باندیاں اور مردوں کو غلام بنایا، جب انہوں نے توبہ اور رجوع الی اللہ کیا تو مالک الملک نے پھر اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرنے کے مواقع میسر فرمائے باطنی سرکشی تو ان کے رگ وریشہ میں سرایت کرچکی تھی ایک بار پھر اللہ کے احکامات سے منحرف ہو کر روئے زمین پر شروفساد پھیلانا شروع کردیا جس کی سزا اللہ نے انطوکس کی شکل میں ان پر نازل کردی، جس نے ان کی رہی سہی قوت بھی ختم کر کے ان کی جڑیں ختم کردیں آج پھر مسلمانوں کی بے حسی، دین سے دوری، اسلامی حمیت وغیرت کے فقدان کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کا قبلہ اول بیت المقدس ان ذلیل وقلیل مقدار یہودیوں کے قبضہ میں آ کر نماز باجماعت پڑھنا تو دور کی بات ہے، فلسطین اور بیت المقدس کے قریب رہنے والوں کا مسجد میں داخلہ اور عبادت ناممکن کردیا مسلمانوں کی اس ذلت وخواری کا سب سے بڑا سبب بیت المقدس جو کہ اللہ کے نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت تھی کی بے قدری اور اسکی عظمت وحرمت کو ملحوظ خاطر نہ رکھنا ہے کاش! ہم قرآن مجید ہی میں ذکر کردہ تباہ ہونے والے اقوام کے واقعات کو سن کر عبرت حاصل کرتے اور اللہ کے طرف سے مبعوث انبیاء کی استہزاء اور

تکذیب کرنے والوں کا جو انجام ہوا اسے ہر وقت فریم ورک کے طور پر اپنے دل اور آنکھوں کے سامنے رکھتے تو آج عزت، اقتدار، حکومت وسلطنت و دشمنان دین پر غلبہ وغیرہ امت مسلمہ کا مقدر ہوتا۔

اللہ کی راہ پر چلنے والوں کے لئے اللہ کی خوشخبری

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (نور:۵۵)

”اللہ نے وعدہ کرلیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کریں وہ ان کو اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے ان کیلئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرے گا جسے رب العالمین نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے تبدیل کردے گا وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور میری بندگی کریں گے اور جو اس کے بعد میری ناشکری کرے ایسے لوگ (میرے) نافرمان یعنی فاسق ہیں“

محترم حضرات! اللہ کے وعدے، احکامات اور تعلیمات ابدی وسرمدی ہیں اسی وجہ سے کلام اللہ صرف نزول قرآن کے وقت کے مخاطبین تک محدود نہیں بلکہ قیامت تک ہر انسان اس پر مکلّف ہے کہ اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے کے اقرار کرنے ساتھ ان کے احکامات پر سو فیصد کاربند اور منہیات سے بچتا ہے اگر بتقاضائے بشری نافرمانی ہو

بھی جائے، اس کا علاج بھی بتا دیا کہ میرے حضور نادم وشرمسار ہوکر مغفرت کا طالب بن جائے تو نہ صرف معافی بلکہ خطا کاروں کے لسٹ میں کراما کاتبین نے جو نام گناہگار کا لکھا ہے مٹا دینے کا حکم صادر فرمادیں گے بات ہورہی تھی اللہ کی وعدہ کی تو رب العالمین نے جن صفات کا ذکر آیت مذکورہ میں فرمایا ہے۔

اسلامی نظام کے برکات

صحابہ کرام اور خلفائے عظام تو حضورﷺ کے پروانے اللہ و اسلام پر مر مٹنے والے، آسمان ہدایت کے ایسے پروانے کہ جو مسلمان یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ الصحابة کلهم عدول اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے ان کے ادوار میں رب العزت نے کامل ایمان والوں کے ساتھ جو وعدے فرمائیں ہیں ان کی تفصیلات میں جانے کا موقع نہیں ہے حرف بہ حرف ثابت ہو کر اُن کے بعد آنے والے مسلمانوں کیلئے بہترین کردارادا کرنے کی وجہ سے تاریخ اسلام کے سنہری دور کی حیثیت حاصل کر لی اور اُن کے بعد جن خوش قسمت حکمرانوں نے اللہ کے خوف اور ایمان و اسلام کے بتائے ہوئے راہوں پر چل کر حکمرانی کی رب کائنات نے ان پر بھی اپنے کرم و انعامات کی ایسی ہوائیں چلائیں کہ رعایا کے اذہان سے ظلم و جبر، کفر و شرک، بھوک و افلاس، دشمن کا خوف اور غلبہ، آفات سماوی و ارضی وغیرہ کا تصور ہی نہ رہا ہر طرف امن و امان، رزق کی بہتات، مسلمانوں کا نام سنتے ہی کفارواغیار کا کانپ جانا ہر مسلمان کے تکلیف پر بے چین ہونا جیسے اوصاف حمیدہ ہم میں پیدا ہو کر دنیا کو بہترین امت کا تصور پیش کر سکتے ہیں۔

آنحضرتﷺ کی بعثت سے قبل لوگوں کی حالت

میں آپ حضرات کو بار بار اور کثرت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی

مثال دیتا ہوں کہ حضورﷺ کی آمد سے پہلے وہ جس خطۂ ارضی میں پیدا ہوئے اور وہاں کی جو ناگفتہ حالات تھے ان سے بھی آپ حضرات واقف ہیں گناہ کی کوئی ایسی قسم نہ تھی جس میں وہ آلودہ نہ تھے حضورﷺ کی آمد اور ان فسق وفجور میں لتھڑے ہوئے لوگوں میں جو خوش قسمت لوگ تھے ان کا خوابیدہ ضمیر جاگ کر اللہ کے وحدانیت کے نہ صرف قائل ہوئے بلکہ اللہ و رسولﷺ کے ہر حکم کے بجا آوری کو اپنے دنیا وآخرت کے فوز وفلاح کا واحد ذریعہ سمجھنے لگے تو ان میں ایسا انقلاب آیا کہ رب کائنات نے خود ان کے تقدیس اور پاکیزگی کا بہ بانگ دہل اعلان فرمایا انہی مقدس ہستیوں کے بارہ میں ارشاد فرمایا۔

صحابہ کرامؓ کو ان کی زندگیوں میں رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ کی بشارت

وَ السّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِیۡنَ وَ الۡاَنۡصَارِ وَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ (توبہ: ۱۰۰)

''اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور (مہاجروں) کی مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہو اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اللہ سے اور تیار کر رکھی ہیں ان کے واسطے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوئی رہا کریں ان میں ہمیشہ کیلئے یہی ہے بڑی کامیابی تمہاری''

اللہ اکبر کتنی بڑی نعمت جس کا مقابلہ کسی بڑے سے بڑے نعمت سے نہیں ہوسکتا غفور الرحیم نے اپنے الفاظ مبارکہ میں اعلان فرمایا:

رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ (توبہ: ۱۰۰)

''اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی''

ایک سچے اور ایمان کے نور سے معمور منور مسلمان کیلئے اس سے زیادہ خوشی اور کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ صرف مہاجرین اور مددگاروں سے

رضا کا اعلان نہیں کر رہے بلکہ قیامت تک جو مسلمان اُن کے اسوہ اور راستے کو اپنے لئے منتخب کر لیں ان کا انعام بھی ان کو اللہ کے رضا کی صورت میں ملے گا اللہ مجھے اور آپ سب بلکہ امت مسلمہ کو رضائے الٰہی نصیب فرمائے اور ایسے کاموں کی توفیق دے جن سے اللہ راضی ہو گویا سارا عالم اسکا مطیع ہوگا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور جس سے اللہ ناراض ہوا سے دنیا کی کوئی طاقت و دولت اطمینان ،سکون اور چین دلا نہیں سکتی۔

اقوام کی دو قسمیں

محترم دوستو! گزشتہ جمعہ اور آج دو قسم کے چند واقعات ذکر کر دئے ایک وہ قوم جن پر نہ انبیاء کے دعوت و تبلیغ کا کچھ اثر ہوا بلکہ اللہ کے طرف رجوع اور گناہوں سے مغفرت طلب کرنے کی بجائے ان کی شقاوت قلبی اللہ سے بغاوت، انبیاء کی توہین کرنا پہلے سے بھی زیادہ ہوا پھر ان میں ہر ایک قوم کو اللہ نے جس عذاب سے دوچار کر دیا مختلف مجالس میں آپ حضرات قرآن مجید کی تلاوت وتفسیر اور علماء کے مواعظ کے دوران سنتے رہتے ہیں دوسری قسم وہ قوم جنہوں نے اللہ و رسول اور انبیاء کے تعلیمات پر آمنا وصدقنا کہتے ہوئے اپنے کئے ہوئے نافرمانیوں پر صدق دل سے معافی مانگ کر آئندہ گناہ سے بچنے کا مصمم ارادہ کیا جن کو اللہ نے انعامات واعزازات سے مالا مال کر کے غیر مسلموں کو ان کا محتاج بنا دیا وقت کے بڑے بڑے جاگیردار اور اپنے آپ کو دنیا کی سپر طاقت کہلوانے والے حکمران قیصر و کسریٰ ہزاروں میل دور رہ کر بھی مسلمانوں کا نام سن کر اپنے جاہ وجلال اور فوج وقوت کے باوجود ان پر لرزہ طاری ہو جاتا۔

تکبر وغرور کا بدلہ ذلت ورسوائی

حضور ﷺ نے ان کے نام اسلام لانے کا جو پروانہ ارسال فرمایا، تکبر اور نخوت کے جس پیکر نے اس خط کو اپنا توہین سمجھ کر پھاڑ دیا اللہ نے نہ صرف اسکے خاندان غالبًا

بقول حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آدم علیہ السلام کی تیسری نسل سے لے کر اس وقت تک ایک ہی مملکت پر قابض رہنے والے مملکت کو ریزہ ریزہ کر دیا اور ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل ہو کر سارا خاندان گوشہ گمنامی کا راہی بن گیا اور ان کی اقتدار کے نشے میں مست مستورات مسلمانوں کے گھروں میں باندیاں بن کر صفائی اور خدمت گزاری کے اندھے گڑھے میں ذلت وخواری کا شکار ہوئیں۔

عالم کفر کا مسلمانوں کے خلاف اتحاد اور مسلمانوں کا کردار

ان تمام واقعات کی روشنی میں آج ہم بحیثیت مجموعی تمام امت مسلمہ کا اور انفرادی طور پر پاکستانی مسلمانوں کی بدحالی کا جائزہ لیں اکثر اسلامی ممالک اس دور کے اہم مادی اسلحہ وطاقت یعنی تیل سے مالا مال ہیں اسلامی ممالک افرادی طاقت ،جنگلات، سمندر، دریا، سونے چاندی، گیس وکوئلہ کے ذخائر سے بھرے پڑے ہیں اور پھر اللہ رب العزت نے دشمنان اسلام سے دفاع و مقابلہ کیلئے ہر قسم کے آلات بنانے اور وسائل بروئے کار لانے کا واضح حکم بھی دیا ہے اسکے باوجود پورے دنیا میں پھیلے ہوئے ایک ارب سے زیادہ مسلمان زبوں حالی کا شکار، اغیار کے آگے دست سوال پھیلانے والے، اُن کے ہر حکم پر سرنڈر ہونے والے، بدقسمتی سے ان کے مادر پدر آزاد تہذیب و معاشرہ کے متوالے، جب بھی ان کو کسی اسلامی ملک میں اسلامی نظام نافذ ہونا محسوس ہو سارا عالم کفر بہانہ بنا کر ان پر اتحاد کی صورت میں حملہ آور ہوا ملک تو کیا لاکھوں، مسلمانوں کو قتل کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے ایسے حالات میں بھی اسلامی ممالک کے حکمران جو درحقیقت اسلام کو مٹانے کی خواہش مند ملکوں اور ان کے حکمرانوں کے آلہ کار اور ایجنٹ ہوتے ہیں آپس میں متحد ہونے کی بجائے مسلمان ملک کی تباہی پر بغلیں بجانا اپنا اولین فریضہ سمجھتے ہیں اور اپنے دنیوی آقاؤں کو خوش کرنے کی ریس میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف رہتے

ہیں، گلہ پھر کس سے کیا جائے پورا عالم اسلام حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایک دسترخوان کی طرح ہے جس پر ہر طرح کے طعام چنے ہوئے ہیں کفار ایک دوسرے کو دعوتیں دیکر اپنا اپنا حصہ حاصل کرنے کیلئے بلا رہے ہیں یہ تو عالم اسلام کی دینی، ایمانی غیرت کی جھلک تھی اب مختصراً اپنے ملک کے حالات، عوام کی بے بسی، دین سے بے راہ روی، اسباب عیاشی کی کثرت، کفار و لادینوں کی نقالی وغیرہ میں ہم کہاں پہنچ چکے ہیں اس کا مختصر جائزہ لیں جذبہ رجوع الی اللہ ختم ہو رہا ہے۔

پاکستان پر اللہ تعالیٰ کے لامتناہی انعامات اور ہماری ناقدری کا انجام

اللہ نے پاکستان کو بھی بے پناہ قسم انعامات سے نوازا ہے چاروں موسم جو ہر قسم حالات سے موافق ہیں دیگر انعامات جن کا گننا اور ذکر کرنا اس محدود وقت میں آسان نہیں ملک کا چپہ چپہ اللہ کے انعامات سے بھرا پڑا ہے اسلام کے نام پر حاصل کردہ ملک میں لاتعداد مساجد، مدارس، دین کی اشاعت کرنے والے جرائد، دینی جماعتیں، علماء، محافل پند و نصائح وغیرہ کا دور دورہ ہے اس کے باوجود اس ملک میں بسنے والے اٹھارہ انیس کروڑ مسلمانوں کو چین و سکون نہیں کبھی خشک سالی کا واویلا تو کبھی بارشوں کا نہ رکنے والا طوفان، طوفان نوح کی شکل اختیار کر کے ملک کے نصف سے زیادہ املاک، نفوس اور آبادی ھباءً منثوراً کے مناظر پیش کرتے ہوئے ہمیں بربادی سے دو چار کر دیتے ہیں چار پانچ سال قبل صبح کے وقت ہولناک زلزلے کی جس میں ہزاروں مرد و زن اور بچوں کا جان بحق ہونا، شہروں، بلند و بالا عمارتوں کا زمین بوس ہونا یاد ہوگا چند ماہ سے اس ملک میں ایک چھوٹے سے مچھر نے ہزاروں نفوس کے بیک جنبش ہلاکت سے کئی گھرانے اجڑ گئے وغیرہ وغیرہ قدرتی وسائل سے مالا مال اس اسلامی ملک کے امن و امان کو ۹/۱۱ کے بعد ایک ظالم و جابر عفریت امریکہ اور اسکے مددگاروں نے خود اور خطہ

میں اسکی موجودگی نے پاکستان کو آگ و خون کے دریا میں ایسا ڈبو دیا کہ اس اسلام دشمن مسلمانوں کے قاتل کی وجہ سے اس ملک میں امن و امان کا تصور ہی ختم ہوگیا کئی دریا خشک، بجلی ناپید، ملک کی قدرتی اور ارزان پیداوار گیس جوئے شیر لانے کے مترادف، مسلمان مسلمان کا گلہ کاٹ رہا احترام آدمیت نے یاد رفتہ کی حیثیت حاصل کر لی اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں آسمان تک پہنچ گئیں نچلے طبقے کی ان اشیاء تک رسائی کا تو سوال پیدا نہیں ہوتا متوسط طبقہ اپنی سفید پوشی کی بھرم قائم رکھنے کیلئے خودکشیاں کرنے لگے جو حکمران مسند اقتدار پر قبضہ کر لیتے ہیں رعایا کی صحت، ملازمت، غربت اور تعلیم وغیرہ کی طرف توجہ دینے کی بجائے قومی خزانہ کو مادر شیر سمجھ کر نہایت بے دردی سے کرپشن اور لوٹ مار میں مصروف رہتے ہیں الغرض ایسی کوئی آفت و مصیبت نہیں جس سے ہمارا ملک محفوظ ہو یہ تمام مصائب جو ہمیں دستک دے رہے ہیں کہ راہ راست اختیار کر لو ورنہ پہلے سے زیادہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا اسلام کے آمد سے قبل جتنے اقوام ہلاک و برباد ہوئے وہ اپنے بداعمال کی وجہ سے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (شوری:۲۹)

”تم پر جو مصائب آتی ہے وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے حالانکہ اللہ تو بہت سے گناہوں سے درگزر بھی کر دیتا ہے“

اگر ہر جرم پر اس ذات باری کی پکڑ ہوتی تو ہمارا کیا حال ہوتا عوام کی اکثریت لہو و لعب، عیاشی و فحاشی، حرام خوری، زناکاری اور اسباب زناکاری، ناپ تول میں دھوکہ، حقوق اللہ تو کیا حق العبد ہوس مال و زر خواہ حرام اور ظالمانہ طریقہ سے کیوں نہ ہو الغرض ایسی کوئی برائی نہیں جس میں ہم اور ہمارے حکمران من حیث القوم مبتلا نہ ہوں۔

مسلمانوں کو بے راہ کرنے کے لیے عیاشی کے آلات کی ارزانی

غیر مسلموں نے مسلمانوں کی کمزوریوں کو دیکھ کر سائنس اور ٹیکنالوجی کے نام پر ایسے اشیاء بنا کر ہمیں ارزان قیمتوں پر دینے کا سلسلہ شروع کر دیا مثلاً ایک موبائل فون کو لیجئے اگر اس میں معمولی فوائد ہیں تو اُن فوائد کی آڑ میں اس سے جو فحاشی اور بد کاری پھیل رہی ہے تفصیلات سننے پر بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے پھر اس پر نیٹ کا اضافہ ہو کر اس نے اسلامی تہذیب کا جنازہ نکال دیا دین سے بے خبر لوگ ان جدید انکشافات و اکتشافات کی چند خوبیاں گن کر اسکے تہہ میں جو تباہی ہے جس نے بڑوں، مردوں، عورتوں حتیٰ کہ نابالغ بچوں کی زندگیاں بھی مسخ کر دیں جب کلمہ گو ان خرافات میں مبتلا ہو جائے تو کیا پھر بھی ہم اللہ کے کرم اور رحم کے مستحق ہیں گزشتہ امتوں کو چند انگلیوں پر گننے والے گناہوں پر سخت عذابوں سے دو چار کر دیا جبکہ ہم میں وہ سب گناہ تو بدرجہ اتم موجود ہیں ہمارے روشن دماغی نے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں گناہ کا اضافہ کر دیا عذابوں کا سامنا نہ ہو گا تو کیا رحمتوں کے ہم انتظار میں رہیں گے ان تمام مصائب و مشکلات کا ایک ہی نسخہ اور تریاق ہے کہ ہم من حیث القوم رجوع الیٰ اللہ کر کے توبہ تائب ہو جائیں خدانخواستہ اگر ہم روز بروز مزید گناہوں کے دلدل میں پھنستے رہے ہیں تو کہیں ایسا عذاب نہ آئے کہ پھر توبہ اور استغفار کا موقع ہی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے رب العزت مجھے اور آپ سب کو گناہوں کے سیلاب سے بچا کر استغفار اور توبہ کی توفیق دے۔

الحق دسمبر ۲۰۱۱ء

بہترین استاد
کی خوبیاں اور ذمہ داریاں

الحمد للّٰہ وکفی والصلوة والسلام علی من لانبی بعدہ ولارسالة بعدہ ولانبوة بعدہ وعلی الہ وصحبہ شموس الهداية وأعلام الهدیٰ أما بعد فأعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ . اَلرَّحۡمٰنُ ۔ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۝ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ (الرحمن:۱۔۴) اِقۡرَاۡ وَرَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۝ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ۝ (العلق: ۳۔۵)

علماء کرام انبیاء کرام کے وارث ہیں

حضرات علماء کرام! اللہ تعالیٰ کے ہم سب پر لامتناہی انعامات اور احسانات ہیں کہ انہوں نے ہمیں انسان پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ سردار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وراثت سے نوازا یہ علم دین سردار دو عالم ﷺ کی وراثت ہے۔

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

نحن معشر الأنبياء لانؤرث ديناراً ولادرهما انما ورثوا العلم فمن أخذه أخذ بحظ وافر (ترمذی: ح ٢٦٨٣)

"ہم انبیاء کرام کی جماعت وراثت میں دراہم اور دینار نہیں چھوڑتے بیشک ہم وراثت میں علم چھوڑتے ہیں لہذا جس نے علم حاصل کیا اس کو میراث کا وافر حصہ مل گیا"

یہ علم دین رسول اللہ ﷺ کا ترکہ ہے اور جس کو یہ وراثت مل جائے تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو خیر کثیر عطا فرمایا ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرہ: ٢٦٩)

"جس کو حکمت عطاء کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کیا گیا"

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ میں حکمت سے مراد علم دین ہے اور یہ دولت اللہ تعالیٰ صرف اس شخص کو عطا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو اور اللہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے:

من یرداللّٰہ به خیراً یفقهه فی الدین (بخاری: ح ٧٣١٢)

"جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے"

اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو رسول اللہ ﷺ کی عظیم اور بیش قیمت ترکہ جو بہ نص قرآنی خیر کثیر ہے عطا فرمایا آپ حضرات اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں عظیم لوگ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں اور بہترین خلف رشید وہ ہوتا ہے جو اپنے مورث کے ترکہ کو صحیح اور درست طریقے پر استعمال کرے' اس کے بتائے ہوئے طریقے پر اور اس کی ہدایات کے مطابق خود بھی چلے اور مورث کے اس ترکہ کو بھی استعمال کرے۔

درس تدریس کی اہمیت

آپ حضرات مدرسین اور معلمین ہیں، مدرس اور معلم ہونا ایک بہت بڑی سعادت ہے، سب سے اول معلم اللہ تعالیٰ کی خود ذات اقدس ہے، قرآن پاک میں جا بجا اللہ تعالیٰ نے اس صفت کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے کبھی فرماتے ہیں کہ اَلرَّحْمٰنُ . عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ . خَلَقَ الْاِنْسَانَ . عَلَّمَهُ الْبَيَانَ تو کبھی فرماتے ہیں اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ . الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ . عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور دوسرے نمبر پر یہ صفت اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں "حضرات انبیاء کرام" کو دی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کی رہنمائی اور ان کو راہ راست پر لانے کیلئے معلم بنا کر مبعوث فرمایا اور خصوصاً ہمارے پیارے نبی فخر دو عالم رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس عظیم صفت سے نوازا فخر دو عالم ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے:

انّما بعثت معلمالأتمم مکارم الاخلاق (الحدیث)

"مجھے معلم اور استاد بنا کر بھیجا گیا اور اس لئے بھیجا گیا کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کرسکوں"

معلم اور استاد بننا بہت بڑی سعادت ہے اور اس سلسلے کو جاری رکھنا صدقہ سے بھی افضل ہے ابن ماجہ شریف میں حضرت ابوہریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

افضل الصدقة أن تعلّم المرء المسلم علماً ثمّ یعلّمه اخاه المسلم (ابن ماجه: ح ٤٥)

"بہترین صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان شخص علم دین حاصل کرے اور پھر اپنے مسلمان بھائی کو اس کی تعلیم دے"

اور جو شخص درس و تدریس کیساتھ وابستہ ہوتا ہے اس کو ۷۰ صدیقین کے برابر ثواب ملتا
ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

من تعلّم باباً من العلم ليعلّم الناس أعطى ثواب سبعين
صديقاً (الترغيب والترهيب :۱/۷۷)

"جس نے علم کا ایک باب اس نیت سے سیکھا کہ وہ اسے لوگوں کو سکھائے گا
تو اس کو ۷۰ صدیقین کا ثواب ملے گا"

مدرسین کے اوصاف اور ذمہ داریاں

علم اللہ جل جلالہ کی صفات میں ایک اہم اور مہتم بالشان صفت ہے اسی صفت
علم کے بدولت رب کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت ارضی سے نوازا علم کی
اہمیت کے پیش نظر تعلیم و تدریس کا عمل بھی اپنی افادیت کے اعتبار سے دینی و معاشرتی
عمل ہے مدرسین و معلمین اس کائنات میں بڑے اور اللہ تعالی کے محبوب لوگ ہیں اور یہ
مسلم حقیقت ہے کہ بڑے لوگوں کی بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں مدرسین اور معلمین
معاشرے کے اہم ستون اور وہ بنیادی محور و مرکز ہیں جس کے گرد تمام تعلیمی سرگرمیاں
گردش کرتی ہیں اسلئے معلم کے بغیر تعلیمی سرگرمیوں کا تصور بھی ممکن نہیں چنانچہ ماہرین
تعلیم کا کہنا ہے کہ خوشحال معاشرہ کی تشکیل بغیر معلم (استاد) کے ممکن نہیں اسلئے کہ معلم
انسان کو حیوانی درجے سے بلند کر کے زمین پر اللہ تعالیٰ کے نائب کے منصب پر فائز
کرنے میں مددگار ہوتا ہے انسان کی انفرادی اور اجتماعی تربیت کرتا ہے بچوں اور بڑوں
سب کو راہ راست پر چلنے اور اپنے رب کے مطیع اور فرمانبردار بنانے کی کوشش کرتا ہے
لہٰذا دنیا کے وجود میں آنے کے بعد ہر دور کے ماہرین نے تدریسی عمل کو اپنے اپنے
انداز و نظریات کے فریم ورک میں مفید سے مفید تر بنانے کے مساعی کئے تا کہ ان پر عمل

پیرا ہونے سے خوب سے خوب تر نتائج و مقاصد حاصل کئے جا سکیں تہذیبی اور صلیبی
کشمکش سے بھرپور اس پرفتن دور میں غیر مسلم قوتیں تعلیم و تدریس کے میدان میں بھی
مسلمانوں پر اپنے افکار، طرز تعلیم مسلط کرنے کے درپے ہیں بدقسمتی سے جن طرق ہائے
تدریس کو اغیار اپنا کر لفظ بہ لفظ اس پر عمل کر رہے ہیں وہ مسلم دنیا ہی کے مایہ ناز محققین،
مفکرین مثلاً امام غزالیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
جیسے سپوتوں کے وضع کردہ ہیں یہی صورتحال زندگی کے تمام شعبوں میں ہے کہ اسلام کے
کئی اعلیٰ و ارفع روایات و نظریات اور خوبیوں کو غیروں نے اپنا کر بددیانتی کا ثبوت دیتے
ہوئے ان کو اپنے اپنے راہنماؤں کی طرف منسوب کر دیا جبکہ اکثر اسلوب و طریقے
ہمارے مذہب ہی کے طرۂ امتیاز ہیں امام غزالیؒ کی علمی کاوشوں کا زمانوں سے آپ
آگاہ ہیں، اپنے طریقہ تدریس کیلئے جو اصول وضع کئے اگر ان پر ہم عمل کریں تو بہترین
انمول موتی نئی نسل میں ہمیں میسر آ سکتیں ہیں ان کے اصول تدریس کے چند اہم اور
ضروری امور کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں۔

خیر خواہی کا جذبہ

ایک کامیاب مدرس اور معلم کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر خیر خواہی کا جذبہ
پیدا کرے رسول اللہ ﷺ سے حضرت تمیم داریؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ الدين النصيحة
لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم (ابوداؤد: ح ٤٩٤٤) یعنی دین اسلام
خیر خواہی ہے ہم نے دریافت کیا اے! اللہ کے رسول ﷺ کن کے لئے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا اللہ کے لئے اس کی کتاب کیلئے اس کے رسول کے لئے اور ائمہ مسلمین کے لئے اور
عام مسلمانوں کے لئے۔

لله کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے احکام کو مانا جائے اس کو وحدہ لا

شریک تسلیم کیا جائے اس کے ساتھ ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

لکتابہ کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی بھیجی ہوئی کتاب پر عمل کیا جائے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام مانا جائے اس کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا جائے اپنے خاندانی، معاشرتی، ملکی اور علاقائی مسائل اور تنازعات اللہ تعالیٰ کی اس نازل کردہ کتاب کے مطابق حل کئے جائیں یعنی اپنا پورا نظام اس عظیم الشان کتاب کے زرین اصول اور قانون کے مطابق چلایا جائے۔

ولرسولہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ محسن کائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری سنتوں کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بنا کر اس کے مطابق اپنی ۲۴ گھنٹہ زندگی بسر کی جائے۔

ولائمۃ المسلمین کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے مسلمان سربراہ اور حکام کی اطاعت کی جائے اسلامی مملکت کے وضع کردہ قوانین کا احترام کیا جائے تاکہ لاقانونیت سے بچا جائے۔

اسلامی تعلیمات کی پیروی

اگرچہ بعض اہل علم نے ائمۃ المسلمین سے مراد مجتہدین لیا ہے یعنی اسلامی تعلیمات کی پیروی ائمہ مجتہدین کی روشنی اور اتباع میں کی جائے اور اسی کا نام تقلید ہے اس لئے کہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تقلید کی تعریف اتباع الروایات دلالۃ سے کی ہے اور یہ تعریف سب سے عمدہ اور بہترین تعریف ہے۔

عامتھم کا مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آئیں اور وہ کام کئے جائیں جو تمام مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ہوں اس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔

بچوں کی خیرخواہی اور تعلیم پر توجہ

لہٰذا ایک مدرس کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دینے اور ان کی صحیح تربیت کرنے اور ان کی اصلاح کرنے میں بھی خیرخواہی سے کام لے اس لئے ہر مدرس اور استاد اپنے شاگردوں کی صحیح تربیت کرے ان کی تعلیم اور اصلاح پر پوری توجہ دیں ان کے اسباق کا پورا پورا خیال رکھے۔

بچوں پر رحمت وشفقت کا جذبہ

خیرخواہی کے جذبہ کے ساتھ ساتھ ایک استاد میں رحمت کی صفت بھی ہونی چاہیے کہ اس کے دل میں اپنے شاگردوں کیلئے رحمت اور شفقت کا جذبہ ہو قرآن پاک کی آیت اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ میں اسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے اسلئے استاد کو اپنے طلباء کی بے وقعتی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کی تحقیر کرنا مناسب ہے اور نہ خواہ مخواہ ان پر سختی کرنا درست ہے معلم کا کام اپنے طلباء اور شاگردوں کو نفع پہنچانا ہے اور بے جا سختی، بے پروائی اور بے وقعتی میں نفع ختم ہوجاتا ہے' یا کم ازکم ناقص رہ جاتا ہے اور تشدد سے بچہ میں بری عادتیں پیدا ہوجاتی ہیں حضور ﷺ کے اس ارشاد پر ہمیں عمل کرنا چاہیے کہ اسطرح شفیق ہونا چاہیے جیسے ایک باپ اپنے بیٹے پر اور استاذ اپنے روحانی بیٹوں کے اخلاق وسیرت کے نگہبان اور ان کی اصلاح پر مامور ہوتے ہیں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شاگرد کے سامنے بیان کرنے میں اس کی سمجھ پر کفالت کرتے ہوئے ایسی بات اس سے نہ کہے جس تک اس کی عقل کی رسائی نہ ہو ورنہ وہ اس سے متنفر ہوجائیگا احیاء العلوم (فصل پنجم ص ۷۷) انہی امور کو مغربی مفکرین نے تدریس کی کامیابی کیلئے لازمی شرط قرار دیا ہے امام غزالیؒ اور مسلمان مفکرین اخلاقی تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں، مذہبی تعلیم فرد کو اصولوں اور

احکامات سے شناسا کرتی ہیں جبکہ اخلاقی تعلیم انسان کو معاشرہ کے اندر رہ کر دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا اور اپنے فرائض ادا کرنا سکھاتی ہے اسلام میں مذہبیات اور اخلاقیات دونوں کی بنیاد قرآن ہے، لیکن ان معاشروں میں جہاں مذہب انسان کی اپنی ذات تک محدود ہے اس کا مقصد صرف مرنے کے بعد جنت کا حصول ہے، اخلاقی تعلیم اگر نہ ہو تو انسان کا انسان بننا تو دور کی بات جانوروں سے بھی نیچے گر جاتا ہے جسکی مثالیں روزانہ آپ جرائم کی دنیا میں دیکھتے ہیں۔

پرہیزگار استاد کا انتخاب

تعلیم المتعلم میں علامہ برہان الدین زرنوجیؒ طالب علم کو استاد کے انتخاب کے وقت چند امور کا پابند بناتے ہوئے فرماتے ہیں طالب علم کو ایسے شخص کی شاگردی کرنی چاہیے جو اچھا عالم پرہیزگار اور سن رسیدہ ہو استاد کے تعین کرنے سے پہلے ماہرین سے مشورہ کرنا چاہیے جب انتخاب ہو جائے پھر صبر واستقامت سے اس کے حلقہ تلمذ میں شامل رہے کلاس میں شریکِ سبق کا انتخاب بھی سوچ سمجھ سے کرے، سبق کا ساتھی ایسا ہو جو محنتی، پرہیزگار، سمجھدار ہو، لاابالی، مہمل پن اور آوارہ گردی جیسے مذموم صفات کا حامل نہ ہو۔

شاگردوں کے لئے دعائیں

خیر خواہی یہ بھی ہے کہ اپنے طلباء کے لئے دعائیں بھی کئے جائیں، اس لئے کہ دعا سے طالب علموں کے علوم میں برکت آتی ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی کریم ﷺ کے شاگرد تھے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا:

اللّٰهمّ علّمه الكتاب (بخاری: ح ۷۲۷۰)

''اے اللہ! اس کو قرآن کا علم عطا فرمادے''

طلباء کی حوصلہ افزائی اور دل جوئی

اسی طرح ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ طالب علموں کے اچھے اسباق اور اچھے اخلاق پر دل جوئی کرے اس سے طالب علم کے شوق اور جذبہ میں اضافہ ہوتا ہے صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خواب میں مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا پھر بچا ہوا دودھ عمرؓ کو دے دیا لوگوں نے عرض کیا حضور ﷺ اس کی تعبیر کیا ہوئی؟ فرمایا دودھ سے مراد علم ہے (صحیح بخاری) اس روایت میں حضور اقدس ﷺ کا بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو دینا اس کی دل جوئی کی واضح دلیل ہے۔

استاد طلباء کو ناغہ نہ کرنے دے

اسی طرح ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ طلباء کو اسباق میں ناغہ نہ کرنے دے اور اگر کسی مجبوری کے تحت ان سے ناغہ ہو بھی جائے تو پھر دوسرے اوقات میں اس کی تلافی کا انتظام کرے اور جتنی ان میں صلاحیت اور استعداد ہے اس کے اعتبار سے اسباق کی مقدار مقرر کرنی چاہیے صحیح بخاری شریف میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں

حدّثوا الناس بما يعرفون أتحبون أن يكذّب الله ورسوله (بخاری: ح ۱۲۷)

''لوگوں سے ایسی بات کرو جو وہ سمجھیں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے''

ان کے فہم اور استعداد کے مطابق عبارات کی تشریح کریں اور اسلاف کا طریقہ تدریس ہمارے سامنے ہونا چاہیے امام شافعیؒ کے شاگرد ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ مجھے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں تجھے علم گھول کر پلا سکتا تو ضرور پلا دیتا۔

سبق یاد کرانے کی کوشش

اور جب تک ان کو گزشتہ سبق یاد نہ ہو تو محض آگے دوڑ اور پیچھے چھوڑ پر عمل نہ کیا جائے بلکہ ان کو سبق یاد کرانے کی کوشش کی جائے اور جو سبق آج پڑھایا تو دوسرے دن وہ سبق ان سے سنا جائے یا گزشتہ سبق کے متعلق چند سوالات کی صورت میں جوابات طلباء سے پوچھے جائیں۔

حفظ اسباق کے بعد سوالات

ہفتہ میں ایک دن ضرور مقرر کیا جائے جس میں طلباء سے ہفتہ بھر کے گزشتہ اسباق کے متعلق سوالات کئے جائیں تا کہ ان کو اسباق یاد رہیں۔

طلباء کو پیار ومحبت کے لہجے میں سمجھانا

اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے شاگردوں کو پیار اور محبت سے سمجھائیں لیکن اگر حسب موقع مثلاً اگر کسی طالب علم سے کوئی نامناسب امر سرزد ہوا تو اس کو مناسب سزا دی جائے جس میں اس کی تربیت اور اصلاح کا زیادہ فائدہ ہو غیر مناسب سزا سے نہ صرف شاگرد کی تربیت وتعلیم متاثر ہوتی ہے بلکہ اس کی شخصیت کے متاثر ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے بعض اوقات آپ حضرات نے محسوس کیا ہوگا کہ بدترین سزائیں دینے کی صورت میں بعض متعلمین مستقل طور پر ناکارہ بن کر ان کے جسمانی، ذہنی، جذباتی قوتیں معطل ہوکر رہ جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ جدید دور کے ماہرین تعلیم ونفسیات علامہ ابن عبدالبرؒ اور امام غزالیؒ کے اصولوں پر چل کر سزا کی مخالفت کرتے ہیں آج جدید دور کے اصلاحی تصورات پر عمل کرتے ہوئے اکثر ترقی یافتہ ممالک کے تعلیمی اداروں میں سزا پر قانونی پابندی لگوادی گئی ہے، امام غزالیؒ نے بداخلاقی، بے راہ روی، کجی کی عادتوں سے

منع کرنے کے لئے سزا تجویز کی ہے لیکن یہ تب جب ترغیب کے سارے راستے نتیجہ خیز ثابت نہ ہوں۔

خندہ پیشانی وسعت ظرفی کا مظاہرہ

اگر کوئی طالب علم سبق سمجھنے کے لئے کوئی سوال کرے تو اس پر استاد کو ناراض نہیں ہونا چاہیئے بلکہ خندہ پیشانی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دے تا کہ طالب علم اپنا سبق سمجھ سکے، تدریس میں شاگرد کے سوالات کو بڑی اہمیت حاصل ہے تعلیم کا بنیادی مقصد شاگرد کی ذہنی نشوونما کرنا ہے اور اس کا موثر ذریعہ سوالات ہیں طلباء میں اس کے ذریعے مزید معلومات کی خواہش پیدا ہوتی ہے، اس سے طلباء واستاد کا اشتراک کار پیدا ہوتا ہے طلباء کے تعلیمی مشاکل کو حل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے یہاں یہ یاد رہے کہ سوالات اگر اساتذہ کی طرف سے ہوں یا تلامذہ کی جانب، ان سے غور وفکر وتجسس کا مادہ طلباء میں بڑھ جاتا ہے۔

خندہ پیشانی کا فضیلت

صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جب جناب نبی کریم ﷺ ایسی بات فرماتے جوان کو معلوم نہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ سے اس کے متعلق برابر پوچھتیں اور سوال کرتی تھیں اور آنحضرت ﷺ ام المؤمنین کو جواب دیتے یہاں تک کہ آپؓ وہ بات سمجھ جاتیں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حساب میں گرفتار ہوا وہ عذاب میں مبتلا ہوا تو ام المؤمنین حضرت صدیقہؓ نے عرض کیا اے! اللہ کے رسول ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا یُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيرًا کہ حساب آسان کیا جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں پیشی مراد ہے ورنہ جس سے

حساب میں مناقشہ کیا گیا تو وہ ہلاک ہوگیا یہ روایت ہمیں صاف اور واضح تعلیم دیتی ہے
کہ اگر استاد کی تقریر میں کوئی بات ایسی ہو جو طالب علم کی سمجھ میں نہ آئے یا تقریر میں
کوئی شبہ ہو تو طالب علم کا یہ حق ہے کہ وہ اس نکتہ کے بارے میں استاد سے سوال کرے
اور استاد خندہ پیشانی اور پیار و محبت سے اسکا جواب دے ہمیں وہی انداز جس کا مظاہرہ
سرکار دو عالم ﷺ نے بحیثیت کامل اور عظیم معلم کے فرمایا جیسے ایک مرتبہ ایک صحابی نے
مسجد آتے ہوئے دور سے دیکھا کہ جماعت ہورہی ہے اور جماعت کے شرکاء رکوع میں
مصروف ہیں تو جس جگہ پہنچا اسی جگہ نیت کر کے رکوع میں شامل ہوا پھر آہستہ آہستہ چل
کر رکوع میں شامل ہوا نماز کے اختتام پر اس نے حضور ﷺ سے ذکر فرمایا تو آپ ﷺ
ٹوکنے اور ڈانٹنے کی بجائے پہلے صحابی کی حوصلہ افزائی فرمائی اور پھر فرمایا زادك الله
حرصا ”اللہ تیری نماز و جماعت کے ذوق وشوق کو مزید بڑھائے“ پھر فرمایا لاتعد اس ایک
ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ طالب علم کی غلطی پر بھی اس کے اسی پورے عمل میں جو جائز
پہلو حوصلہ افزائی اور تعریف کا ہو اسے تلاش کر کے اس کی حوصلہ افزائی کی جائے پھر
استاد کی طرف سے جو بات بطور نصیحت و اصلاح ہو وہ اس کے دل میں جاگزیں ہو کر
آئندہ محتاط رہے گا (ہمارا معاملہ شاگرد کیساتھ اسکے برعکس ہوتا ہے) جیسے کہ پہلے بھی اشارہ
کر چکا ہوں کہ تعلیم دینے والے استاد کی حیثیت بھی ایک مشفق باپ اور مربی کی طرح
ہے اس پر لازم ہے کہ شاگردوں کے اخلاق حسنہ اور تربیت کی طرف خصوصی توجہ دے یہ
تب ہوگا کہ استاد خود ان اوصاف حمیدہ کا حامل ہو ورنہ پھر ہم بھی لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا
تَفْعَلُوْنَ اور اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ مصداق بن کر ہماری نصیحت
بے اثر رہے گی سید الانبیاء ﷺ کے اخلاق کے بارہ میں سوال کرنے پر حضرت عائشہؓ کا
فرمانا کا ن خلقه القرآن یعنی قرآن میں نازل کردہ اخلاق حسنہ کے حضور ﷺ روئے

زمین پر چلنے والے مجسم قرآن تھے پھر نتیجہ آپ کے سامنے ظاہر ہے عرب کے اس وقت
کے بدوٗ جاہل آسمان رشد وہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن گئے۔

استاد شاگرد کے سوالات پر ناراض نہ ہو

ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ طالب علم کے کسی اشکال پر ناراض نہیں
ہونا چاہیے ہاں اگر کوئی فضول سا سوال ہو تو اس پر ناراض ہونا بھی جائز ہے۔

تعلیم کی یکسانیت اور تطابق

اسی طرح ایک کامیاب مدرس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اول تا آخر تعلیم میں
تطابق (یکسانیت) پیدا کرے اور کتاب کو اس طرح پڑھائے کہ کتاب میں کوئی بھی اہم
بحث رہ نہ جائے یہ بہت ہی غلط طریقہ ہے کہ ابتداء میں ماہ، دو ماہ بڑی بڑی تقریریں
ہوں اور بعد میں صرف عبارت پر اکتفاء ہو کتاب کے پڑھانے کیلئے عمدہ اور دل نشین
طریقہ اختیار کریں اور کتاب کے حل کرنے میں قطعاً تسامح سے کام نہ لیا جائے اور حل
کتاب میں فن کی مہمات کی طرف طلباء کی توجہ دلائیں۔

طلبہ میں علمی ذوق اور مطالعہ وتکرار اجاگر کرنا

اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ طلباء میں علمی ذوق پیدا کریں انکو مطالعہ تکرار کی
طرف توجہ دلائیں اور ان پر مطالعہ کی اہمیت اجاگر کرنے کیساتھ ساتھ انکو انہماک کیساتھ
مطالعہ کرنے کی تلقین کریں محمد بن سماعہؒ امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے خاص شاگرد ہیں، وہ
فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ کے مطالعہ میں انہماک کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کو سلام
کرتا تو انہماک کی وجہ سے جواب میں اسکو دعا کرنے لگتے امام محمدؒ کے نواسے فرماتے
ہیں کہ امام محمدؒ کی وفات کے بعد میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ نانا جی جب گھر

میں رہتے تو کیا کرتے تھے؟ توانہوں نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کوٹھری میں قیام فرماتے تھے اور اردگرد کتابوں کا انبار لگا رہتا تھا میں نے مطالعہ کے وقت انکو بولتے ہوئے نہیں دیکھا رات کا اکثر حصہ مطالعہ میں گزارتے تھے کسی نے ان کی کم خوابی کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کیف انام قد نامت عیون المسلمین توکلاً علینا یقولون اذا وقع لنا امرا رفعنا الیه فیکشفه لنا فاذا نمت ففیه تضییع الدین۔

امام محمدؒ کا یہ مقولہ ہر استاد کو یاد رکھنا چاہیے اسلئے کہ طلباء ہمارے پاس امانت ہیں لوگوں نے انہیں ہمارے مدارس میں داخل کیا ہے اس لئے ہمیں ان کی بہت اچھی تربیت کرنی چاہیے۔

ان کے لئے ان کی استعداد کے مطابق کتابوں کا انتخاب کیا جائے اور پھر وقتاً فوقتاً ان سے ان کتابوں کے حوالہ سے پوچھا جائے ذوق مطالعہ کیلئے اپنے اکابرین کے سوانح کے انتخاب سے طلباء میں علمی ذوق بڑھے گا۔

طلبہ میں استعداد پیدا کرنے کے اہم امور

طلباء میں استعداد پیدا کرنے کیلئے ان سے چند باتوں کا التزام کرایا جائے تو طالب علم کو سبق یاد ہو یا نہ ہو استعداد ضرور پیدا ہوگی۔

☆ طالب علم سے آئندہ پڑھنے والے سبق کا مطالعہ کرایا جائے۔

☆ اسکے سامنے یہ بات رکھی جائے کہ وہ حاضر دماغ ہو کر استاد کے درس کو سُنے۔

☆ سبق پڑھنے کے بعد اس سبق کو ایک مرتبہ زبان سے دوبارہ پڑھنے کی عادت طالبعلم میں ڈالنے کی کوشش کی جائے۔

سبق پڑھانے کی تیاری

مدرس کی ذمہ داری ہے کہ وہ کلاس میں جانے سے پہلے سبق کی تیاری کرے

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر تیاری کے معلم (مدرس) اپنے طلباء کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا علامہ کے اصول پر آج مغربی دنیا میں ماہرین تعلیم سو فیصد عمل کرتے ہیں اور تمام تربیتی اداروں میں ان اصولوں پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کی جاتی ہے۔

تعلیم دینے میں بے غرضی اور بے لوثی

ایک مدرس میں یہ صفت انتہائی ضروری ہے کہ وہ بے غرض انسان ہو، تعلیم دینے میں اسکے مدنظر صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی ہو، دل میں شہرت، دولت وغیرہ کی خواہش نہ ہو اور خوب دلجمعی کیساتھ طلباء کو تعلیم دے، طلبا کو ٹرخانے کی کوشش نہ کرے۔

غلطی کا فوراً ازالہ

استاد میں یہ خوبی بھی ضروری ہے کہ اگر درس میں کوئی غلطی ہو جائے تو فوراً اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرے اور اپنی غلط بات سے رجوع کرے، اس طرح کرنے سے طلباء کو اپنے استاذ پر اعتماد رہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے استاد سے جو کچھ سنتا ہوں صحیح اور درست سنتا ہوں اور اگر اپنی غلط بات سے باوجود مطلع ہونے کے رجوع نہ کیا گیا تو ایک تو گناہ کا ارتکاب ہوگا اور دوسرا جب طالب علم کو استاد کی غلطی کا پتہ چل جائے گا تو اس کے دل میں استاد کے خلاف نفرت پیدا ہوگی تیسرا چونکہ استاد کا اپنے شاگرد پر اثر ہوتا ہے تو اس ہٹ دھرمی کا اثر اس کے شاگرد پر ہوگا اور استاد و منّ سن فی الإسلام سنة سیئة فعمل بها بده فعلیه وزرها ووزر من عمل بها من غیر ان ینقص من اوزارهم شیئاً (مسلم : ح ۱۰۱۷) کا مصداق ہوگا چہارم اس طرح کرنے سے شاگردوں کی بھی حق تلفی ہوگی۔لہٰذا جب کوئی استاد ان ذمہ داریوں کے ساتھ طلبا کو سبق پڑھائے گا تو اس کے شاگرد مایہ ناز طالبعلم ہوں گے اور ان میں یقینی طور پر استعداد پیدا ہوگی۔

(الحق اپریل ۲۰۰۸ء)

عالم میں قیام امن کے چھ بنیادی اصول

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِيۡتَآىِٕ ذِى الۡقُرۡبٰى وَ يَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡكَرِ وَ الۡبَغۡىِ يَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ (النحل:۹۰)

”اللہ تعالیٰ عدل اوراحسان اورقرابت داروں کودینے کاحکم دیتا ہے اور برائی و بے حیائی اورظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے‘ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم سبق حاصل کرلو“

وعن عبداللّٰہ بن عمر رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمه وصلها (بخاری: ح ۵۹۹۱)

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ سردار دو عالم ﷺ نے ارشادفرمایا وہ شخص صلہ رحمی کرنے والانہیں جو برابری کا معاملہ کرے یعنی دوسرے کا اچھا

سلوک کرنے پراس سے اچھا برتاؤ کرے بلکہ صلہ رحمی کرنے والاتو وہ ہے جودوسرے کے قطع رحمی کرنے پر بھی (اس کے ساتھ) صلہ رحمی کرے“

قرآن کی جامعیت

محترم حاضرین! میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی مختصر مگر جامع آیت کریمہ تلاوت کی‘ ویسے تو قرآن ایسا عظیم اور معجز کلام ربانی ہے کہ اس کے ہر لفظ‘ آیت کے مفہوم و معانی اتنے عمیق اور گہرے ہیں کہ ایک ایک آیت میں معرفت وحکمت کے اتنے خزائن موجود ہیں کہ ان سب کا احاطہ کرنا یا شمار کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں، قیامت تک عاشقان قرآن‘ محققین ومفسرین اپنے اپنے علم کے مطابق بادشاہوں کے بادشاہ کے اس عالمگیر خزانہ میں عرقریزی اور جانفشانی سے تتبع واستقرا اور تحقیق کے سلسلے جاری رکھیں گے، مگر پھر بھی اس کی تہہ میں جو رموز واسرار موجود ہیں‘ اُن تک کما حقہ رسائی اور حق ادا نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کتاب میں تا قیامت پیش آنے والے معاملات کا حل موجود ہے۔

قرآن کی ایک جامع ترین آیت

اس کے باوجود مفسرین کرام کا فرمانا ہے کہ جو آیت میں نے خطبہ کے ابتداء میں تلاوت کی یہ قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے جیسے ہمارے ہاں ضرب المثل ہے ”سمندر کو کوزے میں بند کرنا“ اس میں تمام اسلامی تعلیمات کو جمع کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے جمعہ وعیدین کے خطبات میں یہ آیت تلاوت کی جاتی ہے گویا یہ آیت دین کا خلاصہ ہے امام قرطبیؒ نے اس آیت کی جامعیت کو بیان کرتے ہوئے عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے :

هذه أجمع آية فی القرآن لخیر یمتثل ولشر یجتنب (قرطبی)

''یہ قرآن مجید کی ایک ایسی جامع آیت ہے جس میں ہر اس خیرونیکی کا ذکر ہے جس کے کرنے کا اللہ۔ نے حکم دیا ہے اور ہر وہ شر اور برائی مذکور ہے جس سے مالک کائنات نے منع فرمایا ہے''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پورا کا پورا عالم انسانیت کی اصلاح، رہنمائی اورزندگی کو صحیح طریقے سے گزارنے کیلئے نازل فرمایا، جیسے کہ پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ اس کی ہر آیت ہدایت اور حکمت سے بھری ہوئی ہے جس پر عمل کرکے انسان دنیا و آخرت کی کامیابی سے ہمکنار اور فلاح حاصل کرسکتا ہے، اسی لئے ہر خطبہ کے اختتام میں اس آیت کی تلاوت کرنے میں مخاطبین کو یہ یاددہانی کرائی جاتی ہے، کہ اپنی اور معاشرہ کی اصلاح اور کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ اس آیت میں ذکرکردہ احکامات پر عمل کیا جائے۔

امن وسلامتی کے ضامن چھ امور

کلام مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ اس آیت کے ضمن میں چھ اہم امور کا ذکر فرمارہا ہے جس میں تین باتیں وہ ذکر فرمائیں جن پر عمل کرنا لازمی ہے اور تین امور ایسے مذکور ہیں جن سے محفوظ رہنا یعنی بچنا ضروری ہے اگر ان چھ ارشادات پر آج مکمل طور پر عمل کیا جائے تو آج کی دنیا جو ہماری لاپرواہی اور بداعمالیوں کیوجہ سے جہنم کا منظر پیش کررہی ہے، امن وسلامتی کا گہوارہ بن جاتی تمام مصائب، مشکلات ختم ہوتے، دنیا بھی جنت کے امن وسکون اور سلامتی کی ایک چھوٹی سی جھلک میں تبدیل ہوسکتی تھی۔

عدل

معزز سامعین! سب سے پہلی بات جو اس آیت کریمہ میں ذکر ہے، وہ عدل ہے جو عام طور پر برابری اور انصاف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اس کا مفہوم جو

مفسرین کرام نے ذکر کیا ہے، وسیع ہے اصل معنی تو برابری ہے مگر اس لفظ کو استعمال کرنے والے کی نیت کے مطابق اس کا مفہوم بھی بدل جاتا ہے، جیسے ایک معنی ومفہوم یہ کہ انسان اپنے نفس اور اپنے رب کے درمیان عدل کرے یعنی اللہ کے حقوق کو اپنے نفس پر مقدم کرکے اللہ کی رضا کو تمام خواہشات پر ترجیح دے دوسرا معنی یہ کہ آدمی اپنے نفس کے ساتھ عدل کا معاملہ کرے یعنی اپنے نفس کو ایسے تمام اعمال سے بچائے، جس میں اس کی جسمانی یا روحانی ہلاکت ہو، تیسرا معنی عدل اپنے آپ اور تمام مخلوقات کے درمیان ہے، یعنی بندہ تمام مخلوق سے خیر اور ہمدردی کا معاملہ کرے کسی بھی معاملہ میں کسی سے بھی خیانت نہ کرے بلکہ اپنے دینی بھائی کیلئے بھی وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے چاہے، جو اپنے لئے ضرر کا باعث سمجھے اپنے بھائی کے لئے بھی وہ مضر سمجھے حضور ﷺ کے اس ارشاد کا اپنے آپ کو نمونہ بنائے۔

وعن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفس بیدہ لایؤمن عبد حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه (بخاری:)

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے اختیار میں میرا نفس ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے وہی چیز نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے''

یعنی کسی بھی مخلوق کو قول یا فعل سے ضرر نہ پہنچائے خلاصہ یہ کہ عدل میں عقیدہ کا اعتدال، اخلاق کا اعتدال اور عمل کا اعتدال، اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنا خالق، مالک، رازق، نفع نقصان پہنچانے والا اور معبود مانے اللہ کی ذات وصفات میں کسی بھی دوسرے شخص یا چیز کو شریک نہیں ٹھہرائے اگر اس عقیدہ پر پختہ قائم نہ ہو تو یہ شخص عدل پر قائم نہیں بلکہ اسے عادل کی بجائے ظالم

کے نام سے پکارا جائے گا ارشاد باری ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ''یعنی شرک سب سے عظیم ظلم ہے''

احسان

اس آیت میں دوسرا حکم ''احسان کا دیا گیا احسان کا معنی ''اچھا کرنے کے ہیں'' اس کی دو قسمیں ہیں' ایک یہ کہ فرد اپنے اخلاق' افعال اور عادات کو اپنی ذات میں اچھا اور مکمل کرے دوم یہ کہ دوسرے کے ساتھ اچھا معاملہ کرے، مفسرین حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں احسان کا لفظ عام مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، کسی کام کو اپنی ذات میں اچھا کرنا اور عبادات، اعمال اخلاق اور معاملات کو اچھے طریقے سے نبھانا حدیث جبرائیل میں احسان بمعنیٰ ''عبادت کو عمدہ طریقے سے ادا کرنا'' استعمال ہوا۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے ان تعبدالله كأ نك تراه یعنی اللہ کی عبادت اس طرح (خشوع خضوع) کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو' اگر بالفعل اس طرح استحضار کا یہ درجہ حاصل نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا یقین تو ہر عبادت گزار کو ہونا چاہیے کہ رب العالمین اس کے عمل کو دیکھ رہے ہیں الغرض لفظ احسان کے اندر عبادات کا احسان' تمام اعمال' اخلاق اور عادات کا احسان سب شامل ہیں، نیز تمام مخلوقات کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بھی داخل ہے خواہ وہ انسان ہو یا حیوان، مسلم ہو یا کافر، امام الانبیاء ﷺ کا فرمان ہے:

وعن انس رضی الله عنه وعبدالله ؓ قالا قال رسول الله ا الخلق عیال الله فاحَبُّ الخلق الی الله من أحسن إلی عَيَالِهِ (رواه البیهقی)

''حضرت انس ؓ اور حضرت عبداللہ ؓ دونوں آنحضرت ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ نے فرمایا (تمام) مخلوق اللہ کا کنبہ ہے لہٰذا خدا کے نزدیک مخلوق میں بہترین وہ شخص ہے جو خدا کے کنبے کے ساتھ احسان وحسن سلوک کرے''

عیال سے مراد متعلقین ہیں اور اس کا اطلاق ان افراد پر ہوتا ہے جن کی پرورش، کھانا، پینا اور اس کے تمام ضروریات زندگی اس کے ذمہ ہوں، اس صورت میں عیال کی نسبت اللہ کے سوا ماں، باپ یا اعزہ واقارب کی طرف مجازی ہے، اللہ کی طرف نسبت حقیقی ہے کیونکہ رزاق مطلق تو اللہ کی ذات ہے، اسی حقیقی رازق و مالک کا ارشاد ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا (هود: ٦)

''ہر زمین پر چلنے والے کا رزق اللہ کے ذمہ ہے''

زمین پر چلنے والا خواہ انسان ہو، حیوان ہو، حشرات الارض ہو، یا سمندر و دریا میں بسنے والی مخلوقات ہوں' ان میں کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو بقول امام قرطبیؒ جس شخص کے گھر میں اس کی بلی کو خوراک اور ضروریات نہ ملیں اور جس کے پنجرے میں بند پرندوں کی پوری خبر گیری نہ ہوتی ہو' وہ جتنی عبادت کرے اس کا شمار محسنین میں نہیں ہوگا آنحضرت ﷺ نے تو جانور کو ذبح بھی احسن طریقے سے کرنے کا حکم دیا ارشاد ہے:

وعن شداد بن اوس ؓ عن رسول الله ﷺ قال ان الله تبارك وتعالیٰ کتب الاحسان علی کل شئی فاذا قتلتم فأحسنوا القتلة واذا ذبحتم فأحسنوالذبح وليحد احدکم شفرته فلیرح ذبیحة (مسلم: ١٩٥٥)

''حضرت شداد ابن اوس رسول کریم ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنے کو لازم کیا ہے' لہٰذا (جب کسی شخص کو قصاص یا حد کی سزا میں) قتل کرو تو اس کو نرمی و خوبی سے قتل

کرو(یعنی اس کو بے جا تکلیف نہ دو آلہ قتل کو تیز کردو اور اسے مارنے میں جلدی کرو) اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو خوبی اور نرمی سے ذبح کرو‘‘

خوبی اور نرمی کا مطلب ذبح کرنے والا آلہ ایسا استعمال کرو تاکہ فوراً ذبح ہوکر مزید اذیت سے بچ جائے۔

رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی

تیسرا حکم اس مذکورہ آیت میں جو دیا گیا وہ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی کا ہے مطلب یہ کہ رشتہ دار کو اس کا حق دینا، اس میں رشتہ دار اگر مالی حیثیت سے کمزور ہے، اسکا مالی امداد کرنا بھی شامل ہے، جسمانی ضرورت بھی، مثلاً بیمار پرسی اور خبر گیری اور زبانی تسلی و ہمدردی کا اظہار بھی اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی کے زمرہ میں آتا ہے۔

اس سلسلہ میں رہبر و راہنما ﷺ کے فرمودات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں :

وعن انسؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ من احب ان یبسط له فی رزقه وینساله فی اثرہ فلیصل رحمه (بخاری: ح ۵۹۸۵)

’’حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی آجائے اور اس کی عمر دراز ہوجائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے‘‘

اسی طرح خطبہ کے ابتداء میں آیت کے بعد جو حدیث میں نے ذکر کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرابت داری اور صلہ رحمی کا کامل اظہار تب ہے جبکہ اس کی بنیاد ایک دوسرے کا بدلہ چکانے پر نہ ہو بلکہ قرابت دار اور پڑوسی کے ساتھ جو کچھ تعاون کرنا ہو وہ حق شناسی اور حق کی ادئیگی کے احساس پر ہو اس نیت پر کسی کے ساتھ امداد کرنا کہ کل وہ بھی میرا بدلہ چکائے گا کوئی نیکی اور رشتہ داری کا حق ادا کرنا نہیں بدقسمتی سے آج کے

مسلمانوں کا معاملہ بھی اسی قسم کا ہے کہ اگر میرے ساتھ رشتہ دار، رشتہ داری کا معاملہ کرے گا تو میں بھی کروں گا اور اگر وہ مجھ سے رخ موڑ دے تو میں بھی اسی طرح معاملہ کروں گا ادلے بدلے کی بنیاد پر اپنے رشتہ دار یا غیر سے ناتے داری کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی احسان وسلوک وہ ہے جو خالص اللّٰہ کی رضا کے لئے ہو، کیا ہی خوب بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ’’جواں مرد وہی شخص ہے جو اپنا حق کسی سے طلب نہ کرے اور خود دوسروں کا حق ادا کرے‘‘ نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ ذی القربی کی سب سے بہتر خبر گیری یہ بھی ہے کہ اگر وہ دینی لحاظ سے گمراہی کے راستوں کو اختیار کئے ہوئے ہوں، تو ان کا عقیدہ درست کرنے میں اور ان کو شریعت کے راہ پر چلانے کے لئے صراط مستقیم کی دعوت دینا۔

منکرات اور فواحش سے روکنا

محترم حاضرین! اب اس آیت میں جن تین کاموں سے منع ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ حرام ہیں ان میں پہلا حکم وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ ہے فحشاء سے مراد وہ گناہ ہیں جس کے فحشاء ہونے کے لئے کسی لغت میں اس کا مفہوم تلاش کرنے کی ضرورت نہ ہو، بلکہ وہ ایسی کھلی اور ظاہر برائی ہو جس کو ہر عقلمند برائی سمجھے اور منکر وہ جس کی برائی ہونے پر امت کا اتفاق ہو اس کی حرمت پر کسی کو شک وشبہ نہ ہو، بغی کا مفہوم حد سے تجاوز کرنے کے ہیں، یہی حد سے تجاوز بڑھ کر ظلم وعدوان کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

نبی ﷺ کا مثالی عدل وانصاف

عن عائشةؓ أن قریشا أهمهم شان المرأة المخزومية التی سرقت فی عهد النبی ﷺ فی غزوة الفتح فقالوا من یکلم

فیها رسول الله ﷺ فقالوا: ومن یجترئ علیه الا اسامة بن زید حب رسول الله ﷺ فأتی بها رسول الله ﷺ فکلمه اسامة بن زید فتلون وجه رسول الله ﷺ فقال (أتشفع فی حد من حدود الله؟) فقال له أسامة استغفرلی یا رسول الله! فلما کان العشی قام رسول الله ﷺ فأختطب فأثنی علی الله بما هو أهله ثم قال فإنما اهلك الذین من قبلکم أنهم کانوا إذا سرق فیهم الشریف ترکوه وإذا سرق فیهم الضغیف أقاموا علیه الحد وإنی والذی نفسی بیده! لو أن فاطمه بنت محمد سرقت لقطعت یدها(بخاری: ح ۳٤۷۵)

''ام المومنین حضرت عائشہؓ سے راویت ہے کہ (ایک دفعہ) قریشی صحابہؓ بنی مخزوم قبیلہ سے تعلق رکھنے والی عورت کے بارہ میں بہت متفکر تھے، جس نے چوری کی تھی، حضور ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا، قریشی صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس عورت کے مقدمہ میں کون شخص آنحضرت ﷺ سے گفتگو یعنی سفارش کرسکتا ہے؟ فیصلہ صحابہؓ نے یہ کیا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے حضور ﷺ کو بہت محبت ہے، اسلئے اسامہؓ کے علاوہ اورکوئی آنحضرت ﷺ سے سفارش کی جرات نہیں کرسکتا، حضرت اسامہؓ صحابہؓ کی بات مان کر حضور ﷺ کی خدمت میں اس عورت کے بارہ میں سفارش کی، عدل وانصاف کے علمبردار آنحضرت ﷺ نے اسامہؓ کی بات سن کر فرمایا کہ تم اللہ کی حدود میں ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو اور پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی، حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کو اسی چیز نے ہلاک کردیا کہ ان میں سے اگر شریف آدمی یعنی دنیوی

عزت یا مالدار وصاحب اقتدار اور طاقتور چوری کرتا تو وہ اسے سزا دیئے بغیر چھوڑ دیتے اور اگر ان میں سے کوئی کمزور وغریب فرد چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے (فرمایا) قسم ہے اللہ کی اگر فاطمہؓ جو میری بیٹی ہے چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں''

مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس مخزومی عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے کر اپنا پہلا والا حکم برقرار رکھا' ایک اور جگہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو سزا شریعت میں مقرر ہو اس میں سفارش کرنے والا خدا کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہے، عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا' جس شخص کی سفارش اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے درمیان حائل ہو کر رکاوٹ بنے، گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے ضد کی اور اس کے حکم کی مخالفت کی کیونکہ اللہ کا حکم سزا دینے کا ہے اور یہ شخص اللہ کے حکم اور مجرم کو سزا دینے میں حائل ہوجاتا ہے ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق حاکموں اور ارباب اقتدار کا فریضہ ہے کہ وہ مظلوم کا حق ظالم سے لے کر مظلوم کی دادرسی کریں۔

عادل حکمران خدا کی رحمت کا سایہ

عن ابن عمرؓ أن رسول الله ﷺ قال أن السلطان ظل الله فی الأرض یأوی الیه کل مظلوم من عباده فاذا عدل کان لُه الاجروعلی الرعیة الشکر واذا جار کان علیه ألإصر وعلی الرعیة الصبر (شعب الایمان :ج ٦، ح ۲۵۰۰)

''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا بادشاہ روئے زمین پر اللہ کا سایہ ہے' جس کے سایہ کے نیچے بندوں میں سے مظلوم بندہ پناہ حاصل کرتا ہے لہٰذا جب بادشاہ عدل وانصاف کرتا ہے تو اس کو اجر ملتا ہے اور

رعایا پر لازم ہے کہ اس کا شکر ادا کریں اور جب وہ ظلم اور زیادتی کرتا ہے
تو وہ گناہگار اور رعایا پر صبر لازم ہوتا ہے‘‘

اللہ کا سایہ نہیں بلکہ اس میں یہ تشبیہ ہے کہ جس طرح لوگ سایہ میں بیٹھ کر گرمی کی حرارت سے محفوظ رہتے ہیں‘ اسی طرح عادل بادشاہ کے عدل کی وجہ سے رعایا ظلم و جبر کی گرمی سے راحت حاصل کرتے ہیں ان دو تین احادیث کی روشنی میں آپ کو اندازہ ہوا ہوگا۔

مروجہ عدالتی نظام کی خرابیاں

اسلام جیسے عادلانہ اور انصاف پر مبنی نظام کی مثال نہ ہمارے جیسے پسماندہ ممالک میں ہے‘ اور نہ وہ جو ممالک جو ترقی یافتہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں‘ ان میں ہے شومئ قسمت کہ آج غریب ونادار شخص اور اسکے کئی نسل اپنے حق کے حصول کے لئے سالوں عدالتوں کے چکر لگانے کے بعد عدل وانصاف کی حسرت دل میں لے کر منوں مٹی میں دفن ہو جاتے ہیں اور دنیوی جاہ وجلال کے نشہ میں مست، صاحب اقتدار، مال ودولت کے پجاری اور اشرافیہ طبقہ کے دعوی کا فوراً فیصلہ ہو جاتا ہے اگر اس کا دعویٰ غلط بھی ہو فیصلہ اسی کے حق میں ہو جاتا ہے کمزور وغریب پر اگر جرم کا شبہ ہو لمحوں میں اسے گرفتار کر کے پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے، اس کے مقابلہ میں اگر طاقتور دن کی روشنی میں جرم کرے اس کی گرفتاری سے پہلے ضمانت قبل از گرفتاری ہو کر اس سے تفتیش کرنے کی زحمت بھی نہیں کی جاتی جس غریب کا ابھی جرم ثابت نہیں ہوا اس کو مختلف سزاؤں سے گزار کر ہر قسم کے جرم کے اقرار پر مجبور کیا جاتا ہے ظلم وجبر اور ظاہری شوکت وعزت والا سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں جرم کا ارتکاب کرے اس کے ساتھ وی آئی پی کا سلوک کرنا تو ہمارے ہاں ایسا معمول بن گیا ہے جس کا کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا مختصر یہ کہ

موجودہ عدالتی نظام میں مستحق کو اپنا حق ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اس دور میں انصاف ملتا نہیں بلکہ بکتا ہے، جس کی بولی زیادہ ہو فیصلہ بھی اسی کے حق میں کرنا، اس نام ونہاد ترقی یافتہ معاشرہ کے ارباب اختیار اپنا استحقاق سمجھتے ہیں کاش! ہمارا ملک جو خالصتاً اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اس میں عدل محمدی ﷺ رائج ہوتا تو نہ امیر وغریب کے درمیان فرق ہوتا اور نہ غریب عدالتی نظام سے مایوس ہو کر آپس میں قتل و قتال کے کٹھن مراحل سے گزرتے۔

فحشاء کے معنی میں عموم ہے

فحشاء سے مراد وہ بے حیائی کی باتیں یا کام جن کا مقصد شہوت حیوانیت اور دیگر گناہوں کی زیادتی ہو، ان کی مذمت کرتے ہوئے امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا۔

عن أبي هريرةؓ قال قال رسول اللهﷺ لايسرق السارق حين
يسرق وهو مومن ولايزني الزاني حين يزني وهو مؤمن
ولايشرب الخمرحين يشربها وهو مومن والذي نفس
محمدٍ بيده ولاينتهب نهبة ذات شرف يرفع اليه المؤمنون
أعينهم وهو حين ينتهبها مؤمن ولايقتل أحدكم حين يقتل
وهو مومن فأياكم واياكم (بخاری: ح ۵۵۷۸)

’’حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا
زانی جس وقت زنا کرتا ہے‘ مومن نہیں ہوتا‘ شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں
ہوتا اور ڈاکو ڈاکہ ڈالتے وقت جب لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوں مومن نہیں
ہوتا‘ اور تم میں کوئی بوقت قتل مومن نہیں ہوتا پس ان اعمال سے بچو (آپ ﷺ
نے تاکید کے لئے دو بار فرمایا) ان چیزوں سے بچو‘‘

اس شدت سے منع کرنے سے آپ ﷺ نے بے حیائی کا ہر دروازہ بند فرمایا

جس سے دُنیا کا امن تہہ و بالا ہو کر بے دینی فساد اور بدامنی بڑھ سکتی ہے''

دوسری روایت میں آپ ﷺ نے اس سے بھی چھوٹی باتوں سے منع فرمایا:

عن معاذؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اتقوا الملاعن الثلث، البرازفی الموارد والظل وقارعة الطريق (ابوداؤد: ح ٣٦)

''حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین چیزوں سے بچو، گھاٹ، ندی و تالاب وغیرہ کے کنارے، پانی پینے کی جگہ، عام راستہ، سایہ دار جگہ، پاخانہ کرنا''

چونکہ ان جگہوں میں پیشاب کرنے سے عام لوگوں کو تکلیف ہوگی اور اس غیر مناسب کام پر لوگ لعنت، ملامت کا اظہار کریں گے، یہ معمولی قسم کی بے حیائی، نامناسب اور منکر کا ارتکاب ہے تو آپ نے ان امور سے بھی منع کر کے واضح کر دیا کہ اسلام میں معمولی قسم کی بے حیائی کی اجازت نہیں چہ جائیکہ زنا، سود، رشوت، جھوٹ، چوری ڈاکہ، لوٹ کھسوٹ وغیرہ کی گنجائش ہو، اگر ان ممنوعہ امور سے معاشرہ کو پاک رکھا جائے، تو پھر اللہ بے انتہاء رحمتوں کا نزول فرمائے گا اور ہر طرف امن و امان خوشحالی و اطمینان کا راج ہوگا۔

لعن طعن بھی فحشاء میں داخل ہے

ایک فرمان میں آنحضرت ﷺ نے مومن کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ ليس المومن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی (ترمذی: ح ١٩٧٧)

''عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ نے فرمایا مومن طعنہ دینے والا نہیں ہو سکتا' نہ دوسرے پر لعنت بھیجنے والا نہ فحش گو اور نہ بے ہودہ بکنے والا''

وجہ یہ کہ یہ مذکورہ تمام کام بے حیائی کے زمرہ میں شامل ہیں۔

سرکشی اور بغاوت

تیسری چیز جس سے آیت کریمہ میں منع فرمایا گیا ہے وہ بغی ہے جس کا مطلب سرکشی ہے سرکشی کر کے حد سے نکل جانا، درندوں کی طرح ظلم تعدی پر آمادہ ہو کر کھانے پھاڑنے کو دوڑنا اور غیروں کی جان و مال عزت و آبرو کو پامال کرنے کیلئے بلاوجہ دست درازی کرنا، آج کا ہر انسان اپنے ماتحت پر ظلم و زیادتی کرتا رہتا ہے آپ دیکھتے ہیں کہ مالک اپنے نوکر پر، آقا غلام پر، طاقتور کمزور پر، قوی ضعیف پر اور بادشاہ اپنی رعایا پر ظلم و ستم کرتا ہے، اس بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی سنانا چاہتا ہوں:

عن ابن عمر قال سمعت رسول اللّٰہ يقول من ضرب غلاماله حداً لم يأته اولطمه فان كفارته ان يعتقه (ترمذی: ح٦٣٧٥)

''حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے غلام کو کسی ایسی چیز کی وجہ سے مارے جو اس نے نہیں کیا یا اس کو چپت مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے''

قتل ناحق بہت بڑا جرم

حضور اقدس ﷺ ظلم کی ادنیٰ قسم یعنی بلاوجہ چپت برداشت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ لوگوں کے اموال اسباب پر ڈاکہ ڈالا جائے یا بلاوجہ کسی کو قتل یا زخمی کر دیا جائے ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وعن عبداللّٰه بن عمرؓ ان النبی ﷺ قال لزوال الدنيا اهون على اللّٰه من قتل رجل مسلم (ترمذی: ح ١٣٩٥)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پوری دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے زیادہ معمولی ہے''

قتل مومن کا بھیانک انجام

ایک اور حدیث میں اس سے بھی زیادہ زور دے کر فرمایا:

وعن أبی سعید وأبی هریرةؓ عن رسول اللّٰہ ﷺ قال لوأن أهل السماء والأرض اشترکوافی دم مؤمن لاکبهم اللّٰه فی النار (ترمذی: ۱۳۹۸)

''حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت ابوہریرہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں اگر تمام آسمان اور تمام زمین والے ایک مؤمن کے خون میں شریک ہوں تو ان سب کو اللہ اوندھے منہ جہنم میں پھینکے گا''

کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ اس ملک میں سینکڑوں بے گناہ لوگوں کی جان نہ لے جارہی ہو، علماء قتل ہورہے ہیں، عوام قتل ہورہے ہیں، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ قاتل کا سراغ نہیں ملتا، اسلام تو ایک ایسا مذہب ہے، جس میں جانوروں پر بھی ظلم کرنے سے منع کیا گیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن ابن عباسؓ ان النبیﷺ قال لاتتخذوا اشیاء فیه الروح عرضاً (مسلم: ح ۱۹۹۷)

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جاندار چیز کو نشانہ نہ بناؤ''

رب العزت مجھے اور آپ سب کو اس آیت میں جو مامورات ہیں اس پر عمل کی توفیق دے اور جو جرائم ذکر ہیں ان سے محفوظ رکھے (آمین)

(الحق اکتوبر ۲۰۱۲ء)

اتفاق واتحاد کی اہمیت وفضیلت

امت مسلمہ کیلئے لمحہ فکریہ اور فکر وتدبر کی دعوت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد فأعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (انعام: ۱۵۳)

''اور یہ کہ دین میرا سیدھا راستہ ہے پس اس راستے پر چلو اور دوسرے راہوں پر نہ چلو کیونکہ وہ راستے تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گے اس کا اللہ نے تم کو تاکید سے حکم دیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ''

تمہید وخلاصہ

آپ کے سامنے جو آیت تلاوت کردی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کا حکم دے کر اختلاف وانتشار سے بچنے کی تلقین فرمارہے ہیں، اس آیت سے پہلی آیات میں اللہ مشرکین وکفار کے من گھڑت اور بے بنیاد عقائد کی تردید کرکے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے، والدین کی نافرمانی، اولاد کو فقر وافلاس کے خوف سے قتل کردینے، زنا، بے حیائی، بلاوجہ قتل نفس، یتیم کے مال میں غیر شرعی تصرف، حرام وحلال

کی خود کاری ناپ تول میں کمی جیسے جرائم کی مذمت کرکے صراط مستقیم پر چلنے کا حکم
فرمارہے ہیں، کیونکہ دین دشمنوں نے اللہ کی طرف سے حلال کردہ کئی اشیاء وامور کو اپنے
آپ پر حرام کردیا اور حرام چیزوں کو حلال سمجھ کر ان کے استعمال میں کوئی شرم و عار ہی
محسوس نہ کرتے تھے شرعی احکامات کو اپنے نفسانی خواہشات کے تابع کرکے ان کے
خودساختہ حلال یا حرام ہونے کے لئے لغو اور بے بنیاد تاویلات کرتے حالانکہ حضور ﷺ کی
بعثت اور ان پر قرآن نازل کرنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ اپنی خواہشات اور آرزوؤں کو
قرآن وحدیث کے تابع کرکے زندگی شریعت کے مطابق گزاری جائے مگر یاروں نے
پہیہ الٹا گھمانا شروع کردیا دین اور مذہب کو اپنے افکار وخیالات فاسدہ کے قالب میں
فٹ کرنے کی کوششیں شروع کردیں شرعی احکام میں اپنی مرضی کی توجیہات وتاویلات
کرنا شروع کردیں، یہی وہ مقام تھا جہاں سے لوگ اللہ کی رضا حاصل کرنے کا اصلی
راستہ چھوڑ کر شیطانی راہوں پر چل پڑے اور یہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت شدہ
حقیقت ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اللہ اور اس کے پیغمبر کے بتائے ہوئے راہِ حق کو
چھوڑ دیا تو وہ قوم گمراہی اور اندھیروں کی وادیوں میں بھٹک گئی۔

اتفاق واتحاد

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس تلاوت کردہ آیت اور اسی طرح دیگر آیات میں
امت محمدی ﷺ کو اتحاد واتفاق کا حکم دے کر آپس میں اختلاف اور فرقہ واریت سے منع
فرمایا ارشاد ربانی ہے:

وَ لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَ اخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (ال عمران:۱۰۵)

''اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنہوں نے آپس میں اختلاف وفرقہ

بندی شروع کردی' حالانکہ ان کے پاس اللہ کے واضح احکام پہنچ چکے تھے اور ایسے
لوگوں کے لئے عذاب عظیم ہے''

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَ لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (ھود:۴۵)

''اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی (یعنی تورات) تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا اگر
ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے مقرر ہوچکی ہے تو اس
کا قطعی فیصلہ دنیا ہی میں ہوچکا ہوتا''

ان دونوں آیات پر غور کرنے سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ پچھلی امتوں نے
جب صراط مستقیم کو چھوڑ کر گمراہی کے راستے اختیار کرلئے تو ان کو دنیوی واخروی بربادی
کے سوا اور کچھ نہ ملا' اور اگر کوئی قوم وقتی طور پر عذاب الٰہی سے بچ بھی گئی تو اس کا راز بھی
اللہ جل جلالہ' نے خود بیان فرمادیا کہ چونکہ ایسے لوگوں کو پورا پورا عذاب آخرت میں
دینے کا فیصلہ ٹھہر چکا ہے اسلئے فی الحال تو عذاب سے دنیا میں بچے ہوئے ہیں وگرنہ
انکے اس جرم کا پورا پورا حساب اس دنیا ہی میں بے نقاب کردیا جاتا قرآن نے واضح اور
غیر مبہم انداز میں اسلام کی راہ طیب کو چھوڑ کر دوسری راہوں پر چلنے والوں سے برأت کا
اعلان کردیا ارشاد خداوندی ہے:

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِينَ (ال عمران:۸۵)

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنے لئے تلاش کرے گا تو اسے قبول
نہ کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں تباہ حال لوگوں میں سے ہوگا''

اس قسم کی کئی آیات کے سیاق وسباق سے یہ امر بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ دین
میں متفرق ہوجانا سخت گناہ ہے اور اللہ کے نزدیک یہ فعل انتہائی ناگوار اور حرام ہے اسی

اختلاف اور راہ حق کو چھوڑنے سے بچنے کے لئے رسالت مآب ﷺ نے فرمایا میرے بعد تم بہت اختلافات دیکھو گے اس اختلاف کے وقت راہ ہدایت ونجات اسی میں ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو نہایت مضبوطی سے تھام کے رکھنا اور امور محدثہ سے اپنے آپ کو بچاتے رہنا اس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ راہ حق کو چھوڑنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کی سنت کو چھوڑ کر خواہشات نفسانی پر عمل کرنے کی بیماری غالب ہوجاتی ہے، سیدالرسل ﷺ نے صراط مستقیم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

عن عبدالله بن مسعودؓ قال خطّ لنا رسول الله ﷺ خطّا ثم قال هذا سبيل الله ثم خطّ خطوطاً عن يمينه وعن شماله وقال هذه سبل قال يزيد: متفرقة على كل سبيل منها شيطان يدعوأ اليه ثم قرأ : وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ (مسند احمد: ج ٦،ص ٨٩)

''عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچ کر فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر آپ نے اس خط کے دائیں بائیں کئی خطوط کھینچنے کے بعد فرمایا یہ بھی راستے ہیں جن میں ہر ایک راستہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنے راستہ کی طرف بلاتا ہے''

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جو آج کے وعظ کے ابتداء میں تلاوت کرچکا ہوں جس کا حاصل یہ کہ اگر ہدایت کا راستہ چاہتے ہو، دنیا وآخرت میں کامیابی کے خواہشمند ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ شریعت مطہرہ پر مکمل طور سے عمل پیرا رہا جائے شریعت پر عمل ہی سے صحیح عقائد اور نیک وصالح اعمال حاصل ہوسکتے ہیں۔

اسی راہ حق کو اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیم کے نام سے بھی یاد فرمایا اور حضور ﷺ کو ملت ابراہیم کی پیروی کا امر دے کر فرمایا:

اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (النحل:١٢٣)

'' کہ اے پیغمبر! تابعداری کیجئے ملت ابراہیمی کی جس میں کسی قسم کا ٹیڑھا پن نہیں''

حنفیت کا معنی کہ یہ ملت سیدھی، سچی، صاف اور فطری ہے، جس میں کسی قسم کی کجی اور افراط وتفریط کی گنجائش نہیں اس اعتدال والے راستہ کو چھوڑ کر دیگر راہوں کو اختیار کرنے والے آپس کے اختلافات، تعصّبات اور تفرقوں میں پھنسنے کے بعد ذلت و پستی اور شکست وریخت کا شکار ہوجاتے ہیں مسلمانوں کے اپنے تشخص وبقاء اور عزت و وقار کیلئے ضروری ہے کہ اسی ایک راہ مستقیم پر گامزن رہ کر حیات مستعار کو گزارا جائے۔

ناجی فرقہ

کتب احادیث کا مطالعہ اگر آپ کرلیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ ﷺ نے اپنی حیات میں امت کے اختلاف وافتراق پیدا ہونے کی پیش گوئی کردی تھی' اور سوائے ایک جماعت کے (جو راہ حق پر ہوگی) باقی تمام فرقوں کو جہنم کا مستحق گردانا فرمایا بنواسرائیل ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوئے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوکر ان میں صرف ایک فرقہ ناجیہ یعنی حق پر ہوگا باقی ۷۲ جہنم میں داخل ہوں گے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو فرقہ حق پر رہ کر کامیابی سے ہمکنار ہوگا وہ کون لوگ ہوں گے' آپ ﷺ نے فرمایا:

ما أنا عليه و اصحابى (الجامع الصغير،ح:٧٥٣٢)

''وہ لوگ جو میرے اور میرے صحابہؓ کی راہ پر چل کر زندگی گزاریں گے''

آپ ﷺ نے اپنی راہ پر چلنے والوں کے ساتھ یہ بھی فرمایا دیا کہ صحابہؓ کے راستوں پر چلنے والا بھی فلاح یافتہ جماعت میں شمار ہوگا کیونکہ صحابہ بھی معیار حق ہیں ان کے نقشِ قدم کو اپنا کر گمراہی کے راستوں سے بچا جاسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے

صحابہ کرامؓ کے وجود کو امت کے لئے امن وسلامتی کا سبب گردانا فرمایا جب میرے صحابہ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو مسلمانوں میں فتنہ وفساد' آپس میں جنگ وجدل بداعتقادی بدعملی، انوار و برکات کا کم ہونا (بالکل ختم ہوجانا) جیسی برائیاں پیدا ہو جائیں گی۔

شانِ صحابہؓ

گویا ان کا وجود مسعود اتنا بابرکت اور سعادت کا باعث تھا کہ فتنوں اور بے دینی کے اندھیروں کیلئے سد سکندری بن کران کو پھیلنے سے روکتے رہے اسی لئے آنحضرت ﷺ نے اس جماعتِ مطہرہ کے افراد کو ان ستاروں سے تشبیہ دی جن کے وجود سے گناہوں کی تاریکیوں میں گم کردہ راہ لوگوں کو روشنی حاصل ہوجاتی ہے ارشاد فرمایا:

أصحابی کالنجوم بأیهم اقتدیتم اهتدیتم (مشکوٰۃ،ح:۶۰۱۸)

"میرے صحابہؓ کی مثال ستاروں جیسی ہے ان میں سے جسکی بھی متابعت اور اقتداء کرو گے ہدایت یافتہ بن جاؤ گے"

اسوۂ حسنہ کی جامعیت

اور پھر اللہ کا اس امت پر یہ بھی خصوصی کرم ہے کہ ایسے قائد اور مقتدیٰ کا انتخاب فرمایا کہ شرعی امور تو کیا غیر شرعی معمولات اور سرگرمیوں میں بھی راہِ حق کا تعین فرما دیا تا کہ قیامت تک آنے والا کوئی امتی یہ نہ کہے کہ فلاں جگہ یا فلاں معاملہ میں ہم حضور ﷺ یا ان کے صحابہؓ کی راہنمائی سے محروم رہے آپ نے نہ صرف ظاہری دشمن سے بچنے کی تدابیر کا بیان فرمایا بلکہ باطنی اور عقیدے کا ازلی دشمن شیطان سے قدم قدم پر بچنے کی بارہا تلقین وطریقے بتلا دیئے ابلیس چونکہ بنی آدم کا ایسا حریف ہے جو ایک بھی ایسا موقع ضائع کرنا نہیں چاہتا جس میں وہ اسے ضرر پہنچا سکے حتیٰ کہ بیت الخلاء میں جب حاجت طبعی سے فراغت کی ضرورت پڑتی ہے تو یہ خبیث وہاں بھی آدم کی اولاد کو

زک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے حضور ﷺ نے یہاں بھی اس کے وار کے توڑ کے لئے ایسے کلمات فرما دیئے:

اللهمّ انی أعوذ بك من الخبث والخبائث (مسلم، ح:۳۷۵)

"اے اللہ آپ کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں پلید جنوں اور خبیثوں سے"

جس کے پڑھنے سے بیت الخلاء میں شیطان لعین کے تمام حملے بیکار ہو کر اسے خائب و خاسر لوٹنا پڑتا ہے، غرض زندگی کا کوئی ایک بھی ایسا شعبہ نہیں جو تشنہ رہ کر اس میں راہ مستقیم کی تعین نہ فرمائی گئی ہو، اب اگر ہم اپنی نفسانی خواہشات کے اتباع اور اپنے انا کی تسکین کے لئے مذہب اور شریعت کے مقرر کردہ اصول وقواعد اور راہ کو چھوڑ کر ضلال اور لادینیت کے راستوں پر چل پڑے اور اپنے غیر اسلامی اور معاصی سے بھرے اعمال وافکار کے لئے اغیار و کفار کے نظریات کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں تو اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طرف سے مقرر کردہ راہِ حق کا قصور نہیں بلکہ یہ اس مردود اور شیطان رجیم کی تقلید کا نتیجہ ہے جس نے طیش میں آ کر قدم قدم پر نوع انسانی کو گمراہ کروانے کی قسم اٹھا رکھی ہے۔

اسوہ حسنہ جرنیلی راستہ

آج تمام دنیا کے مسلمانوں میں یہ بیماری عام ہو چکی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکامات کو اپنے فہم اور عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فلاں حکم میں کیا فلسفہ اور راز ہے اور فلاں میں کون سی مصلحت ملحوظ خاطر رکھی گئی ہے' اپنے ادراک وشعور اور دانست کو اللہ کے دین کے تابع کرنے کی بجائے دین کے پورے ڈھانچے کو اپنا مطیع اور تابع کرنا چاہتے ہیں، ایک طرف تو مالک الملک اور سید الرسل ﷺ کی محبت اور عظمت کے زبانی کلامی دعوے اور دوسری طرف ان کے

احکامات کے وجوہ اور حکمتیں تلاش کرنے کے درپے ہیں ایک معمولی تھانیدار اسسٹنٹ کمشنر وغیرہ کے حکم میں وجہ کا پوچھنا ہمارے ہاں اس افسر کی عزت وعظمت کے خلاف سمجھ کر وجہ پوچھنے والے کو توہین کا مرتکب قرار دیا جاتا ہے اور وہ ذاتِ برحق جو حقیقی قدرت وعظمت کا مالک ہے اس کا ہر حکم دین و دنیا ہر لحاظ سے ہمارے لئے سودمند ہے میں بے شمار وجوہات تلاش کر کے ان کے ماننے سے فرار کی راہیں اختیار کی جاتی ہیں، ایسے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے قلوب میں دنیا کے مسند اقتدار پر بیٹھنے والوں کی عظمت و اہمیت تو ہے ان کا ہر حکم تو بلا چوں و چرا مان لیا جاتا ہے، مگر حاکم حقیقی اور اقتدار اعلیٰ کے مالک اللہ جل جلالہ کے احکام کی کوئی قدر نہیں گویا دل اس ذاتِ اقدس کے عظمت و جلال سے خالی ہوتا ہے اسی لئے حکم خداوندی کو بدلنے کے لئے مختلف وجوہات' حیلے اور فلسفے تلاش کرنے شروع کر دیئے جاتے ہیں، حالانکہ دین کی تعلیمات ایسے واضح اور غیر مبہم ہیں کہ ان کی مثال ایک ایسی سیدھی اور جرنیلی شاہراہ کی طرح ہے جس میں کوئی کجی رکاوٹ اور مشکل نہ ہو جو انسان صدقِ دل سے ان تعلیمات پر عمل کرنا اور اپنے لئے منشور بنانا چاہیے وہ اس شاہراہ پر چل کر اللہ اور حضور ﷺ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے اور جو شخص فروعی مسائل میں الجھ کر اپنے ذہنی اختراع، خودساختہ تعبیرات اور فلسفوں کے مطابق چلنا چاہے وہ گمراہیوں کی دلدل میں پھنس کر بچ نکلنے کے بجائے روز بروز نیچے کی طرف دھنستا جاتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خدا تک رسائی اس کی ناممکن ہو جاتی ہے کیونکہ دنیا کا ایک مسلم اصول ہے کہ سیدھی شاہراہ پر جانے والا مسافر بغیر کسی رکاوٹ کے اپنی منزل کو پالیتا ہے اور جو راہ گیر بجائے سیدھی راہ کے دائیں بائیں، غیر معروف، پرخطر اور مبہم پگڈنڈیوں پر چل پڑے وہ ادھر ادھر بھٹک کر منزل مراد کو کبھی نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ جہاں سے ابتداء کی تھی یعنی اس کا اپنا نقطہ آغاز اس تک واپسی بھی

اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ کافر تو اپنے کفر کی وجہ سے نہ صراط مستقیم کا متبع ہے اور نہ اس راہ کے دنیوی و اخروی فوائد کا قائل کہ اس سے گلہ کیا جائے اس کو اگر اس دنیا کے اقتدار و مال وزر کا کچھ حصہ ملا بھی ہے تو وہ بھی بطور ابتلاء و آزمائش، آخرت میں اس کے لئے جہنم ہی جہنم ہے۔

امت مسلمہ کو فکر و تدبر کی دعوت

افسوس! امت مسلمہ کے افراد پر ہے کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ پست، مغلوب اور اغیار کے مظالم کی چکیوں میں پسنے والی قوم کی حیثیت حاصل کر لی ہے، قطع نظر اس کے کہ یہ کسی ملک میں اقلیت کی حیثیت سے رہ رہے ہیں، یا اکثریت میں، آزاد ہو یا اوروں کے زیر تسلط۔

حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو اللہ کی کون سی نعمت ہے جس سے یہ محروم ہیں افرادی، عددی لحاظ سے اگر غیر جانبداری سے شمار کیا جائے تو تعداد میں غیر مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ ہیں، اس وقت دنیا میں ساٹھ تک خودمختار سلطنتیں مسلمانوں کی موجود ہیں، پیٹرول، سونے اور قیمتی معدنیات کا کوئی حساب نہیں، علمی و ذہنی صلاحیتوں میں بھی کسی سے کم نہیں، مساجد اور مدارس کی خوب کثرت ہے وعظوں اور خطبوں کی کمی نہیں، دینی لٹریچر اور اسلامی کتب کی فراوانی ہے، اسلام کے نام پر بڑی بڑی بین الملکی اور بین الاقوامی اجتماعات اور کانفرنسوں کا اہتمام بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے، پھر بھی ان تمام اسباب و وسائل کے ہوتے ہوئے مسلمان کفار کے آگے دست سوال پھیلا کر ہر آڑے وقت میں ان کی طرف امداد کے لئے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں حالانکہ مسلمانوں کے مذہبی و معاشرتی اقدار کو کچلنے بلکہ ختم کرنے کے لئے ان کی پوری مشینری ہر وقت متحرک رہتی ہے۔

اختلافات اور انتشار کے مضرات

مسلمانوں کی اس اجتماعی ذلت وخواری کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کا آپس میں افتراق وانتشار ہے ہر فرد و جماعت نے راہ حق کو چھوڑ کر اس کے مقابلہ میں اپنے راستے اور نظریہ کو اپنے آپ پر ہی نہیں اوروں پر بھی مسلط کر دیا یہی افتراق نہ صرف عنداللہ مذموم ہے بلکہ دنیا میں بھی شکست ومغلوبیت کا سبب بن جاتا ہے ارشاد ربانی ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (انفال:٤٦)

’’اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرکے آپس میں جھگڑے مت کرو ورنہ تمہاری ہمت تم کو جواب دے کر تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی‘‘

ہر آدمی اپنے آپ کو عقل کل سمجھنے کے بعد دین کے قطعی احکامات میں رائے زنی کو اپنا استحقاق سمجھتا ہے اسی خود پسندی کی وجہ ہر ایک اپنے لئے الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے میں مصروف رہ کر راہ حق اور دین قیم جو مسلمانوں کے باہمی اتحاد واجتماع کا مظہر ہے کو چھوڑنے کے بعد گروہ بندی وتفرقہ کا سب بن جاتا ہے۔

مسلمانوں کی زوال اور زبوں حالی کی اصل وجہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی بے بسی، زبوں حالی اور پستی کے ذکر کے مواقع پر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کی رسوائی کی وجہ ان کے آپس میں اختلافات ہیں اور شیطان ایمان بالقرآن (جو ایمان کی روح ہے) کیبارہ میں مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرکے ایمان اور احکام الٰہی کی اہمیت اور وقعت کو کم کرتا ہے‘ فرماتے کبھی شیطان دل میں یہ وسوسہ پیدا کردیتا ہے کہ قرآن میں تو نماز کے بارے میں صرف اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کا حکم آیا ہے تو پانچ وقت نمازیں اور ان کی رکعات کا ثبوت کہاں سے آیا؟ بعض اوقات شیطان کی وہ ذریت اور اولاد جن کی شکل تو انسانوں کی

ہے مگر عمل اور عقیدہ میں ابلیس کی حقیقی نیابت کرتے ہیں ذہنوں کو پراگندہ کردیتے ہیں، کہ العیاذ باللہ حضور اقدس ﷺ کی حیثیت تو صرف ڈاک لانے والے ڈاکیہ کی تھی بس اس سے آگے کچھ نہیں اور ان کا کوئی قول، فعل، تقریر حجت شرعی نہیں اسی شیطان الانس کے وسوسہ اندازی کا اثر قبول کرکے بعض لوگ اسلام کے بنیادی ستون قرآن کے بعد دوسرے اہم ستون حدیث سے انکار کرکے دین قیم کو چھوڑ دیتے ہیں، صراط مستقیم جب ترک کردیا، ایمان نہ رہے، کامل ایمان نہ ہونے کی صورت میں کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا جو رعب و دبدبہ تھا وہ بھی ختم ہو کر مسلمانوں کی حیثیت آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس طعام کے مشابہ ہوگئی جیسے سجے سجائے دسترخوان پر چن کر رکھ دیا جائے اور جس کی مرضی ہو اسے کھالے، یا اٹھا کر ساتھ لے جائے اسے اپنے دفاع کا حق اور نہ طاقت ہوتی ہے اگر اللہ کے دین کو اس کے اپنی اصل صورت میں مشعل حیات مان کر اس کے مطابق زندگی گزاری جائے تو دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی نیز اگر اللہ کے بتائے ہوئے راہ حق کو اپنی رائے اور فکر کے تابع کرکے تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے تو دنیا میں ذلت اور روز محشر بھی اللہ کی ناراضگی مول لینی پڑے گی۔

خلاصہ تقریر

اس تمام بیان کا خلاصہ یہ نکلا کہ دین قیم جو قرآن، احادیث نبوی، صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال کی صورت میں الحمدللہ ہر قسم کی تحریفات اور ابلیسی ترمیمات سے اب تک محفوظ ہے اور تا قیامت اللہ اس کی حفاظت کرے گا پر چل کر ہی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح اخروی و نیوی عظمت ورفعت کے سزاوار ہوسکتے ہیں، ورنہ زہریلے نظریات وافکار کا بیج امت مسلمہ کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کرکے آپس میں دست وگریبان ہونے کے علاوہ اسلام کے دشمنوں کیلئے بھی تر نوالہ کی صورت میں اپنی تضحیک کے سامان میں اضافہ کرتے چلے جائیں گے اللہ تعالیٰ دین حقہ کے نام لیواؤں کو صراط مستقیم پر چلنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق نصیب فرمادیں! (آمین)

اولیاء اور علماء کی مصاحبت کے برکات

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ (التوبہ:۱۱۹) صدق اللّٰه العلی العظیم۔

انسانوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء کرام کی بعثت

خالقِ مخلوقات نے حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک تمام انبیا و رسولوں کو انسانوں کے عقائد و افعال کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا اس اہم مشن کے ادائیگی کے لئے کہیں اللہ نے پیغمبروں کے ذریعہ اپنی مقدس کتابوں کو بذریعہ وحی ارسال فرمایا تو کہیں مخاطبین کے مطالبہ پر اتمام حجت کے طور پر بے شمار معجزات کا ظہور کر کے اپنے قادر مطلق ہونے کے واضح اور غیر مبہم دلائل مہیا فرمائے اسی سلسلہ کی اہم ترین الٰہی دستاویز اور جامع و مکمل ترین کتاب قرآن مجید کی شکل میں حضور ﷺ کے ذریعہ تا قیامت پیدا ہونے والی نسلوں کے ظاہر و باطن کی درستگی اور حق و باطل میں تمیز کے لئے نازل فرمایا جو اول سے آخر تک انسان کے انفرادی، اجتماعی، اقتصادی، معاشرتی اور سماجی مسائل میں دینی و دنیوی لحاظ سے مکمل مشعل راہ ہے۔

قرآن کی برکات

روحانی و شرعی امراض اور کجی کے ازالہ اور نجات کے لئے کئی آیات میں روحانی علاج اور ادویہ تجویز کئے گئے انہی حق تعالیٰ کے بتائے ہوئے نسخوں کی احتیاط و اخلاص سے استعمال کے بعد عرب کے بدو، جاہل اور ان پڑھ تاریخ اسلام کے آفتاب و ماہتاب بن گئے اور اسی قرآن کے سنہری اصولوں پر عمل کے نتیجے میں ظاہری مال و متاع اور دنیاوی کر وفر سے محروم صحابہ اور مسلمانوں نے دنیا کے کونے کونے میں اور دور افتادہ علاقوں تک سلطنتِ اسلامی کی حدود پھیلا دیئے۔

قرآن کے انہی راہنما اصول و ہدایات کے ضمن میں آج کی تلاوت شدہ آیت کو بھی اہم مقام و حیثیت حاصل ہے جس پر عمل کر کے دین و دنیا کے مصائب سے نجات اور ترقی کی راہیں کھل سکتی ہیں اور اس دور کی پستی و ذلت میں مبتلا مسلمانوں کے احوال بھی پلٹ کر دنیوی و اخروی کامرانیوں کی صورت میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

انحطاط کے اسباب

آخر ہم نے کبھی سوچا ہے کہ وہی قرآن، وہی احادیث کے ذخائر، صحابہ کے اقوال و حالات، سلف صالحین اولیاء اللہ کے نمایاں کارنامے اپنے بزرگوں کے روحانی اور تقویٰ سے لبریز معمولات و واقعات ہمارے سامنے ہیں اس کے باوجود امتِ مسلمہ تنزل اور ذلت کی طرف رواں دواں ہے، آپ میں سے بڑی عمر کے حضرات کو یاد ہوگا کہ تقسیم ہند سے پہلے پورے برصغیر پاک و ہند میں اس پورے خطے کا واحد بڑا دینی ادارہ دارالعلوم کے نام سے ہندوستان کے قصبہ دیوبند میں موجود تھا جو آج بھی دارالعلوم دیوبند کے نام سے اطرافِ عالم میں مشہور ہے نہ صرف موجودہ پاکستانی علاقہ بلکہ دور

کے اسلامی ممالک سے علوم دینیہ کے عشاق سفر کے بے پناہ تکالیف کا سامنا کر کے
دیوبند کے مرکزِ علمی میں علوم دینیہ سیکھنے کے لئے جاتے تھے وہاں کئی سال گزارنے کے
بعد اپنے علاقوں میں احکام شرعیہ کی اشاعت میں سرگردان ہو کر گردو پیش میں تبلیغی،
تدریسی و اصلاحی فرائض سرانجام دیتے اس کی فراغت اور واپسی پر تمام علاقہ میں دھوم
مچ جاتی کہ فلاں صاحب عالم بن کر دیوبند سے واپس آیا ہے، وہ مرجع خلائق بن کر
لوگوں کی دینی پیاس کو بجھاتا لوگ اس کی باتوں پر یقین کر کے اپنی اصلاح کرتے اور
شرعی امور میں اس کی بات کو سند مانتے۔

قریہ بہ قریہ دینی اداروں کا وسیع جال

اب گاؤں گاؤں دینی ادارے ہیں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں طلباء مدارس
میں پڑھ کر فارغ ہورہے ہیں کوئی علاقہ ایسا نہیں جس میں کسی مستند مدرسہ کا فارغ
التحصیل نہ ہو صبح و شام مساجد میں تفسیر و احادیث کے محافل کا انعقاد بھی بکثرت ہے ہر
مسجد و محلّہ کے خطیب و امام بھی جمعہ و دیگر مواقع کے خطبات میں اللہ اور رسول ﷺ کے
احکامات زور وشور سے بیان کرتے رہتے ہیں پہلے ادوار میں دینی تعلیمات پر مشتمل
کتب زیادہ تر عربی و فارسی لغت میں چھاپی جاتیں جن کا پڑھنا ایک عام آدمی کے لئے
مشکل بلکہ ناممکن تھا مگر اب تو ہر لغت خواہ اردو ہو انگریزی یا پشتو یعنی تمام علاقائی
زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں بمشکل کوئی اپنے آپ کو امی یا عامی کہہ سکے گا کیونکہ عالم
صرف اس کو نہیں کہتے جو دارالعلوم حقانیہ یا دیو بند کا فارغ ہو بلکہ جس کو بھی دین کے
ضروری مسائل معلوم ہوں تو عالم ہے وہ الگ بات ہے کہ کسی کا احاطہ علمی وسیع ہو تو بڑا
عالم کہلائے گا اور جس کسی کے معلومات محدود ہوں وہ چھوٹا عالم دینی و اصلاحی رسالوں و
جرائد کی بھرمار ہے کتب کے سٹالوں میں جانے کا اتفاق ہو تو اگر فحش لٹریچر موجود ہے

تو اس کے مقابلہ میں دینی و اصلاحی کتب کے کافی ذخائر بھی دستیاب ہیں ملکی ذرائع ابلاغ
اگر دل سے نہ بھی چاہیں ملک میں بسنے والے نیک دل مسلمانوں کے خوف سے کبھی
کبھار، تدبر قرآن، تفسیر قرآن جیسے پروگراموں کو (اگرچہ ان کی حیثیت حیا سوز پروگراموں
کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں) نشر کرتی رہتی ہیں گویا اکثر و بیشتر کلمہ گو دینی
اور بے دینی میں فرق اور تمیز کرنے والے مسائل شرعیہ سے آگاہ ہیں جائز و ناجائز اور
حلال و حرام کو بھی جان کر انجام خیر و شر سے بھی واقف ہیں، افرادی قوت کے لحاظ سے
بھی آج مسلمانوں کو دیگر اہل ادیان پر فوقیت حاصل ہے، اللہ کی تمام نعمتیں مسلمانوں
کے پاس ہیں، اس ترقی یافتہ دور کے دو اہم اقتصادی ہتھیار یعنی تیل و سونا چاندی سے
بھی مسلمان ممالک مالا مال ہیں ذہانت کے اعتبار بھی مسلم غیر مسلموں سے بہت آگے
ہیں جدید و سائنسی علوم اور ایجادات میں غیر مسلم بھی ان کی مہارت کے معترف ہیں پھر
وجہ کیا ہے کہ ان تمام امور کے باوجود بھی آج کا مسلمان انفرادی و اجتماعی ہر دو اعتباروں
میں دینی و دنیوی لحاظ سے ترقی کرنے کے بجائے اس کا گراف نیچے کی طرف گر رہا ہے
دینی لحاظ سے جو مقام گزشتہ ادوار کے مسلمانوں کو باوجود کم علمی کے حاصل تھا وہ بھی نہیں
اور دنیاوی لحاظ سے جو دبدبہ اور غلبہ تھا وہ بھی مفقود ہے؟

مسلمانوں کی پستی اور انحطاط کے وجوہات

اس پستی و ذلت کی کئی وجوہات ہوسکتے ہیں مگر سب سے اہم اور بڑی وجہ
ہمارے معاشرہ اور ماحول کا غیر شرعی ہونا ہے مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا معاشرہ ایک
مثالی معاشرہ ہونا چاہیے تھا زبان سے تو سارا دن ہم اسلامی احکامات کے ثمرات و
برکات کا ورد کرتے اور سنتے رہتے ہیں مگر اپنا گردوپیش تو اسلامی ہونا دور کی بات ہے ہم
اپنے چند فٹ قد وقامت پر بھی اسلام کو جاری نہیں کرسکتے اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ

تمہاری شکل ولباس غیر مسلموں کے مشابہ ہے تو غلطی تسلیم کرنے کی بجائے انتہائی شانِ بے نیازی سے کہہ دیتے ہیں کہ ظاہری شکل و شباہت حقیقی مسلمانوں سا ہونے کی کیا ضرورت ہے مسلمانی ہمارے دل میں موجود ہے یہی حال اپنے قریب ترین عزیزوں مثلاً بیوی واولاد کے بارہ میں ہے کہ اہل وعیال کے سربراہ کو غیر شرعی اعمال ورسم ورواج کے مسائل تو اکثر معلوم ہوتے ہیں مگر اپنے گھروں میں رائج کرنے اور بے دینی کو ختم کرنے کی طرف دھیان ہی نہیں گھر سے ذرا باہر محلّہ و بازار اور گاؤں وشہر منکرات اور برائیوں کے مستقل اڈے بنے ہوتے ہیں گناہوں میں مبتلا دور کے عزیزوں، پڑوسیوں اور شہریوں کو شرعی حکم ہے کہ ہاتھ سے پکڑ کر منع کیا جائے اس کا تو تصور ہی نہیں بلکہ حدیث کے مطابق اپنے ضعیف الایمانی کا ثبوت دے کر ان لوگوں سے دل میں بھی نفرت پیدا نہیں ہوتی اسلام کے بہترین اوصاف مثلاً امانت، سچ، انسانی ہمدردی جیسے اصول غیر مسلموں نے اپنا کر دنیا تو اپنی سنوار دی ہم نے اپنے وہ اصول چھوڑ کر شکل وصورت اور پورے معاشرہ میں کفار کی نقل شروع کر کے دنیا بھی برباد کردی اور آخرت کے اعتبار سے اپنے آباؤ اجداد اور بزرگوں کی دینی و دنیوی کامرانیوں پر بھی پانی پھیر دیا۔

عظمت رفتہ کا حصول

اگر ہم مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے حصول کے خواہاں ہیں تو یہ مقصد نہ تو صرف تقریروں، جلسوں اور مطالبوں سے حاصل ہوگا اور نہ صرف دعاؤں سے بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو اور پھر اپنے گردوپیش کو صحیح انداز میں اسلام کے قالب میں فٹ کرنے سے حالت ذلت سے عظمت میں بدلے گی اور یہ تب ہوگا کہ جیسے ابتداء میں تلاوت شدہ آیت کریمہ میں ذکر ہے کہ ہر ایک اپنے دل میں خوفِ خدا پیدا کرے اور

بہ صورت وسیرت نیک لوگوں، علماء وصلحا کی سی اختیار کی جائے سیرت صادقین کی طرح ہونے کے لئے صالحین کی مجالس میں بیٹھنا اور آنا جانا لازمی ہے

صحبتِ صالحین

مسلمانوں کی تاریخ پر اگر سرسری نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان گنت لوگوں کے عقائد وکردار میں تبدیلی اور انقلاب کا سبب صرف اور صرف نیک اور صلحاء کی ہم نشینی ہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے علماء اور اللہ کے برگزیدہ بندوں سے تعلق رکھنے اور ان کی اتباع کو نہ صرف دنیا بلکہ آخرت میں بھی انہی کے ساتھ اٹھنے اور ان کے زمرہ میں شمار ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن انسؓ أن رجلاً من أهل البادية أتى النبیﷺ فقال: يا رسول الله متى الساعة قائمة قال:ويلك وما أعددت لها قال ما اعددت لها الاانى احب الله ور سوله قال: انك مع من احببت (بخاری،ح:٦١٦٧)

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی حضور ﷺ نے فرمایا تم پر افسوس ہے تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے اس شخص نے جواباً کہا میں نے تو کوئی خاص تیاری نہیں کی البتہ میرے پاس ایک نعمت ضرور ہے اور وہ اللہ اور اس کے نبی ﷺ کے ساتھ میری والہانہ اور حقیقت پر مبنی محبت ہے یہ جواب سن کر آپ ﷺ نے فرمایا تم دنیا اور آخرت میں اس کے ساتھ ہو جس سے تمہاری محبت ہو''

صحبتِ اشرار کے مضرات

نیک اور بدکار ہم نشین سے دوستی اور تعلق رکھنے والے کو آنحضرت ﷺ نے اس ارشاد کے ذریعے فائدہ اور نقصان سے آگاہ فرمایا:

عن أبی موسیؓ قال قال رسول اللّٰہﷺ مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسك و نافخ الکیر فحامل المسك إما أن یحذیك وأما ان تبتاع منه وإما أن تجد منه ریحاً طیبا و نافخ الکیر إما أن یحرق ثیابك وإما ان تجد ریحاً خبیثة (البخاری،ح:۵۵۳٤)

''حضرت ابوموسیؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ نیک اور بدہم نشین کی مثال مشک رکھنے والا اور دھونکنی دھونکنے والے کی سی ہے مشک رکھنے والا یا تو تم کو کبھی مفت مشک دیدے گا یا استطاعت کی صورت میں تم خود اس سے خرید لو گے یا اگر مذکورہ دونوں صورت نہ ہوں تو اس کے ساتھ مسلسل بیٹھنے کی وجہ سے اس کی خوشبو تمہارے بدن اور کپڑوں میں سرایت کر کے کچھ تو حاصل ہو جائے گی اور دھونکی دھونکنے والے کی آگ کے ذرات یا تو تمہارے کپڑوں اور بدن کے کسی حصہ کو جلا دے گا اگر اس سے بچ گئے تو آگ و راکھ کی بدبو تو تمہارے دماغ کو متاثر کردے گی''

عجیب حکیمانہ انداز سے نیکو کار کی دوستی اختیار کرنے اور بدکار سے قطع تعلق پر زور دے کر دونوں کے اثرات کو انتہائی سادہ و عام فہم طور سے واضح فرمایا کہ نیک و عالم اور اللہ کے ولی سے دوستی اور ان کی مجلس میں بیٹھنے سے اگر وقتی فیض و ظاہری اثر نہ ملے تو کیا یہ کوئی معمولی نعمت ہے کہ اس نفسانفسی اور بے اطمینانی کے دور میں چند لمحات سکون و اطمینان کے میسر ہوئے اور یہی کیفیت بدکار کی ہے کہ اس کے ہم مجلسی میں اول تو دنیا و دینی دونوں کی تباہی ہے اس کی دوستی اور اس کے ساتھ محبت کرنے والے کے دل کا نورِ ایمان ماند پڑ جاتا ہے اگر اس نقصان سے محفوظ بھی رہا تو کیا یہی کم ہے کہ جو فرصت و

لمحات اللہ نے اپنے ذکر و عبادت کے لئے مہیا فرمائے وہ لاحاصل اور بے کار صحبت میں ضائع ہوئے۔

اہل اللہ کی صحبت نجات اخروی کا ذریعہ

اخروی و دنیوی فوز و فلاح کے اسباب و ذرائع میں حضورﷺ نے اہم سبب اہل اللہ کے مجالس میں حاضری اور بیٹھنے کو قرار دیا اور ارشاد فرمایا:

عن أبی رزینؓ انه قال له رسول اللّٰہ ﷺ ألاأدلك علی ملاك هذا الأمر الذی تصیب به خیر الدنیا والاخرة علیك بمجالس أهل الذکر (شعب الایمان،ح: ۸٦۰۸)

''حضرت ابو رزین سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو دین و شریعت کی جڑ نہ بتاؤں جس کے ذریعہ تم دین و دنیا کی فلاح حاصل کرسکو ان میں اول سبب اہل اللہ (یعنی صلحاء) کی مجالس میں بیٹھنا اپنے اوپر لازم کرلو''

نیک و صالح لوگوں کی مجالس میں بیٹھنے کا فوری اثر یہ ہوگا کہ ظاہری شکل و صورت ان کے ہم شکل و ہم لباس بنانے کی خواہش دل میں پیدا ہوگی اور جب ظاہری مشابہت اختیار کرلی جائے تو اللہ جل جلالہ غیور ذات ہیں باطن کو ظاہر کے رنگ میں ڈال کر ظاہر و باطن صلحاء و ابرار کے مطابق کردیتے ہیں ظاہر باطن پر اثر انداز ہو جاتا ہے۔

اہل اللہ سے مشابہت کے برکات

حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون کی دعوت پر آئے ہوئے ماہر جادوگروں نے موسیٰؑ کی طرح لباس پہننے کی خواہش کا اظہار کرکے ظاہری مشابہت اختیار کرلی اللہ کو جادوگروں کی یہ غیر ارادی ادا بھی ایسی پسند آئی کہ دوبارہ کفر کا لباس پہننے کا موقع ہی نہ

دیا اور مقابلہ کے بعد بے ساختہ کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ (الاعراف:۱۲۱:۱۲۲) آپ نے تفصیلی قصہ مختلف مواقع پر سنا ہے کہ ساحرین فرعون ایمان لانے کے لئے نہیں بلکہ موسیٰ و ہارون کو شکست دے کر نیچا دکھانے کے لئے میدان میں آئے صرف ظاہری صورت پیغمبر سی بنانے کا باطن پر اثر ہونے سے کامل مومنین بن گئے۔

کسی قوم سے مشابہت کے ثمرات

ہمارے ہاں تو یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ ''خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے'' اگر ایک شریف و بااخلاق شخص مسلسل بدکاری کی مجالس میں آتا جاتا رہے ان سے ربط وتعلق رکھے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمام امور اور اخلاق و عادات میں برے لوگوں کا ہم نوالہ وہم پیالہ بن جائے گا مضبوط اعصاب وقوت ارادی رکھنے والا فرد اگر شرابیوں، افیونیوں اور دیگر نشہ آور اشیاء استعمال کرنے والوں کا جلیس وساتھی بن جائے تو وہ دن بھی دیکھ لے گا کہ اس کے قوی اعصاب شل ہوکر اس کو جواب دے دیں گے اور ارادے میں وہ تزلزل پیدا ہوگا کہ عادی نشہ کرنے والوں سے بھی کئی قدم آگے بڑھ جائے گا کیونکہ ظاہری رفاقت و دوستی بدکاروں سے تھی جس کا اثر باطن میں بھی سرایت کرجائے گا۔

ایک مشہور حدیث کسی کی مشابہت سے اس کا اثر قبول کرنے کے بارے میں آپ خطباء وواعظین سے ہمیشہ سنتے رہتے ہیں:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہﷺ من تشبہ بقوم فھو منھم

''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار انہی میں ہوگا'' (ابو داؤد، ح:۴۰۳۱)

یعنی اگر ایک فرد یا قوم اپنے لباس شکل وصورت اور عادات واطوار کو کسی کافر یا فساق وفجار کے مشابہ بنالے تو اس کے نامہ اعمال میں بھی وہی گناہ درج ہوں گے جو کہ کافر اور فساق کو ملنے ہیں آج بدقسمتی سے مسلمانوں کی بڑی تعداد کفار کی نقالی میں دن رات مصروف ہے شکل وصورت بھی کفار کی، یہود ونصاریٰ کی طرح داڑھیوں سے بے نیاز سر کے بال انگریزوں کی طرح، لباس غیر مسلموں سا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اسلام دشمنوں کے مشابہ اس ظاہری مشابہت کا باطن پر اثر یہ ہوا کہ ایسے طبقہ کی مسلمانی برائے نام رہ گئی ہے دلوں سے اسلام کی عظمت اور نور ختم ہوکر کفاروں کا رعب وہیبت جاگزین ہوا اسلام اور مسلمانی سے متاثر ہونے کی بجائے یہ طبقہ کفار اوران کی عادات واطوار کی تعریفیں کرتے کرتے تھکتا نہیں اور یوں ایسے لوگ ان کفار واغیار کے ساتھ ان کو ملنے والی سزا میں بھی شریک ہوں گے اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے آپ کو علماء' صوفیاء اور اہل اللہ کے نمونہ کے مطابق بنائے گا اور ان جیسی عادات واخلاق اور رہن سہن اختیار کرے گا تو وہ نیکی اور اجر وثواب میں بھی صالحین کے ساتھ شامل ہوگا فوری فائدہ تو اس مشابہت کا یہ ہوگا کہ کئی ایسے گناہ کے مقامات اور مواقع جن میں مبتلا ہونا یقینی ہوتا ہے صرف صلحاء کی طرح ظاہری شکل وصورت رکاوٹ بن کر اس شخص کو گناہ سے بچا دیتی ہے پھر یہ سلسلہ اگر اسی طرح جاری رہے کہ صلحا کی مجالس میں آنا جانا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو ان کی طرح شکل وصورت بنائی جائے ان کی عادات واطوار پر عمل پیرا ہو تو زندگی میں انقلاب آکر ایمان واسلام اور تقویٰ کے نور سے قلب منور ہونے کے بعد ایک فرد کامل مسلمان بن جاتا ہے اللہ جل جلالہ ہم گناہ گاروں کو صلحا کے زمرہ میں شمار کرکے سعادت دارین سے ہمکنار فرمادیں۔

(الحق اگست ۲۰۰۳ء)

بدنظری کی تباہ کاریاں اور اس کا علاج

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد فأعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم، بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ ذٰلِكَ اَزۡکٰی لَهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ وَقُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ وَیَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَهُنَّ وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِهِنَّ وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوۡلَتِهِنَّ اَوۡ اٰبَآئِهِنَّ اَوۡ اٰبَآءِ بُعُوۡلَتِهِنَّ اَوۡ اَبۡنَآئِهِنَّ اَوۡ اَبۡنَآءِ بُعُوۡلَتِهِنَّ (النور: ۳۰ تا ۳۱)

''اے محمد ﷺ ! ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکی اور پاکیزگی کی بات ہے بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہیں اور اسی طرح مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں مگر وہ حصہ جو اس (موقع زینت میں) غالباً کھلا رہتا ہے (جس کے ہروقت چھپانے میں حرج ہوتا ہے) اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالتے رہا کریں اور زینت کے (مواقع مذکورہ) کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہر پر یا اپنے (محارم پر) یعنی باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر''

پردہ معاشرہ کی پاکیزگی

محترم حاضرین! جن آیات کریمہ کی تلاوت میں نے آپ کے سامنے کی ان میں اسلام کے ایک اہم حیاء پر مبنی معاشرتی، اخلاقی اور پاکبازی سے معمور حکم یعنی پردہ اور حجاب کا ذکر ہے رب کائنات نے جہاں پر گناہوں میں گرفتار ہونے والے اعمال وکردار سے بچنے والے احکامات ذکر فرمائے وہاں پر ان گناہوں میں پھنسنے والے اعمال کے ذرائع اور وسائل کا بھی سدباب کیا گیا ہے مثال کے طور پر شرک کو ممنوع قرار دیا تو جہاں پر بت پرستی اور غیر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بھی منع فرمایا وہاں پر تصاویر کو بھی جرم عظیم قرار دیا تاکہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرانے کا دروازہ ہی بند ہوجائے، شراب نوشی کو اِنَّهٗ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ (المائدہ: ۹۰) کہا گیا تو ساتھ ایسے برتن جن میں شراب بنائی جاتی ہے ان کا استعمال بھی ناجائز قرار دیا گیا تاکہ ان برتنوں کے دیکھنے سے ذہن شراب کی طرف نہ جاسکے کیونکہ شیطان تو ہروقت اس ٹوہ اور تاک میں رہتا ہے کہ مسلمان کو کس انداز میں صراط مستقیم سے ہٹا کر اللہ کے حکم کی نافرمانی اس سے سرزد ہو۔

دواعی زنا کی ابتداء بدنظری

اسی طرح زنا کو شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ کہا گیا اور ہر وہ حرکت خواہ فعلی ہو یا قولی بلکہ تمام دواعی، وسائل اور ذرائع کا بھی سدباب فرمایا اس لئے خطبہ کے ابتداء میں ذکر کردہ آیت مبارکہ میں ایمان والوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنی نظریں نیچے رکھیں اور اپنی اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، چونکہ نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک خطرناک ترین اور زہر آلودہ تیر ہے جس کے ذریعے وہ انسانوں کو شکار کررہا ہے، شیطان بدبخت تو نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی وار خطا ہوجائے اس نے اللہ کے سامنے شدومد سے حضرت انسان کو چاروں اطراف سے گھیرنے کا عزم کررکھا ہے۔

سورہ اعراف میں آپ لوگ ابلیس کی سرتابی اور حکم خداوندی تعالیٰ سے عدولی سن چکے ہیں شیطان جس کی تخلیق آگ سے ہوچکی تھی اس نے اللہ کے حکم پر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا خدائی آرڈر سن کر نہ صرف سجدہ کرنے سے انکار کیا بلکہ تکبر وحسد نے اسے واصل جہنم کردیا دربار الٰہی سے دھتکارنے پر آتش دشمنی میں جل کر کہنے لگا، کہ میں آدمؑ کے اولاد کو گمراہ کروں گا۔ ابلیس آدم کو سجدہ نہ کرنے پر نیچے گرایا گیا اور آدم علیہ السلام کو شیطان کی وسوسہ اندازی کے بدولت جنت سے علیحدہ ہونا پڑا ان واقعات سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی دشمنی کی جڑ زوروں پر شروع ہوئی ابلیس کہنے لگا بقول ارشاد ربانی:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ. ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (الاعراف: ۱۶تا۱۷)

''بولا جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا انکی تاک میں تیری سیدھی راہ پر، پھران پر آؤں گا ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے اور نہ پائے گا تو اکثروں کو ان میں شکرگزار''

خلاصہ یہ کہ اللہ نے فرمایا نکل جا (جنت) سے مردود ہوکر اور جو کوئی ان میں تیری اتباع کرے گا تو میں ضرور بھردوں گا تم سب سے جہنم کو۔

نظرِ شیطانی کا تیر

یہی وہ ابلیس کی ابدی دشمنی ہے جو ہر مسلمان کو آڑے آرہی ہے ایک حدیث قدسی ہے:

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یعني عن ربه عزوجل

النظرة سهم مسموم من سهام إبليس من تركها من مخافتي أبدلته إيماناًيجد حلاوته في قلبه (الترغيب والترهيب ج۳،ص:۸٦)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی جانب سے فرمایا' غیر محرم پر نظر یعنی مرد کا اجنبی اور نامحرم عورت کی طرف دیکھنا اور عورت کا اجنبی وغیر محرم مرد کی طرف نظر کرنا شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک زہر آلودہ تیر ہے' کیونکہ ایسا تیر اپنے زہر کے سرایت کرجانے کی وجہ سے بڑا ہلاکت خیز ہوتا ہے جس نے میرے خوف سے اس کو یعنی نامحرم واجنبی کی طرف نظر کو چھوڑا یا منہ دوسرے طرف موڑ دیا' میں اس کے دل کو ایمان کی مٹھاس سے بھردوں گا''

غیر محرم کو دیکھنا

محترم حاضرین! مقدس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ سب سے خطرناک چیز کسی اجنبی عورت کی طرف نظر کرنا ہے جس کے ذریعہ سے اپنے خبائث اور مسلمان کو راہ حق سے ہٹانے کے عزم کے ذریعہ مسلمان کا یہ ازلی دشمن اپنا مکروہ کردار ادا کرتا ہے اور آخر الامر بات اس سے بڑھ کر زنا کاری تک پہنچا دیتا ہے، یہی اس شیطان کے وہ کرتب ہیں جو ایک گناہ کو مسلمان کی نظروں اور دماغ میں مزین اور ایسا راسخ کردیتا ہے کہ اسی گناہ اور زنا میں مبتلا انسان اللہ کی گرفت بھلا کر بے پروا اور غافل ہوجاتا ہے وہ بھول جاتا ہے کہ دنیا کی چند لمحوں کی یہ لذت تو ایک سراب ہے ایسی غفلت اس پر طاری ہوجاتی ہے جیسے حضور ﷺ کا ارشاد ہے الناس نيام اذا ما توا فأنتبهوا (الدررالمنتثرة،ح:۱۳۳) درحقیقت شیطان کے مکروفریب میں آنے والے خواب خرگوش میں مبتلا ہیں' بعض اوقات کئی حضرات خواب میں ہنستے ہیں مگر ان کے ہنسنے کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی جب خواب سے بیدار ہوجاتے ہیں وہ خواب کی وقتی اور عارضی لذت کا کوئی سر اور پیر محسوس نہیں کرتے۔

بیماریوں کی جڑ

محترم دوستو! آنحضرت ﷺ کی خدمت میں صحابہؓ موجود تھے، فرمایا اللہ تم کو چند باتوں سے محفوظ رکھے، فرمایا کہ جس قوم میں بے حیائی پیدا ہوگئی اور فحشا بڑھ گئی تو اس کو خدا بیماریوں میں مبتلا کردیتا ہے، ایسی ایسی بیماریاں جس کا کبھی نام اس کے باپ دادا نے بھی نہ سنا ہوگا آج دیکھو بے حیائی کتنی بڑھ گئی ہے ہر مجلس اور ہر طرف کو دیکھو جرائد ورسائل، اخبار، ٹی وی، نیٹ وغیرہ کھولو تو برہنہ عورتوں کی تصاویر سے بھرے پڑے رہتے ہیں، بعض جرائد اور اخبارات میں بدنگاہی اور برہنگی کی حالت یہ ہے کہ ایک کمزور ایمان والا مسلمان بھی ایسے مواد کو اپنے گھر میں جگہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور پھر بدقسمتی سے اس بدنگاہی' بے شرمی اور بے حیائی میں بعض لوگ ایک دوسرے سے مقابلہ اور ریس میں مبتلا ہوکر شرم وحیاء' اسلام کے آداب معاشرت کو بھول جاتے ہیں اور غیر محرم مرد وزن کے اختلاط والی مجالس کو باعث افتخار سمجھ کر اس کی مخالفت کرنے والے کو دقیانوس سمجھا جاتا ہے، آج معاشرہ کے اس بے راہ روی، مرد وزن کے اختلاط، شرم وحیاء کے فقدان نے مسلمانوں کو قسم قسم کی آفات، بے غیرتی اور بے شرمی کے اعمال میں مبتلا کرکے کہیں کا رہنے نہیں دیا مرد وزن کے اس ناجائز بدنگاہی اور اختلاط نے ایسی بیماریوں کو جنم دیا جن کا نام زبان پر لانا ایک غیرت مند' مسلمان کے لئے زیب نہیں دیتا۔

اسلام اور نظر کی حفاظت

اسلام میں تو پردہ اور نامحرم سے بھی پردہ پوشی پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ اپنے چچا زاد بھائی فضل بن عباسؓ کا رخ دوسری جانب پھیر دیا تا کہ دونوں مرد وعورت فتیح نظر سے بچ جائیں حجۃ الوداع کے موقع پر بنی خثعم قبیلہ سے تعلق رکھنے والی ایک عورت نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

عن الفضل بن عباس أن امرأة من خثعم قالت یا رسول اللّٰہ إن أبی أدرکته فریضة اللّٰہ فی الحج وهو شیخ کبیر لایستطیع ان یستوی علی ظهر البعیر قال حجی عنه (الترمذی، ح:۹۲۸)

”فضل بن عباس سے روایت ہے کہ ایک عورت جس کا تعلق قبیلہ خثعم سے تھا، رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے بندوں پر حج فرض کیا لیکن میرے والد اتنے بوڑھے ہیں کہ وہ سواری پر بھی فریضہ حج ادا کرنے سے قاصر ہیں اگر میں ان کی طرف سے حج کرلوں تو فریضہ حج ادا ہوجائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ادا ہوجائے گا“

اسی ترمذی میں آگے باب ماجاء ان عرفة کلها موقف میں یہ بھی ارشاد ہے:

قال ولوی عنق الفضل فقال العباس یارسول اللّٰہ لم لوّیت عنق ابن عمك قال رایت شابا وشابة فلم أمن الشیطان علیهما (ترمذی، ح:۸۸۵)

اس وقت رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور فضل بن عباس آپ ﷺ کے ساتھ پیچھے بیٹھے تھے فضل ابن عباس اس عورت کو دیکھنے لگے اور وہ عورت بھی ان کو دیکھنے لگی اس صورتحال کو ملاحظہ فرما کر رسول اللہ ﷺ نے فضل بن عباس کا رُخ دوسری جانب موڑ دیا تاکہ وہ اس عورت کو نہ دیکھ سکے۔ حضرت عباسؓ اس وقت موجود تھے، اپنے بیٹے فضلؓ کے بارے میں آپ ﷺ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ ﷺ نے اپنے چچا کے بیٹے ہی کا رُخ موڑ دیا تو حضور ﷺ نے جواباً فرمایا کہ میں نے ایک جوان مرد کو جوان عورت کی طرف اور جوان عورت کو جوان مرد کی طرف نظر کرتے دیکھا تو مجھے دونوں کے متعلق شیطان کی مداخلت اور وسوسہ اندازی کا اندیشہ ہوا اس لئے میں نے فضلؓ کا منہ موڑ دیا آپ ﷺ کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں شیطان ان دونوں کے درمیان مداخلت نہ کرے۔

عبداللہ بن ام مکتوم کا واقعہ

اسی طرح شیطانی وسوسے کے پیش نظر ان لوگوں سے بھی پردہ پوشی کا حکم ہے جو دیکھنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں، یعنی اندھے ہوں چنانچہ ایک مرتبہ اُم سلمہؓ اور اُم المومنین میمونہؓ آپ کے ساتھ موجود تھیں کہ اس وقت ایک اندھے صحابی حضرت عبداللہ ابن مکتوم تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دونوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا۔

وعن أم سلمة حد ثته انها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة قالت فبينا نحن عنده أقبل ابن ام مكتوم فدخل عليه وذلك بعد ما أمرنا بالحجاب فقال رسول الله ﷺ احتجبامنه فقلت يا رسول الله اليس هوأعمىٰ لايبصرنا ولا يعرفنافقال رسول الله ﷺ أفعمياو أن أنتما ألستما تبصرانه (الترمذی،ح:۲۷۷۸)

''حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں اور ام المومنین حضرت میمونہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھیں کہ اچانک ابن مکتوم (جو کہ ایک نابینا صحابی تھے) تشریف لائے آنحضرت ﷺ ابن مکتوم کو دیکھ کر ان دونوں ازواج مطہرات سے فرمایا کہ ''ان سے پردہ کرو'' ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ حکم سن کر میں نے عرض کیا کہ کیا وہ نابینا نہیں ہیں وہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم ان کونہیں دیکھ رہیں (مطلب یہ ہے کہ وہ اندھے ہیں تم تو اندھی نہیں ہو)''

نابینا سے پردہ

حضرات محترم! آپ نے سن لیا کہ آپ ﷺ نے اپنے پاکباز بیویوں سے فرمایا کہ تم دونوں اس نابینا صحابی سے بھی پردہ کرو، آج کے اس پرفتن دور میں جبکہ ہرطرف بے حیائی اور فحاشی کا دور دورہ ہے کیا ان پاکباز صحابیہ سے کوئی اعلیٰ اور پاک

دامن ہے؟ نہیں اور ہو بھی نہیں سکتا جبکہ ہم تو معمولی تعلق پر پردہ ختم کردیتے ہیں کہ فلاں تو میرا منہ بولا بھائی ہے منہ بولا بیٹا ہے، میرے خاوند کا رشتہ دار ہے

خاوند کے رشتہ داروں سے پردہ

حالانکہ خاوند کے رشتہ دار کے بارے میں حدیث مبارکہ میں بہت ہی سخت الفاظ میں وعید آئی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن عقبة بن عامر أن رسول اللهﷺ قال: إياكم والد خول على النساء فقال رجل من الانصار يارسول الله افرَأيت الحمو؟ قال الحمو الموت (بخاری، ح:۵۲۳۲)

''حضرت عقبہ ابن عامرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اجنبی عورتوں کے نزدیک جانے سے اجتناب کرو (جبکہ وہ تنہائی میں ہوں) ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حمو (دیور یعنی خاوند کے نامحرم رشتہ دار) کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ (یعنی ان کے لئے بھی ممانعت ہے) آپ ﷺ نے فرمایا ''حمو'' تو موت ہے''

حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح موت انسان کی ظاہری اور دنیوی زندگی کو ہلاک کردیتی ہے اسی طرح دیور بھی عورت کی دینی اور اخلاقی زندگی کو ہلاکت وتباہی کے راستہ پر ڈال دیتا ہے اور عام طور پر لوگ غیر محرم عورتوں کے ساتھ دیور کے خلط ملط کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، حالانکہ حضور ﷺ نے اسے موت کی طرح خطرناک قرار دیا جس طرح بدنی ہلاکت تباہی کا سبب ہے یہی خطرہ خاوند کے نامحرم رشتہ دار خصوصاً دیور میں بہت زیادہ ہے، اسی طرح وقوع پذیر ہونے والے بدکاریاں آپ حضرات روزانہ ذرائع ابلاغ میں سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں اسی وجہ سے فتنے سراُبھارتے ہیں اور نفس برائیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

خاتون زینتِ خانہ یا رونق محفل

مسلمان عورتوں نے حجاب کو عذاب کہہ کر اتار پھینکا تو وہ بے حمیت اور بے غیرت مردوں کے کھلونے بن گئے، عبرت کا مقام ہے کہ آج کی عورتیں برہنہ سر اور سینہ کھولے ہوئے آزادانہ بازاروں میں گھومتی پھرتی اور سیر و تفریح ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، تیز خوشبو، اسپرے، ہونٹوں پر سرخی لگا کر نیم برہنہ حالت میں ہوٹلوں، کلبوں اور سینما گھروں میں بناؤ سنگھار کئے ہوئے مردوں کے شانہ بشانہ چلتی ہیں، رقص و سرود کی محفلوں میں برہنہ ہو کر ڈانس کرتی اور داد حاصل کرتی ہیں اور اس کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان سمجھتی ہیں دوسری طرف جس مسلمان عورت نے حجاب پہنا ہوتا ہے یا سکارف پہنتی ہیں، ان کو حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

امت کی تباہی کا اصل سبب گناہ کو گناہ نہ سمجھنا

محترم سامعین! امت مسلمہ کی تباہی اور ذلت کی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتی بلکہ گناہ کو مختلف حیلوں اور بہانوں سے دین کا نام دے رہے ہیں، بے پردگی اور بدنگاہی کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا انسانی حقوق کے نام پر صنف نازک کو گلی کوچوں اور دفتروں کی زینت بنایا جارہا ہے، آزادی نسواں کے نام پر پارلیمنٹ میں قراردادیں پاس کی جارہی ہیں یہ ایک ایسے اسلامی جمہوری ملک کی حالت ہے جو لا الہ الا اللہ کے نعرہ پر معرض وجود میں آیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری حفاظت فرماویں اور پردہ و دیگر اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی ہم سب مرد و زن کو توفیق بخشیں (آمین)

افادات ومواعظ مولانا انوار الحق

مرتب: حافظ سلمان الحق، مدرس حقانیہ

(الحق اکتوبر ۲۰۱۳ء)



خطاب

حضرت مولانا

جلال الدین حقانی صاحب مدظلہ

دور حاضر کے امام شامل عظیم جہادی رہنما

مولانا جلال الدین حقانی

تعارف

جہاد افغانستان کے عظیم گوریلے کمانڈر مولانا محمد یونس خالص امیر حزب اسلامی کے دست راست ،سویت یونین کے قبضہ کے بعد جہاد کے منظم کرنے میں ان کا بنیادی کردار ہے، دارالعلوم حقانیہ میں تحصیل علم کی، پھر دارالعلوم میں تدریس کی ذمہ داری سنبھالی، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے نہایت معتمد قریبی اور چہیتے شاگرد، علوم عقلیہ ونقلیہ پر بڑی دسترس رکھتے ہیں خوست پکتیا، پکتیکا اور دیگر مختلف علاقوں میں فتح کے جھنڈے گاڑے، افغانستان کی غیر ملکی استعماری طاقتوں کے خلاف مولانا حقانی کی جدوجہد تادم تحریر ۳۱ مئی ۲۰۱۴ء جاری اور ساری ہے، مولانا بیمار اور صاحب فراش ہیں نگرانی کا مشن انکے بہادر اور نڈر فرزند مولانا سراج الدین خلیفہ اور خاندان کے دیگر افراد سنبھالے ہوئے ہیں، خلیفہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم مجاہد باپ کے روحانی اور ایمانی صفات سے نوازا ہوا ہے، افغانستان کی آزادی کے بعد اکثر جہادی لیڈر باہمی محاذ آرائی اور خانہ جنگی کے شکار ہوئے اور اکثر سامراجی طاقتوں اور امریکہ نواز کرزئی حکومت کے سامنے سر نڈر ہو گئے کچھ مصلحتوں کے شکار ہوئے مگر اس مرد آہن حقانی کی استقامت میں لغزش نہ آئی آج بھی امریکہ کے حکمران اور جرنیل مولانا کے ''حقانی نیٹ ورک'' کا واویلا کر رہے ہیں، مولانا کا اپنے شیخ اور مادر علمی سے جو تعلق عقیدت اور وارفتگی ہے، اسکی کچھ جھلکیاں راقم الحروف کے نام لکھے گئے خطوط جو مکاتیب مشاہیر کے جلد ہفتم میں دیکھی جا سکتی ہے، اور اس میں کچھ انٹرویوز اور تقاریر سے انکے جذبہ ایمانی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

جہاد کے وجوہات اور برکات

فتح خوست کی کہانی فاتح خوست کی زبانی

خوست کی فتح اسلام کا معجزہ اور جہاد اسلامی کا ثمرہ ہے، خالص اسلامی جہاد اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ضمانت اُمت کی وحدت اور اسلامی انقلاب کا قطعی ذریعہ ہے

جمعیۃ علماء اسلام کے ۲۷ اپریل کے لاہور کے صوبائی کنونشن میں فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی مہمان خصوصی تھے ان کے ساتھ افغان مجاہدین کی ایک جماعت، محاذ جنگ کے کئی کمانڈروں کے علاوہ معروف کمانڈر مولانا عبدالرحیم بھی تشریف لائے تھے اجلاس کی پہلی نشست سے اُن کا آخری خطاب تھا جو پون گھنٹہ جاری رہا اس موقع پر قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کے علاوہ امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب، مولانا قاضی عبداللطیف، مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن قاسمی، مولانا محمد رمضان میانوالی، پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود، مولانا اسعد تھانوی اور کئی ایک مرکزی وصوبائی رہنما بھی موجود تھے موصوف کی تقریر پشتو میں تھی مولانا عبدالقیوم حقانی انکی تقریر کی اُردو میں ترجمانی کرتے رہے ذیل میں موصوف کی تقریر کو ٹیپ ریکارڈ سے نقل کر کے شامل خطبات کیا جا رہا ہے۔

مولانا سمیع الحق کا مجاہدین کے ساتھ نصرت وتعاون کا اعتراف

خطبۂ مسنونہ کے بعد! محترم مسلمان بزرگو! اولاً میں حضرت قائد جمعیۃ مولانا

سمیع الحق اور آپکے رفقاء جنہوں نے ہر میدان میں بالخصوص مجاہدین اور مہاجرین کے ساتھ نصرت وتعاون اور انکی سرپرستی کی اور جہاد کے حق میں آواز بلند کی، مالی و جانی اور سیاسی مدد کی اور انصار کو خصوصیت سے جہاد کے بارے میں اور مجاہدین کو جگہ دینے اور انکو محبت اور شفقت کے ساتھ اپنے ہاں رکھنے کی ترغیب دی جمعیۃ علماء اسلام کے تمام بزرگوں اور کارکنوں، جو جہاد کی سرپرستی اور نصرت کرتے ہیں موجود ہیں یا غائب! اللہ پاک سے ان سب کے لیے دارین کی سعادت و فلاح اور رحمت و مغفرت کا سوال کرتا ہوں اور آپ سب حضرات کا اس قدر عزت افزائی پر تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں پر حاضر ہونے کا موقع بخشا۔

جہاد اور ہجرت کی کہانی

محترم مسلمان بھائیو! جہاد کے بعض حالات آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں مختصراً یہ کہ ہم نے جہاد کیوں شروع کیا؟ کیا حالات تھے جو جہاد کا باعث بنے؟ دراصل جہاد اور ہجرت کی اصل صورت اور اسکے احکام روئے زمین پر عنقا ہو چکے تھے، افغانستان میں ملحد اور بے دین حکومت قائم ہو چکی تھی، عملاً روسیوں کی حکمرانی تھی انکے پاس طاقت تھی، اسلحہ تھا تکبر اور غرور تھا، دولت تھی، وسائل تھے اور ہمارے پاس ان کے مقابلہ میں وسائل صفر کے درجہ میں تھے مگر اس کے باوجود مجاہدین ثابت قدم رہے اور مبارزت کی، جہاد جاری رکھا، مجاہدین کا جہاد شروع کرنے اور اس پر قائم رہنے کا اصل منشاء اللہ پاک کا فضل اور اسی کا انتخاب وتوفیق ہے ورنہ اس وقت بڑے بڑے علماء، مشائخ اور ارباب فضل وکمال سکوت اور قعود کر چکے تھے اور حالات سے سمجھوتہ کر لینے کو ترجیح دے رہے تھے ایسے حالات میں اللہ پاک نے ہمیں توفیق دی اور ابتدائی کام شروع کر دیا، یہ کام تو دل گردے کا کام تھا مگر صرف خداوند تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہا اور اب اس کا نتیجہ آپ حضرات کے سامنے ہے۔

شیخ الحدیث کی کتاب المغازی کے درس سے ہمیں اللہ نے جہاد کیلئے منتخب کیا

جہاد افغانستان کا آغاز ہم نے کیسے کیا؟ اس کا پس منظر یہ ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں مجھے مرکز علم دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ کی سعادت حاصل ہوئی، وہاں میں نے دینی علوم پڑھے اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم کا تلمذ اور خصوصی شفقتیں حاصل ہوئیں خاص کر قرآن اور حدیث اور بخاری شریف کی کتاب مغازی میں آپ سے جہاد اور قتال کے اسباق پڑھے، تعلیمات حاصل کیں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی تعلیمات اور توجہات کی برکات میرے اور میرے ساتھیوں کے قلوب پر منعکس ہوئے تو رب ذوالجلال نے ہمیں جہاد افغانستان کے لیے منتخب فرمالیا پھر ایسے حالات میں جبکہ افغانستان پر رُوسیوں کا اور انکے ایجنٹوں کا پورا تسلط تھا، ان کا غلبہ تھا، انکا مقابلہ کن حالات میں ہوا؟ ایسے حالات میں ہوا جب افغانستان میں روس کی کٹھ پتلی حکومت تھی اور اسکی پشت پناہی میں ہر وقت محمد عربی ﷺ کی استہزاء کی جاتی تھی، توہین کی جاتی تھی، حضور ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا جبکہ لینن ملعون کا نام احترام سے لیا جاتا تھا اُس کا اکرام کیا جاتا تھا۔

شیخ الحدیث کے الیکشن کی جہاد سے بہت کچھ سیکھا

مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ میں مجھے یہ سعادت بھی حاصل ہوئی جب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے قومی اسمبلی کے ۱۹۷۰ء انتخابات میں نامزد امیدوار تھے انکے حلقۂ انتخاب میں ہم نے پورے خلوص، محبت اور عشق ووارفتگی کے ساتھ انتخابات کے جہاد میں حصہ لیا اور ان راستوں اور مناظر کو آنکھوں سے دیکھا جو اس راہ میں درپیش ہوتے ہیں پھر ہم نے حضرت شیخ الحدیثؒ مولانا عبدالحقؒ کیساتھ چل کر جماعت، تنظیم اور باہمی رابطہ اور اجتماعی زندگی کے اصول سیکھے۔

حج کی سعادت اور دعاؤں کی قبولیت کا ظہور حقانیہ کی تدریس اور شیخ کا قرب ملا

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حج بیت اللہ کی سعادت بخشی، یہ زندگی میں میرا پہلا حج تھا میں نے کعبۃ اللہ کے سائے میں جبین نیاز بارگاہ صمدیت میں جھکائی اور وہاں روتا رہا اور یہ دعا کرتا رہا کہ یااللہ! تیری خوشنودی اور رضا کا جو قریب ترین راستہ ہو مجھے اسی پر چلا اور خدمت دین اسلام کے مواقع عطا فرمایااللہ! ایسا راستہ بتا جس میں تیری رضا ہو، حضور ﷺ کی اطاعت ہو، اساتذہ کرام کی بتائی ہوئی ہدایات اور تعلیمات پر عمل ہو۔

پروردگارِ عالم نے حج سے واپسی پر مجھ پر یہ احسان فرمایا کہ میرے مربی ومحسن شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہٗ نے مجھ پر شفقت فرماتے ہوئے دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کا موقع عطا فرمایا، اور یہ دارالعلوم کی تاریخ میں غالباً پہلا موقع تھا کہ کسی غیرملکی طالب علم کو وہاں تدریس کا موقع دیا گیا ہو اس وقت میں نے حضرت شیخ کے قریب رہ کر ان سے بھرپور استفادہ کیا، تعلیمات حاصل کیں، دعائیں اور توجہات حاصل کیں اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا ان کی صحبتیں تھیں، برکتیں اور عنایتیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد جیسے اہم فریضہ کے لیے منتخب فرمالیا۔

جہاد میں آپ میرے جانشین خلیفہ اور نائب ہیں: شیخ کا ارشاد

جہاد شروع کرنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کی سعادت بارہا حاصل ہوتی رہی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ میں ضعیف اور کمزور ہوں، دراصل اصلِ جہاد مفقود ہو چکا ہے، خود میرا عملی جہاد میں حصہ لینا بظاہر مشکل ہو گیا ہے کہ عوارض و امراض ہیں، تاہم عمل کی تکمیل کے لیے عموماً نائب ہوتے ہیں، خلفاء اور جانشین ہوتے ہیں، آپ میرے جانشین خلیفہ اور جہاد کے عمل میں نائب ہیں۔

میرے جہادی زندگی سے شیخ کا شغف

حضرت شیخ الحدیثؒ میری جہادی زندگی کو اس قدر پسند فرماتے تھے کہ میں خود اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا حاضری کے فوراً بعد میں چاہتا تھا کہ حضرتؒ سے اجازت لے لوں، حضرت کے عوارض و امراض ہیں اور پھر یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت کسی کو بھی دس منٹ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے لیکن مجھے پوری توجہ دیتے تھے اور دنیا و مافیہا سے کٹ جاتے تھے، بس میری ہی باتیں سنتے رہتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بس جہاد ان کا مشغلہ اور توجہات کا مرکز ہے اور یہی ان کی تمام تر مساعی کا ہدف ہے میں سمجھتا تھا کہ جب تک میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے پاس بیٹھا رہتا ہوں حضرت کوئی درد، پریشانی اور فکر و اندوہ محسوس نہیں کرتے بلکہ جہاد کی باتیں سننے میں راحت اور اپنے لیے شفاء محسوس کرتے ہیں خدا شاہد ہے اُس وقت بھی میں اپنے ساتھیوں سے کہتا کہ حضرت ضعف وعلالت اور عوارض و امراض کی وجہ سے اتنی دیر تک بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی آپ فارغ ہیں مگر یہ جو ہمارا اکرام کرتے، توجہ سے بات سنتے اور طول دیتے ہیں یہ اُن کے اندرون دل کا تقاضا ہے پوچھتے جہاد کیسے ہو رہا ہے، کفار کو شکست کیسے ہو رہی ہے؟ مجاہدین کی نصرت، کرامات، مسائل، مجاہدین کے اقدامات، شہداء کی کیفیات اور مہاجرین کے حالات دریافت فرمایا کرے۔

شیخ کا جہادی وظیفہ اشارتاً مجاہدین کے غلبہ کی اطلاع: ہسپتال میں آخری ملاقات

اپنے شیخ سے ہسپتال میں میری آخری ملاقات ہوئی تھی تو انہوں نے خلاف معمول اب کے بار یہ وظیفہ ارشاد فرمایا حٰم حُمَّ الأمر وجاء النصر وهم لا ينصرون جبکہ اس سے قبل حضرتؒ کا وظیفہ کچھ اور ہوتا تھا وہ میری اور مجاہدین کی حفاظت کے لیے دعا کیا کرتے تھے، اب کے بار انکی دعا کا انداز ہی کچھ اور تھا، وہ اس میں اشارتاً یہ بتا دینا

چاہتے تھے کہ اب کا مستقبل بدلا ہے کفار کے مقابلہ میں مجاہدین کے ساتھ خدا کی نصرت اور مدد ہے اور اب کفار مغلوب ہوں گے اور ان کی کوئی مدد اور نصرت نہیں کی جائے گی۔

حقانی کہلانے کی وجہ اور اس نسبت کی برکتیں

آپ حضرات کو یہ تجسس ہوگا کہ میں حقانی کیوں کہلاتا ہوں اس تخلص میں میرا مقصد حقانیت کے مؤقف پر اپنی استقامت، حق کی علمبرداری، یا فنانی الحق ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ میری نسبت مدرسہ حقانیہ اور اپنے شیخ و مربی مولانا عبدالحقؒ کی طرف ہوتا کہ اس نسبت کی لاج رکھ کر اللہ کریم ہمیں کامیابی سے نوازے مجھے اس ادارے اور اپنے شیخ سے نسبت پر فخر ہے اور یہ سب اسی نسبت کی برکتیں ہیں کہ اللہ پاک نے ہمیں توفیق دی اور ہم سکوت، قعود اور مداہنت سے بچ کر جابر و ظالم اور بڑے کافر اور ملحد کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور بزعم خود سُپر پاور کے مقابلہ میں توپوں، ٹینکوں اور جہازوں کی بمباری کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور اللہ پاک نے کمیونزم کو نہ صرف یہ کہ افغانستان اور رُوس میں شکست دی بلکہ اسے پورے عالم میں رسوا کر دیا آج خود رُوسی جمہوریتیں مجاہدین کی برکت سے آزادی کے لیے کوشاں اور بیقرار ہیں بلکہ اس جہاد کی برکت سے پورے عالم میں محکوم و مظلوم اور غلام قوموں (خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم) کو بھی آزادی کا احساس ہوا یہ سب حقانیہ، مولانا عبدالحق اور حق پرستی کی برکتیں ہیں کہ آج جہادِ اسلام پوری دنیا میں ایک اہم اسلامی تعلیم کی حیثیت سے متعارف ہے۔

مولانا سمیع الحق اور جمعیۃ کا جہاد کی حمایت پر شکریہ

میں آخری بات مختصراً عرض کرتا ہوں کہ جمعیت علماء اسلام اور اسکے ارکان، سربراہ اور ہمارے اساتذہ بالخصوص حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ پاکستان میں اور عالمِ اسلام میں دینی اور قومی و ملی اعتبار سے جو خدمات انجام دے رہے ہیں وہ بے ریا اور بے لوث خدمات ہیں انہوں نے ہمیشہ جہاد کی حمایت کی، ہم سے تعاون کیا، نصرت فرمائی، اس پر ہم انکے بے حد ممنون ہیں۔ (ترجمان دین)

خطبات

مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ

مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب

تعارف

مفتی صاحب دارالعلوم کے ان ہونہار قابل فخر فضلا میں سے ہیں جن کی تعلیم تربیت، تحریری، تدریسی اورانتظامی صلاحیتوں میں دارالعلوم کے برکات اور ناچیز کی خصوصی محنت شامل ہے، جن کا اعتراف وہ خود راقم کے نام لکھی گئی خطوط کے لفظ لفظ سے نمایاں ہے، جو مکاتیب مشاہیر میں شامل ہیں۔ دارالعلوم میں طویل تدریس وافتاء کی خدمت کے بعد پشاور میں جامعہ عثمانیہ کے نام سے معیاری ادارہ قائم کیا ہے اور ماہنامہ العصر کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت کے قائم کردہ شریعت کونسل کے سربراہ رہے۔

اسلام کا نظامِ قانون

قانون کا لغوی اصطلاحی معنی

قانون ایک لفظ ہے جو یونانی یاسریانی زبان سے عربی زبان میں منتقل ہوا لغت میں قانون ''مسطر'' کو کہتے ہیں بعدازاں اس معنی میں وسعت پیدا ہوئی ، اور اب اصول، قاعدہ ، اورکلیہ کے معنی میں مستعمل ہے اسی وسعت کے پیش نظر لغت کی کتاب میں اس کے معنی مقیاس کل شیئ یعنی ہر ایک چیز کے اندازہ کرنے کا آلہ ہے۔

فقہاء کرام کے ہاں لفظ قانون کی جگہ حکم شرعی ،نص شرعی جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں البتہ ہمارے معاشرے میں لفظ قانون کا استعمال بکثرت ہے زندگی کے کسی شعبہ سے تعلق رکھنے والے ضابطہ اور دفعہ کو قانون سے تعبیر کیا جاتا ہے اورعرف عام میں قانون عدل ، قانون صحت اورقانون ترسیل وغیرہ کے لئے یہی لفظ قانون مستعمل ہے ، بلکہ قانون کا اطلاق رسم ورواج پر بھی ہوتا ہے۔

قانون کی اہمیت

حقیقت میں قانون ایک ایسی ناگزیر ضرورت ہے جس کے بغیر انسانی معاشرے کی تشکیل ناممکن ہے کیونکہ انسان بہ تقاضائے فطرت ایک مدنی الطبع ہستی ہے

جو علیحدگی پسند نہیں ، انسان یار واغیار کے درمیان رہ کرفائدہ اور استفادہ کا خواہاں ہے لیکن دوسری طرف فطرت میں حرص ولالچ کی بیماری کی موجودگی سے ہمیشہ ھل من مزید کا شکار ہوتا ہے جس میں یقیناً کمی اور زیادتی ،ظلم وتجاوز اور حقوق کی پامالی ہوتی ہے جس سے اختلافات جنم لیتے ہیں اور زندگی بجائے رحمت کے زحمت بن جاتی ہے صرف قانون ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی یاس کو آس سے اور ناامیدی کو امید سے بدل دیتا ہے کیونکہ افتراق کی جگہ قانون سے معاشرہ میں اجتماعی شیرازہ بندی ہوتی ہے ظلم وستم کی روک تھام ہوتی ہے ہر ایک کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے۔

قانون کی اس اہمیت کو اگر ہم یوں بیان کریں کہ ’’حیات مستعار کی یہ کشتی جس میں النفس ناطقہ کی مختلف الخیال سواریاں شریک ہیں قانون اس کشتی کے لئے ملاح کی سی حیثیت رکھتا ہے ملاح ہی کی دور اندیشی ، قابلیت ، حوصلے اور تدبر سے یقیناً کشتی پار ہوگی وگرنہ بصورت دیگر کشتی کو ظلمات بحر میں امواج کے حوالہ کرنا ہوگا تو یہ بات زیادہ واضح ہوجائے گی‘‘

قانون کے اغراض ومقاصد

چونکہ قانون کا بنیادی مقصد معاشرہ کی تطہیر اور معاشرہ میں رہنے والے ہر فرد کو اطمینان دلانا ہوتا ہے معاشرہ میں رنگ ونسل کا امتیاز کئے بغیر ، حسب ونسب اور مذہب سے قطع نظر ہر ایک نفس ناطقہ کی بنیادی حقوق کی حفاظت کرنا قانون کا اولین فریضہ ہے اجمالاً ملحوظ رہے کہ قانون کے بڑے مقاصد چار ہیں۔

۱: قانون کے ذریعہ معاشرہ میں امن قائم ہو، یعنی قانون قیام امن کا کفیل اور ضامن ہو۔

۲: اس کے داخلی اور خارجی آزادی کا تحفظ ہو۔

۳: اقتصادی بہبودی کا خیال بھی رکھا جاتا ہو جس کی وجہ سے معاشرہ میں مساوات قائم ہو، کوئی شخص کسی احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔

۴: اور آخری اہم مقصد قانون کا یہ ہے کہ فطرت انسانی کا پورا پورا خیال ہو یعنی انسان کی حریت اور آزادی کی ضمانت قانون میں موجود ہونا ضروری ہے۔

قانون کی کامیابی کا راز

اقسام قانون بیان کرنے سے قبل اس پر یقین کرلینا ضروری ہے کہ قانون کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار عوام اور خواص کی اس سے توقعات سے وابستہ ہیں جس قدر قانون میں انسانی زندگی کی مکمل حفاظت ، امن وسکون کا پیغام ہوگا ، اتنا ہی قانون کامیاب رہے گا خواہ یہ قانون کسی شخص کا بنایا ہوا ہو یا کسی منتخب یا غیر منتخب پارلیمنٹ کا پاس کردہ ہو۔

اقسام قانون

انسان کا واسطہ عموماً دو قسم کے قوانین سے پڑتا ہے اوّل وہ قانون ہے جس کا مقنن اور مرتب کوئی شخص کوئی ادارہ پارلیمنٹ ہو، دوسرا وہ قانون ہے جس کی تخلیق انسانی دائرہ کار سے باہر کوئی غیبی طاقت اور ہستی اس قانون کا مقنن ہو۔

اقسام قانون

اول الذکر قانون مقنن یا مقننین کے ذہن اور افکار کی عکاسی کرتا ہے جس میں مقنن خود اپنے نظریہ میں اردگرد کے حالات اور واقعات کو ملحوظ رکھ کر قانون بناتا ہے جس میں اپنی قابلیت اور دور اندیشی سے حتی الامکان مدد لے کر یہ کوشش کرتا ہے کہ یہ

قانون معاشرہ کے لئے سود مند اور فائدہ مند ہو اگر چہ مقنن خود قانون کی وسعت اور ہمہ گیری کے لئے کوشش کرتا ہے لیکن اپنی فطری محدودیتوں کے ہوتے ہوئے ایک انسان کبھی اس پر قابو نہیں پاسکتا، کہ ایک مسئلہ کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرسکے، حال اور مستقبل کے واقعات کو ایک نظر سے دیکھ سکے بالقوۃ اور بالفعل ظاہراً اور باطناً ایک حالت کی پوری رعایت کرسکتا ہو اور پھر ساتھ ساتھ قدم بقدم جذبات اور طبعی رجحانات عقل کی کمزوری اور علمی پارسائیوں سے یکسر پاک ہو کر ایسا قانون وضع کرے جو ہر جگہ، ہر زمانے اور ہر حالت سے پوری طرح مناسبت رکھتا ہو ہزار بار کوشش کرنے کے باوجود یقیناً ناکامی ہوگی جس کا مظاہرہ عام ملکی قوانین میں ہوتا رہتا ہے کہ حالات سے ناسازگاری اور وقت کی تبدیلی سے قانون ہمیشہ ایک کھلونا بن جاتا ہے ترمیم اور اضافے کا شکار ہوتا رہتا ہے جس کا اصل حلیہ بگڑ کر محض نام ہی رہ جاتا ہے۔

الٰہی قانون

اس کے مقابلہ میں دوسری قسم کا قانون جس مقنن کا قانون ہے اس مقنن میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک مقنن کے لئے ضروری ہوتی ہے وسعت علمی، قدرت کاملہ، تصرف عامہ، اور لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ(الانبیاء:۲۳) جس مقنن کا خاصہ ہو اس کے قانون میں وہ تمام خوبیاں موجود ہوں گی جو ایک قانون کے لئے ضروری ہوتی ہیں، وسعت علمی کی وجہ سے حال اور مستقبل کے واقعات کو مدنظر رکھ کر قانون بنایا ہوگا قدرت کاملہ اور تصرف عامہ کے طفیل خواہشات اور نفسانیت کا شکار بھی نہیں ہوگا یہی وہ خوبیاں ہیں جس سے ازلی اور ابدی قانون (اسلامی قانون) مزین ہے جو چودہ سو سال کی عظیم مسافت طے کرنے کے باوجود واقعات وحالات کی تغیر اور تبدیلی کے ہوتے ہوئے آج بھی جوں کا توں انسانی زندگی کی مکمل حفاظت کا دعویدار ہے امن

کی زندگی (LIFEPEACEFUL) کی ضمانت دیتا ہے امن وسکون، عدل وانصاف کے قیام کا علمبردار ہے۔

قانون اسلامی کا مجموعی مزاج

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قانون اسلامی چند تعزیرات کا نام ہے یا چند دفعات کے رسمی اعلان کا نام ہے بلکہ اسلامی قانون ایک ''مجموعی مزاج'' کا نام ہے جو تمام شعبہ ہائے زندگی پر حاوی اور مشتمل ہے اور ناقابل تقسیم ہے۔

اسلامی قانون کا تقاضہ

زندگی سے تعلق رکھنے والے ہر شعبے میں اسلامی اقدار کو پیدا کرنا اسلامی قانون کا تقاضا ہے فرد کی زندگی سے لے کر معاشرہ تک، دکان سے لے کر کارخانہ تک، دفتر سے لے کر بنگلہ تک ہر ایک جگہ میں اسلامی مزاج کو اپنانا اس قانون کا مطالبہ ہے۔

الغرض صنعت وحرفت، تعلیم وسائنس، اقتصادیات ومعاملات، فوج اور پولیس ہر ایک محکمے کو اسلامی ڈھانچے میں ڈالنا اور اسلام کے مطابق چلانا اس نظام کا دوسرا نام ہے اس نظام کے ناقابل تقسیم ہونے کے باوجود اس کو تقسیم کرنا نفع رسانی کی بجائے ایذارسانی ہے جس سے اسلامی قانون کی تحقیر اور توہین ہوتی ہے جیسا کہ ایک انسان کے اعضاء میں سے کسی عضو کو دوسرے حیوان میں لگانے سے وہ حیوان انسان نہیں بن جاتا اور نہ یہ عضو دوسرے حیوان میں وہ کام کرسکتا ہے جو انسان کے جسم میں کررہا تھا بلکہ دوسرے حیوان میں انسانی اعضا لگانا یقیناً عظمت انسانیت کو خاک میں ملانا ہے۔

ایسا ہی اسلامی نظام سے کسی ایک شعبہ کو الگ کر کے دوسرے نظاموں اور قوانین کے ساتھ جوڑنے سے وہ مقاصد ہرگز حل نہیں ہوں گے جن کی توقعات اسلامی نظام سے وابستہ ہیں یہی وجہ ہے کہ پورے نظام سے لاعلمی کی بناء پر کبھی رجم کا انکار ہو رہا ہے کبھی کوڑوں کو فرسودہ اور غیر مہذب قرار دے کر اسلامی احکامات کا تمسخر اڑایا جارہا ہے۔

اسلامی قانون کا تدریجی ارتقاء

جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا گیا ہے کہ قانون کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد اصلاح معاشرہ ہے جس میں عدل وانصاف کا بول بالا ہو معاشرہ سے تعلق رکھنے والا ہر شخص امن وسکون سے زندگی بسر کرتا ہو اس اہم مقصد کی تکمیل کے لئے شریعت میں ذہنی انقلاب لایا جاسکتا ہے افراد کی اصلاح کے بغیر اگر کسی انقلاب میں بظاہر بزور طاقت کامیاب ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ کامیابی دیرپا نہیں ہوسکتی بلکہ انفرادی قوت اور عوامی تائید کے بغیر انقلاب لانا تنزل کی طرف ایک قدم ہے جس کی ابتداء اور انتہاء دونوں قریب قریب ہوتی ہے۔

اسلام کے ایک عالمگیر قانون اور ہمہ گیر مذہب ہونے کی وجہ سے یہ اصلاحی پروگرام اور تطہیر معاشرہ یا اصلاح معاشرہ فرد ہی سے شروع ہوتا ہے فرد کی اصلاح کے لئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد جن امور پر زور دیا جاتا ہے ان میں تین اہم امور مندرجہ ذیل ہیں۔نماز، روزہ، زکوٰۃ

ان تینوں کو مفسرین کی اصطلاح میں امور مصلحہ للنفس کہا جاتا ہے جن سے تہذیب الاخلاق میں ترقی کرنے کے بعد تدبیر منزل اور سیاست مدن کے لئے راہ ہموار ہوتی ہے۔

نماز کا معاشرہ پر اثر

ارشاد ربانی ہے:

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (العنکبوت:۴۵)

"اور نماز قائم رکھئے بیشک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے"

مندرجہ بالا ترتیب میں اصلاح معاشرہ کے لئے قرآن حکیم نے ایک جامع نسخہ تجویز کیا جو اقامت الصلوٰۃ ہے اور دوسرے اعمال وفرائض سے ممتاز کرنے کے لئے

اس کی حکمت بھی بیان کردی گئی کہ نماز اہم عبادت اور عمود دین ہونے کے علاوہ اس کا اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ جو شخص باقاعدگی سے نماز کا اہتمام کرے تو یہ نماز اس کو فحشاء اور منکر سے روکتی ہے معاشرہ کے خرابی کے اسباب ،امن وانصاف اور اتفاق کا زہر قاتل فحشاء اور منکر ہی ہے کرہ ارض پر جتنے جھگڑے اور فسادات رونما ہوتے ہیں یہ تمام کے تمام فحشاء اور منکر ہی کے مرہون منت ہیں۔

فحشاء کی حقیقت

کیونکہ فحشاء ہر ایسے بُرے فعل یا قول کو کہا جاتا ہے جس کی برائی اور قباحت عقلی اور واضح ہو کسی پر مخفی نہ ہو یہاں تک کہ ہر صاحب عقل بلاامتیاز وعقیدہ ،مومن ہو یا کافر ہو اس کو برا سمجھے اور اس کی قباحت کا قائل ہو جیسا کہ زنا کاری ،قتل ناحق ،چوری ،ڈاکہ زنی وغیرہ یہ تمام امور ایسے ہیں جسے کوئی بھی صاحب عقل اچھے کاموں سے تعبیر نہیں کرسکتا۔

منکر کی حقیقت

اور منکر ہر اس قول اور فعل کو کہا جاتا ہے جس کی حرمت اور عدم جواز پر اہل شرع کا اتفاق ہو فحشاء اور منکر کے ان دونوں لفظوں پر غور کرنے کے بعد انسان آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کرسکتا ہے کہ دنیا کے تمام جرائم ظاہری اور باطنی مأثم کو یہ الفاظ شامل ہیں جو خود بھی فساد ہی فساد ہیں اور دیگر اعمال صالحہ میں بڑی رکاوٹ ہے باقاعدگی سے نماز پڑھنے سے حسب اعلان باری تعالیٰ فحشاء اور منکر کا خاتمہ ہوتا ہے اور حدیث میں اس آیت کی تفسیر یوں کی گئی ہے:

من لم تنهه صلوٰة عنِ الفحشاء والمُنكر فَلَاصَلَاة لهُ

(المعجم الكبير،ح:۸۵۴۳)

"جس کی نماز نے اس کو برائی اور بے حیائی سے نہ روکا تو اس کی نماز ہی نہیں"

نماز پڑھنے سے نمازی کے دل ودماغ میں اپنی عبدیت اور محکومیت کا تصور

پیدا ہوجاتا ہے جس سے اعلیٰ ہستی کی حاکمیت اور معبودیت لازم ہے انسان نماز پڑھنے سے ایک بڑی طاقت کا اٹھنے بیٹھنے اور جھکنے میں اللہ اکبر سے اس کی کبریائی اور عظمت کا اعلان کرتا ہے اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں اپنی وفاداری اور پابند رہنے کا عہد کرلیتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے خدائی قانون کے سامنے سرتسلیم خم کرکے تادم حیات پابند رہنے کا اقرار کرلیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان مراحل کے طے کرنے کے بعد زندگی میں ایک عظیم انقلاب آئے گا پھر ایک دو دفعہ اعلان نہیں بلکہ روزانہ پانچ دفعہ حاضر ہوکر نماز کی ہر ایک رکعت میں اس عمل کو جاری رکھنے سے نفس اور طبیعت میں انقلاب آ کر فحشاء اور منکرات کا خاتمہ ہوجائے گا جس سے امن وانصاف کا معاشرہ تشکیل پائے گا۔

(الحق ج ۱۹، ش ۱۰، ص ۴۵، جولائی ۱۹۸۴ء)

مسئلہ قربانی اور بعض شبہات کا ازالہ

قربانی کے بارے میں ہر سال تجدد پسند طبقہ کچھ نہ کچھ شوشے چھوڑتا رہتا ہے پچھلے دنوں پروفیسر رفیع اللہ شہاب صاحب (جو ایسی باتوں میں پیش پیش رہتے تھے) نے انگریزی اخبارات میں کچھ شبہات اٹھائے جس کا جواب مفتی غلام الرحمٰن صاحب نے لکھا ہے! (س)

چار قابل غور باتیں

زیر نظر مضمون جس میں قربانی کی شرعی حیثیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس میں چار باتیں قابل غور ہیں سب سے پہلی بات حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا وہ عمل ہے جو امام شافعیؒ کی کتاب الاُم سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ دونوں حضرات قربانی نہیں کرتے تھے دوسری بات بحوالہ بدایة المجتہد حضرت ابن عباسؓ کا اثر ہے کہ انہوں نے اپنے خادم عکرمہ کو دو درہم دے کر بازار سے گوشت منگا کر فرمایا کہ یہ ابن عباسؓ کی قربانی ہے اور تیسری بات بحوالہ ابن حزم حضرت بلالؓ کا فرمان ہے کہ مرغ کی قربانی کی بجائے اس کے اخراجات کو ضرورت مند افراد پر تقسیم کرنے کو بہتر سمجھتا ہوں اور آخری بات علی ابن حسین کا قول ہے جو بحوالہ نیل الأوطار سے نقل کیا گیا ہے کہ

رسولِ خداﷺ کی قربانی بنی ہاشم کا قبیلہ اپنی طرف سے کافی سمجھتا ہے اور کئی سالوں تک اپنی طرف سے قربانی کرنے ضرورت پیش نہ آئی۔

قربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں

ان چاروں باتوں کا جواب دینے سے قبل قربانی کی شرعی حیثیت قرآن وحدیث کی روشنی میں قربانی کی اہمیت کو واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں واضح رہے کہ قربانی عبادات مالیہ میں سے ایک اہم عبادت ہے قربانی کی یہ رسم زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے اور ہر ایک زمانہ میں کسی نہ کسی رنگ میں اسے مذہبی حیثیت دے کرادا کی گئی ہے قبل ازنبوت جاہلیت کے دور میں دیگر عبادتوں کی طرح قربانی بھی غیراللہ کے نام پردی جاتی تھی، یہی وجہ ہے کہ دنیاکے تقریبا ہر مذہب میں آپ کوقربانی کا عنصر ضرور نظر آئے گا لیکن اسلام کا نظریۂ اضحیۃ صرف ایک مذہبی رسم ہی نہیں بلکہ مواخات وایثار، ہمدردی اورصلہ رحمی کے اظہار کا ذریعہ ہے بلکہ قربانی میں سب سے زیادہ جو بات نمایاں ہے وہ سیدنا ابرہیم خلیل اللہ اورسیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کی اس عظیم کارنامہ کی یادگار ہے جوانہوں نے دربارِخدواندی میں پیش کیا تھا صاحب مشکوٰۃ نے کتاب الأضحية میں حضرت زید بن ارقمؓ کی وساطت سے یہ روایت پیش کی ہے کہ ایک دفعہ صحابہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

یا رسول اللّٰہ ما هذه الأضاحی؟ قال سنة أبيكم ابراهيم عليه السلام (ابن ماجه: ح ۳۱۲۷)

"یہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک یادگار ہے"

آپ ﷺ نے خودبنفس نفیس مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے بعد مدنی زندگی

کے ہرایک سال اس کارنامے کی تجدید کی ہے صاحب مرقاۃ شارح مشکوٰۃ علامہ علی بن سلطان القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ المعروف بملا علی القاری فرماتے ہیں:

ومما يدل على الوجوب مواظبته عليه الصلوٰة والسلام عشر سنين مدة اقامة بالمدينه (مرقاة المفاتيح: ج ۳، ص۳۰۲)

"قربانی کے وجوب اور اہمیت پر دیگر دلائل کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی زندگی کے دس سال اس کوجاری رکھا"

اور یہی وجہ ہے کہ اس سے چند سطور قبل اسی صفحہ پر فرماتے ہیں وهي مشروعة فی اصول الشرع بالاجماع "یعنی قربانی کی مشروعیت امت مسلمہ کا ایک اتفاقی مسئلہ ہے" اورکسی نے آج تک باوجودیکہ قربانی کے حکم میں اختلاف رہا ہے لیکن عدم جواز پر قول نہیں کیا ہے اور نہ کسی میں یہ جرأت ہے کہ وہ قربانی کو اسلام کے مخالف قراردیدے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ایسافعل جس کوآپ ﷺ نے اپنے دورِنبوت کے اہم ترین حصہ میں جاری رکھ کراس پر مدنی زندگی میں دوام اورمواظبت کی ہے صحابہ کرام کوقولی احادیث کی وساطت سے ترغیب دی ہے اورصحابہ کوکرتے ہوئے دیکھ کراس کی تحسین کی ہے قربانی سے انکار یااس کی حقیقت کومسخ وہ شخص کرسکتا ہے جواسلام کا لبادہ اوڑھ کر منافقانہ اور زنادقہ کی زندگی اختیار کرے، ورنہ ایک مسلمان بحیثیت مسلمان کبھی اس حقیقت کو پامال نہیں کرسکتا۔

مفسرین وائمہ مجتہدین کی آراء

ائمہ اربعہ مجتہدین میں سے امام امالکؒ، امام شافعیؒ ،امام احمدؒ اوراحناف میں سے امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک سنت موکدہ ہے ملاحظہ ہو شرح جامع الصغیر جلد ثانی صفحہ نمبر ۱۳۷اور بحرالرائق جلد ثامن صفحہ نمبر ۱۷۳اوررئیس الائمہ سیدنا امام ابوحنیفہؒ

کے نزدیک خاص شروط کی رعایت کے بعد واجب ہے ملاحظہ ہو (هداية: ج ٤، ص ٤٤٣)

قربانی کی اہمیت دیگر دلائل کے علاوہ قرآن مجید کی اس آیت سے بھی واضح ہوجاتی ہے کہ ہے خداوندعالم نے حبیب محمد مصطفیٰ سیدالرسل ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اپنے رب کیلئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں مشہور تفسیر بحر المحيط میں جلد سادس صفحہ نمبر ۵۲۰ پر اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے قال انسؓ كان ينحريوم الاضحى قبل الصلوٰة فامران يصلي وينحر وقاله قتادة "یعنی اس سے قبل عید کے دن نماز سے قبل قربانی کی جاتی تھی اس آیت میں خدا نے مسلمانوں سے فرمایا کہ نماز پڑھ کر بعد میں قربانی کی جائے" اور مشہور مفسر علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں اس مقام پر لکھتے ہیں والا كثرون على ان المراد بالنحر نحرالأضاحى وأستدل به بعضهم على وجوب الأضحية "اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس نحر سے مراد عید الاضحیٰ کی قربانی ہے اسی بناء پر بعض نے وجوب پر قول کیا ہے"

اور قربانی میں اخلاص کا یہی پیغام خدا نے ایک دوسری جگہ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْيَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام:١٦٢)

"آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔"

ایک شبہ کا ازالہ

اِن آیات میں خطاب خاص سے ہرگز یہ وہم نہ کیا جائے کہ ہوسکتا ہے کہ قربانی کی یہ اہمیت آپ کے ساتھ تہجد کی طرح خاص ہو اور ممکن ہے کہ دوسری امت کے

لئے اس کا درجہ وہی ہو جو تہجد کا ہے کیونکہ جو امور آپ ﷺ سے خاص تھے اور امت کے لئے ضروری نہیں تھے آپ ﷺ نے کبھی ان امور کے ترک پر کسی کو ملامت نہیں کی بلکہ بسا اوقات اگر صحابہ کو ایسے امور پر مداومت کرتے ہوئے دیکھا تو ان کو اس دوام اور اصرار پر ڈانٹا بھی ہے لیکن قربانی کے مسئلہ پر بسا اوقات آپ ﷺ نے اعادہ کا حکم دیا ہے مشکوٰۃ شریف کے کتاب الاضحية میں جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ایک دفعہ میں عید الاضحیٰ کی نماز میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک تھا نماز اور خطبہ کے اختتام کے بعد آپ ﷺ جب مسجد سے نکلے تو آپ ﷺ نے گوشت دیکھا جس کی قربانی نماز عید سے قبل ہوچکی تھی آپ نے اعلان فرمایا کہ جس نے نمازِ عید سے قبل قربانی کی وہ دوبارہ قربانی کرے ظاہر بات ہے کہ قربانی اگر آپ کے ساتھ خاص ہوتی، تو آپ ﷺ یہاں پر اعادہ کا حکم نہ فرماتے اس اعادہ سے ایک دوسری بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ قربانی کی شریعت محمدی ﷺ میں کتنی اہمیت ہے کہ وقت مخصوص سے قبل قربانی کرنے پر اس کے اعادہ کا حکم دیا جاتا ہے جندب بن عبداللہؓ کی یہ حدیث متفق علیہ روایت ہے جس سے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تاہم بعض کی طرف سے بعض احادیث پر کلام ہوا ہے تو وہ ان کی ذاتی رائے ہے ورنہ محدثین کے ہاں اس کو اعتبار نہیں دیا گیا اس روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت جو اس سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل ہے ہمیں ملتی ہے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

قال قال رسول اللهﷺ من وجد سعة فلم يضح فلايقربن مصلانا (مسند احمد: ح ٨٢٥٦)

"جس نے باوجود طاقت واستطاعت ہونے کے قربانی نہیں کی نماز پڑھنے کی زحمت نہ کرے"

اگر چہ اس روایت کی ضعف پر ابن حزمؒ نے المحلی کے صفحہ ۴۱۶ پر قول نقل کیا ہے لیکن ان کا وہ رد بھی اجمالی ہے جس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس حدیث کو ساقط عن البحث قرار دیا جائے بلکہ خود علامہ ابن حزمؒ مجبور ہو کر فرماتے ہیں

ولاخلاف فی کونها من شرائع الدین (اوجز المسالك: ج ۳ ص ۱۱٤)

"پھر بھی اس کے شرائع دین ہونے میں کسی کا خلاف نہیں ہے"

اعتراضات کے جوابات

آمدم برسرِ مطلب قربانی کی اہمیت واضح کرنے کے بعد اب ان چار باتوں کا جواب پیشِ خدمت ہے سب سے پہلی بات حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا عمل ہے کہ ان دونوں حضرات نے عمر بھر کبھی قربانی نہیں کی تو اس کا جواب ملا علی قاریؒ نے یہ دیا ہے:

وفیه انه محمول علی انهما ماکانا من اهل الوجوب

"ان کے قربانی نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں پر عدم استطاعت کی وجہ سے قربانی واجب نہیں تھی" (مرقاة: ج۳، ص ۱۰۷۷)

اوران دونوں حضرات کا فقروفاقہ اور غربت کی زندگی اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو مستند تاریخ کی روشنی میں ان حضرات کی زندگی دیکھیں ورنہ اگر یہ ہوتا کہ باوجود واجب ہونے کے قربانی نہیں کرتے تھے، تو یہ دونوں حضرات قربانی کی سنیت کے کیسے قائل تھے جبکہ ان کا عقیدہ تھا کہ قربانی شعائر اسلام میں سے ہے اور سنت رسول ﷺ ہے ملاحظہ ہو

وأكثر أهل العلم یرونها سنة موكدة غیرواجبة روی ذلك عن أبی بكر وعمر و بلال وأبی المسعود البدری رضی الله عنهم

"اکثر اہل علم کے نزدیک قربانی واجب نہیں ہے لیکن سنت موکدہ ہے اور یہی ابوبکر وعمر و بلال سے مروی ہے" (اوجز المسالك ج ٤ ص ٢١٤)

اوربغیر رعایت شروط کے بھی کوئی قربانی کے وجوب کے قائل نہیں ہے اور عبداللہ ابن عباسؓ کا عمل جو بحوالہ بدایة المجتهد نقل ہے کہ ابن عباسؓ دو روپے کا گوشت قربانی میں دیا کرتے تھے تو یہ غالباً اس وقت کی بات ہے جس دور میں قربانی واجب نہیں تھی ورنہ دوسری طرف حضرت ابن عباس سے باقاعدہ قربانی میں شرکت بھی مروی ہے

عن ابن عباسؓ کنامع رسول اللہ ﷺ فی سفر فحضرالأضحی فاشترکنا فی البقر سبعة (مشکوٰة: ج ۱، باب الاضحیة)

''ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں عید کے موقع پر ہم نے آپ کے ساتھ مل کر سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کی ہے''

تو اگر دو درہم کی قربانی جائز اور عمل متواتر ہوتی تو اس میں باقاعدہ ۱/۷ میں کیوں شریک ہوتے اور ابن حزمؒ کا قول جو حضرت بلالؓ کے بارے میں منقول ہے کہ مرغ کی قربانی کی جگہ اس کی قیمت کو خیرات کرنے کو بہتر تصور کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچنے کے بعد قربانی کی حیثیت کو ہرگز متاثر نہیں کرسکتی درحقیقت حضرت بلالؓ کا مقصد دورِ جاہلیت کی رسم کی تردید ہے دورِ جاہلیت میں جو لوگ قربانی کی استطاعت نہیں رکھتے تھے وہ مرغ کی قربانی کیا کرتے تھے حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ اس جاہلیت کی قربانی سے مجھے یہ بہتر ہے کہ اس رقم کو تصدق کردوں اور مرغ کی قربانی مجوسیوں کی رسومات سے ہے

وفی أُصول التوحید للامام الصفار والتضیحة بالدیك والدجاجة فی ایام الأضیحة ممن لاأضحیة علیه لإعساره تشبیها بالمضحین مکروه لانه من رسوم المجوس (فتاوی هندیه ج ٥ ص ٣٠٠)

"یعنی قربانی کے دن جن پر عدم استطاعت کی وجہ قربانی واجب نہ ہوتو قربانی
والوں سے مشابہت کے لئے مرغ یا مرغی کی قربانی کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ
مجوس کی عادات اور رسوم میں سے ہے"

ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسے مخلص عاشقِ رسول اپنے آقا اور محبوب کے فعل سے کسی دوسرے فعل کو بہتر سمجھے باقی رہا علی ابن حسینؓ کا وہ قول جو بحوالہ نیل الاوطار نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی بنوہاشم اپنی طرف سے کافی سمجھتے تھے اور بنی ہاشم میں سے کسی شخص کو کئی سالوں تک اپنی طرف سے علیحدہ قربانی کی ضرورت پیش نہ آئی، علی ابن حسینؓ کے اس اثر کا جواب خود صاحب نیل الاوطار علامہ شوکانیؒ نے دیا ہے صاحب مضمون اگر اس حدیث سے ذرا ایک ورق آگے جاتے تو شاید اس اثر کا جواب ان پر ظاہر ہوجاتا اسی نیل الاوطار کی جلد رابع صفحہ ۳۴۲ پر فرماتے ہیں کہ

فیکون قرینه علی ان تضیحة رسول اللهﷺعن غیر الواجد ین
من امته (نیل الاوطار: ج، ٤،ص ٣٤٢)

"آئندہ احادیث اس بات پر قرینہ ہے کہ آپ کی قربانی غربا اور غیر اہل کی
طرف سے تھی"

یعنی یہ قربانی ان لوگوں کی طرف سے کافی سمجھی جاتی تھی جو لوگ قربانی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کی کفایت اس دور سے خاص ہے اس کی کفایت تمام امت سے نہیں ہے اور ایک دور کے لوگوں پر عدم وجوب کا حکم دوسرے دور کے لوگوں کے لئے ثابت نہیں ہوسکتا اور یہی وجہ ہے کہ علی ابن حسین کی اس

روایت میں اسی کفایت کے ذیل میں یہ الفاظ ہیں فمکثنا سنین یہ جواب بھی قاضی شوکانیؒ نے اسی صفحہ پر دیا ہے مگر راجح پہلا جواب ہے کیونکہ روایت میں دعا کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا اللهم هذا غرقی شاهد عن امتی جمیعاً من شهد بالتوحید وشهد بالبلاغ الخ اس تمام امت کی طرف سے ہے جو تیری وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دے جو تمام امت کے غربا کی طرف سے ہونے پر دال ہے۔

(الحق ج ۱۹، ش ۱۲، ص ۳۵، ستمبر ۱۹۸۴ء)

خطاب

شیخ الحدیث حضرت مولانا

مفتی سیف اللہ حقانی صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیف اللہ حقانی

تعارف

مولانا مفتی سیف اللہ حقانی دارالعلوم سے تحصیل علم کے بعد مختلف اداروں میں پڑھاتے رہے اور شوال ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں دارالعلوم حقانیہ میں خدمات تدریس پر مامور ہوئے ساتھ ساتھ مولانا مفتی محمد فرید مدظلۂ کے معاون مفتی رہے اور ان کے بعد افتاء کے بیشتر ذمہ داری ان پر آپڑی حضرت شیخ الحدیث سے خصوصی تعلق اور ناچیز سے مخلصانہ محبت رہا، تادم تحریر دارالعلوم میں مصروف خدمت ہیں، اپنے جاری کردہ فتاویٰ کا ایک بڑا حصہ مرتب کررہے ہیں ساتھ ہی دارالعلوم کے شعبۂ تخصص سے ہٹ کر اپنے طور پر فقہ وافتاء میں تخصص کا آزادانہ خدمت بھی انجام دے رہے ہیں۔

اکابر دیو بند اور مسلک اعتدال

مخالف کو بھی اچھے القاب سے یاد کرنا

دیو بند کے اکابر اعتدال کے حامل اور افراط وتفریط سے بیزار ہیں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مجلس میں ایک دفعہ کسی مرید نے فرقہ بریلویہ کے مقتداء کا ذکر ''احمد رضا خان بریلوی'' سے کر دیا، ان کے نام کیساتھ مولانا کا اضافہ نہیں کیا، اس پر حکیم الامتؒ سخت غصہ ہوئے اور اس بے باکی پر مرید کا سخت مواخذہ کیا مرید نے کہا حضرت! شاید آپ کو معلوم نہیں وہ تو آپ کو کافر کہہ رہے ہیں، اس پر حکیم الامتؒ نے فرمایا: ''یہ ان کی غلط فہمی ہے اور ہم تو ان کے علم کی قدر کرتے رہیں گے''۔

حضرت مدنی اور تھانوی کے درمیان غایت محبت

باوجود اس کے کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کے درمیان سیاسی اختلاف تھا، مگر اس کے باوجود ایک دوسرے سے غایت عقیدت ومحبت تھی اور آپس میں آنا جانا تھا اور ہر ایک یہ فرمایا کرتے کہ میری رائے پر نص تو نہیں وارد ہوا ہے ممکن ہے ان کی رائے درست ہو۔

عملی سیاست میں حصہ لینا طالب علم کیلئے زہر قاتل ہے

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سیاست کر رہے تھے، مگر طلبہ کو اسکی اجازت نہیں دیتے تھے کبھی طلبہ کو سیاست میں نہیں دھکیلا، راقم الحروف کی رائے ہے کہ یہ اسلئے کہ دوران طلب علمی میں سیاست میں حصہ لینا طالب علم کیلئے زہر قاتل ہے، میں نے خود دیکھا ہے کہ ایسے طلباء علم سے محروم رہ گئے ہیں۔

بیعت وارشاد میں اعتدال

حضرت مولانا اعزاز علی مرحومؒ، شیخ الادب ومفتی دارالعلوم دیو بند نے اپنی مشہور کتاب ''نفحة العرب'' میں یہ عنوان قائم کیا ہے العلم لا یعطیك بعضه حتی تعطیه کلك ''یعنی علم تم کو اپنا بعض حصہ دے گا جب کہ آپ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے حوالے کردے'' اور اس لئے تو امین اللہ فی الارض مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ طلبہ کو بالکل بیعت نہ کراتے اور امیر العارفین حضرت مولانا خواجہ محمد عبدالمالک صاحبؒ بیعت تو کراتے مگر کامل توجہ نہیں دیا کرتے تا کہ تحصیل علم میں خلل نہ ہو۔

علم کی اہمیت وفضیلت

علم کی اہمیت مقدمہ نور الایضاح کے اس مسئلہ سے جان لیجئے کہ:

ان العلماء قد اتفقوا علی أن مطالعة الکتب واعادة الأسباق و مذاکرتها أفضل من النفل فما ظنك بغیر ها

''علماء سابقین کا اس پر اتفاق ہے کہ کتابوں کا مطالعہ، اعادۃ الاسباق اور مذاکرۃ الاسباق نفلی عبادت سے افضل ہے پس غیر نفلی عبادت کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے''؟

وقال الامام الأ جل محمد بن الحسن الشیبانیؒ فان فقیهاً واحداً

متواراً أشد علی الشیطان من ألف عابدٍ شاہین احناف امام محمدؒ کا یہ قول بھی علم کی اہمیت کی روشن دلیل ہے اور بہت بڑی دلیل علم کی اہمیت کی یہ حدیث ہے :

عن الحسن البصری قال سئل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن رجلین کانا فی بنی اسرائیل أحد هما کان عالماً یصلی المکتوبة ثم یجلس فیعلم الناس الخیر والاخر یصوم النهار و یقوم اللیل ، أیهما أفضل؟ قال رسول اللّٰه ﷺ فضل هذا العالم الذی یصلی المکتوبة ثم یجلس فیعلم الناس الخیر علی العابد الذی یصوم النهار ویقوم اللیل کفضلی علی أدنا کم رجلا (سنن الدارمی:ح ٣٦٦)

''یعنی وہ عالم جو نوافل کے بجائے علم دین کی تعلیم، درس وتدریس کرتا رہتا ہے اس کو اس عابد پر جو دن ورات نوافل میں مشغول رہتا ہو اتنی فضیلت حاصل ہے جتنی کہ پیغمبر خدا کو ایک ادنیٰ مسلمان پر حاصل ہے''

اعتدال کی تلقین

مولانا فضل الرحمٰن مدظلہٗ جب جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے کمسن اور مبتدی طالب علم تھے داڑھی ابھی پوری نہیں نکل آئی تھی ، اس زمانہ میں جامعہ حقانیہ میں ایک انجمن بنام ''انجمن تمرین البیان'' میری سربراہی میں قائم تھا جس کے ارکان میں کمسن مولانا فضل الرحمٰن اور کمسن مولانا مفتی رشید احمد مرحوم بھی تھے انجمن کے اجلاسوں میں مفتی رشید احمد مرحوم از روئے خوش طبعی کے کبھی نہ کبھی ایسی بات کہنے لگ جاتے جو ساتھیوں میں پھوٹ پڑنے کا سبب متوہم کیا جاتا تو ایسے مواقع پر کمسن مولانا فضل الرحمٰن اپنے بڑے اور عظیم والد کی طرح اعتدال میں رہنے کی خوب تلقین کیا کرتے۔

فروعی مسائل میں اعتدال

پٹھانوں کے بعض علاقوں میں دواد (ض) وظاد کے بارے میں سخت اختلاف ہورہا تھا کہ ڈیرہ اسماعیل خان کے بعض دیہات میں اس اختلاف کی وجہ سے مساجد کو بھی تقسیم کیا گیا اور عالم قسم کے لوگ بھی حج وغیرہ کے موقع پر مسجد حرام کے امام کی اقتداء میں نماز اسلئے نہیں پڑھا کرتے کہ وہ دواد (ض) سے نماز پڑھاتے ہیں حضرت مولانا مفتی محمودؒ اللہ تعالیٰ کے ایک خصوصی مجلس جوان کے گاؤں ''عبدالخلیل'' میں ان کے حجرہ میں منعقد تھا جس میں چند دیگر ساتھیوں کے ساتھ میں بھی اس مجلس میں شریک تھا، مفتی صاحب کے اس مجلس میں کسی ساتھی نے اسی مسئلہ کو چھیڑا کہ بعض ساتھی مسجد حرام کے امام کی اقتداء میں اسلئے نماز نہیں پڑھتے ہیں کہ وہ ''دواد'' سے نماز پڑھاتے ہیں اس پر حضرت مفتی محمود صاحب نے فرمایا کہ میں تو جب بھی مسجد حرام میں لاکھوں کی تعداد میں نمازیوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ امام الحرم کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں یہ منظر مجھے بے حد اچھا لگتا ہے یہاں تک کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ لوگ نماز پڑھیں اور میں ان کو دیکھتا رہوں اور میرے نزدیک وہ مفتی واجب القتل ہے جو یہ فتویٰ دے رہا ہے کہ مسجد حرام کے ان لاکھوں نمازیوں کی نماز اسلئے صحیح نہیں کہ امام الحرم ''دواد'' سے نماز پڑھاتے ہیں اور حضرت مولانا عبدالحقؒ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ایک رکعت میں ''دواد'' تو دوسری رکعت میں ظاد پڑھا کرتے۔

شیخ الحدیثؒ اور سلیقہ تربیت

ایک سال کسی وجہ سے میں اسباق کی افتتاحی تقریب میں شریک نہ ہوا ، دوسرے دن صبح گیارہ بجے مولانا گل رحمٰن ناظم اعلیٰ جامعہ حقانیہ نے حضرت الاستاذ عبدالحق کا پیغام پہنچایا کہ دفتر اہتمام حاضر ہو جاؤ میں بغیر کسی تاخیر کے حضرت کے پاس

حاضر ہوا سلام و مصافحہ کے بعد مجھ سے فرمانے لگے" گوره بچیه پرون چه ته زمونګ په تقریب کے نه وے، نو زمونږ تقریب ډیرے رونقه وو " ایک دفعہ حضرت الاستاذ مولانا عبدالحقؒ نے دارالعلوم کے ایک مدرس (جس کے پاس موٴطائین وسنئین کے اسباق تھے) سے فرمانے لگے کہ مولانا ان چار اسباق سے ایک سبق سیف اللہ کے حوالہ کریں کیونکہ میں نے اس سے اس کا وعدہ کیا ہے، وہ مدرس اس کیلئے تیار نہ ہوئے اور مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، اس پر حضرت الاستاذ مولانا عبدالحقؒ کبیدہٴ خاطر ہوئے اور میری حوصلہ افزائی کیلئے مجھ سے فرمانے لگے" رازه بچیه ته په خپل ځا ن دااومنه چه زما استاذچه سه خو خه وی نوزه به هغه خوخه ووم، اوبچیه صحیح معلومه نه ده ممکنه ده چه ټول دارالعلوم اللّٰه تعالیٰ دستا په لاس کے درکړی" بیٹے آپ اپنے آپ سے یہ تسلیم کرائیں کہ میرے لئے میرا استاذ جو کچھ بھی پسند کرے اسی میں اس کو پسند کروں گا اور بیٹے کچھ معلوم نہیں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ تمام دارالعلوم آپ کے ہاتھ دے دیں۔

غلطی پر تنبیہ میں اعتدال

فتویٰ کے باب میں میں حضرت الاستاذ مولانا مفتی فرید صاحب کے ساتھ طویل عرصہ تک رہ چکا ہوں، میری کوشش ہوتی کہ ہر سوال و استفتاء کا جواب میں لکھوں تا کہ حضرت میرے ہر جواب کی تصدیق وتصویب فرمایا کرتے مگر جب بھی میرا کوئی جواب غلط ہوتا تو حضرت نے مجھ سے کبھی یہ نہ فرمایا کہ یہ جواب غلط ہے اس کو درست کرلو، بلکہ فرماتے" دا جواب مکمل نه دے مکمل ئے کړه" یہ جواب مکمل نہیں اس کو مکمل کرو تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا، اور درست جواب لکھنے پر اس کی تصدیق وتصویب فرماتے۔

دنیاوی بودوباش میں اعتدال: مولانا درخواستی مفتی محمود کی مثالیں

حضرت الاستاذ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ تعالیٰ خانپور میں ایک جھونپڑی نما مکان میں رہا کرتے تھے، مریدین ومعتقدین کی شدید اصرار کے باوجود حضرت نے مکان کی جدید تعمیر کی اجازت نہ دی مگر حضرت جب حج پر گئے، تو ان کی غیر حاضری میں معتقدین نے ان کی اجازت کے بغیر مکان کی جدید تعمیر کر دی۔

حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ کے گاؤں" عبدالخلیل ڈی آئی خان" میں پانی کا ایک تالاب جس کو پنیالہ کے ٹیوب ویل سے پانی آتا، اس تالاب سے لوگ گھروں کو پانی لیجاتے، ایک دفعہ لاہور کے کسی مرید نے آپ سے کہا کہ حضرت! میں چاہتا ہوں کہ آپ کے گھر میں ایک پختہ کمرہ بنادوں اور اسکے اوپر پانی کی ٹینکی، تا کہ اہل خانہ کو گاؤں کے تالاب سے پانی لے آنیکی دقت پیش نہ ہو اس پر مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ جب کہ گاؤں کے سب لوگ اور ان کے بچے اس تالاب سے پانی لیجاتے ہیں تو مفتی محمود کے بچے بھی اس ہی تالاب سے پانی لیتے رہیں گے مگر حضرت مفتی صاحبؒ بھی حج پر تشریف لے گئے تو ان کی غیر حاضری میں اس مرید نے حضرت مفتی صاحب کی اجازت کے بغیر ان کے اسی گھر میں ایک پختہ غسل خانہ بنا کر اس کے اوپر پانی کی ٹینکی بنائی حضرت مفتی صاحب کا حجرہ کچہ، گھر کچہ تھا اور گھر کے دروازہ معمولی قسم کے لوہے کی چادر سے بنا ہوا تھا۔

اختلاف رائے اور مولانا سمیع الحق کی وسعت ظرفی

۱۹۹۱ء میں جب امریکہ عراق پر حملہ آور ہوا تو عراق کے حق میں سب سے پہلے میں نے فتویٰ دیا، جس کو لوگ سعودیہ کے خلاف سمجھنے لگے اور حضرت الاستاذ مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم اوران کی جماعت سعودیہ کے حق میں اورعراق کے خلاف تھے

اور جمعیۃ (ف) عراق کے حق میں تھا، اسلئے اس نے میرے اس فتویٰ کی خوب اشاعت کی، اس پر جمعیۃ (س) کے اہم رہنماؤں نے حضرت الاستاذ کو میرے خلاف شکایت کی، شکایت پر حضرت الاستاذ ان رہنماؤں سے فرمانے لگے کہ کیا آپ اسکی ضمیر کو تالہ لگانا چاہتے ہو؟ یہ (سیف اللہ) مفتی ہے یہ اس فتویٰ دینے کے پابند ہیں جو اسلامی تعلیمات کے موافق ہو اگر چہ میری رائے کے مخالف ہو، اگر یہ اسلامی تعلیمات کے بجائے میری رائے کا لحاظ رکھے تو پھر یہ مفتی نہ ہوگا، حضرت کے اس جواب پر میرا پسینہ خشک ہوا، اور میرا دل بے اختیار کہنے لگا یا اللہ! آپ جس کو جتنا بڑا مرتبہ عطا فرماتے ہو تو دل بھی اتنا بڑا اور سینہ بھی اتنا بڑا فراخ عطا فرماتے ہو۔

پیارے اور عزیز طلباء ساتھیو! دیوبند کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا ”کہ صحابہؓ کا قافلہ جارہا تھا اور یہ (اکابرین دیوبند) پیچھے رہ گئے تھے“۔

۱۹ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ

خطبات

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہٗ

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف

مولانا حقانی مدظلہٗ عزیز ترین تلامذہ اور متعلقین میں سے ہیں، دارالعلوم، ناچیز اور شیخ الحدیث سے گہری تعلق ہیں، مکتوبات مشاہیر اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اس سرگذشت سے مرحلہ بہ مرحلہ وابستگی قرب و اتحاد محبت اور تعلق واضح ہوتا ہے۔ اللہ نے تصنیف وتالیف اور تحریر وتقریر میں امتیازی صفات سے نوازا ہے، حضرت داؤد کیلئے لوہے کی تسخیر کی طرح انہیں کسی کتاب کی تدوین وترتیب اور پھر فوری اشاعت کے ہفت خوان کو سر کرنے کا ملکہ دیا ہے۔ اللھم زد فزد اس وقت بھی شاد اللہ بخاری شریف کے بعد امام مسلم کی کتاب ضخیم کا جامع شرح لکھ رہے ہیں، علم و دین اور تحقیق وتالیف کے میدان میں فتوحات کے جھنڈے گاڑتے جا رہے ہیں۔

ہدایت اور فرمانبرداری، بغاوت اور سرکشی

دو راستے، دو کردار اور دو ٹھکانے

ہفتہ کے روز سے دارالعلوم میں ششماہی امتحانات منعقد ہو رہے تھے، دُنیوی امتحان کی فکر، نتائج اور کامیابی وناکامی کے تصوّرات سے زندگی کے امتحان اور اُخروی نتائج اور ثمرات کی فکر اور تیاری کی انگیخت وتمثیل اور تشویق وترغیب کا اچھا موقع تھا جناب مولانا عبدالقیوم حقانی نے ۵؍جمادی الاوّل ۱۴۰۸ھ بمطابق ۲۵؍دسمبر ۱۹۸۷ء کو اس موقع ومحل کی مناسبت سے درج ذیل خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا جو اب شامل خطبات کیا جا رہا ہے:

الحمد للّٰہ وکفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ فَاَمَّا مَنۡ طَغٰى ○ وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا○ فَاِنَّ الۡجَحِيۡمَ هِىَ الۡمَاۡوٰى○ وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى ○ فَاِنَّ الۡجَنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى (النازعات ۳۷ تا ۴۱)

دنیا کا دارالامتحان اور پرچۂ سوالات

حضرات! ربّ ذوالجلال، پروردِگارِ عالَم، اپنے اس مبارک کلام میں یہ بتانا

چاہتے ہیں کہ اے انسان! میں نے تجھے دارالامتحان میں بھیجا ہے، یہ دُنیا دارالامتحان ہے، امتحان گاہ اور امتحان کا ہال ہے، اللہ پاک امتحان کا پرچہ سوالات آؤٹ کر چکے ہیں جس کے سوالات بھی اور جوابات بھی پہلے سے شرکائے امتحان کو معلوم ہو چکے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ شرکائے امتحان جب امتحان کے ہال میں بیٹھتے ہیں تو ہزاروں مسائل میں سے ایک سوال ان سے پوچھا جاتا ہے، پہلے سے نہ تو سوال معلوم ہوتا ہے اور نہ اس کا جواب معلوم ہوتا ہے، طلبہ محنت کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں، اسباق اور کورس کی کتابیں اور معلومات یاد کرتے ہیں، محنتی طلبہ راتیں بیدار گذارتے ہیں، تب جا کر ہزاروں مسائل میں سے مطلوبہ سوال کا اُن سے جواب بن پڑتا ہے۔

لیکن پروردگارِ عالم نے دُنیا کو انسان کے لئے دارالامتحان بنایا، پرچہ سوالات آؤٹ کردیا، جوابات پہلے سے بتا دیئے، کامیابی کے نمبرات' انعامات اور درجات بھی آشکارا کردیئے، پرچہ لکھنے کے لئے عمل کا قلم، کردار اور اخلاق کا قلم انسان کے ہاتھ میں پکڑا دیا، پرچہ ہاتھ میں ہے، سوال معلوم ہے، جواب بھی معلوم ہے، اب انسان کا بالخصوص مسلمان کا امتحان یہ ہے کہ اپنے معلومات' خداتعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور اسلام کے ہدایات کے مطابق' اپنے فکر ونظر' اپنے عقیدۂ تصور اور اپنے اعمال واخلاق کو ڈھالتے ہو، فکر ونظر اور کردار وعمل کے قلم سے وہی کچھ لکھتے ہو جو خدا کی بارگاہ میں تم سے مطلوب ہے یا اُلٹی سمت چلتے ہو، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰیO وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاO فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ہِیَ الْمَاْوٰیO وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰیO فَاِنَّ الْجَنَّةَ ہِیَ الْمَاْوٰی(النازعات:۳۷تا۴۱)

''پھر جس نے سرکشی کی ہوگی اور دنیا کا جینا ہی پسند کرلیا ہوگا، سو اس کا تو دوزخ ہی ٹھکانہ ہے اور جو اپنے ربّ کے پاس کھڑا ہونے سے ڈرا اور دل کو خواہشوں سے روکا پھر بے شک اس کا تو جنت ہی مقام ہے''

دو کردار دو رویے

اس آیت میں اللہ پاک نے دو رویّے اور دو کردار بتادیئے ہیں، ایک کردار کامیابی کا ہے جس پر دنیا اور آخرت میں انعام مرتّب ہونا ہے، دوسرا رویّہ اور دوسرا کردار ناکامی کا ہے جس پر سزا مرتب ہونی ہے، دنیا کے دارالامتحان میں ایک روّیہ تو یہ ہے کہ آدمی بندگی اور عبدیت کے حدود سے تجاوز کرکے اپنے خالق اور مالک کے مقابلے میں، اپنے حقیقی محسن اور مربی کے مقابلے میں، خالقِ ارض وسماء کے مقابلے میں سرکشی، بغاوت، عدولِ حکمی اور اعراض وانکار شروع کردے، خدا کی رضا کے مقابلے میں دنیوی منافع اور دنیوی لذتوں اور مفادات کو اپنا مطمح نظر بنالے، یہ رویّہ مذموم ہے، یہ کردار ناکامی کا کردار ہے۔

دوسرا رویّہ اور دوسرا کردار یہ ہے کہ آدمی دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا کاروبار، لین دین، صنعت وحرفت، تعلیم وسیاست یا حکومت اور وزارت، غرض دنیا کے کسی بھی شعبہ میں مصروفِ کار ہو، اپنی اور اپنے خدا کی حقیقت کو نہ بھولے، اسے ہر وقت یہ پیش نظر رہے کہ مجھے آخر ایک روز بارگاہِ لم یزل میں پیش ہونا ہے، اور اپنی زندگی کے انگ انگ کا محاسبہ ہونا ہے اور وہ دنیا میں رہتے ہوئے اپنے نفس کو بری خواہشات سے اس لئے روکے رکھتا ہے کہ اگر اس کی کوئی خواہش پوری کرلی، اللہ کی معصیّت اور بغاوت کا راستہ اختیار کرلیا، ناجائز فائدہ اور ناروا لذت حاصل کرلی تو آخرت میں اپنے ربّ کو کیا جواب دوں گا......

عقبیٰ کی فکر چاہئے دنیا میں بشر کو
بے جا ہے دُنیا کی مہمات میں تشویش

دونوں راستے، نکھر نکھر کر سامنے رکھ دیئے ہیں، اگر کردار وعمل کا قلم لے کر اطاعت ومحبت کا پرچہ لکھا جائے گا تو اپنا مستقل مقام جنت میں پائے گا فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی اوراگر بغاوت وسرکشی، معصیّت اور نافرمانی کا پرچہ لکھے گا تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اورغضب کا مستحق ہوگا اور اپنی مستقل جائے قیام جہنم میں پائے گا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی اللہ پاک نے یہی فکر وتصور اورآخرت کے سنوارنے اور بنانے کے لئے انسان کی فکری قوت کو متوجہ کیا ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (حشر: ۱۸)

”اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (یعنی آخرت) کے لئے کیا سامان بھیجا ہے“

خدائی اکرام کا استحقاق

بہرحال اللہ تعالیٰ نے دونوں کردار واضح کردیئے، اس امتحان میں جو کامیاب ہوگا تو اس کو عزتیں حاصل ہوں گی، رفعتیں حاصل ہوں گی، صرف دنیوی عزتیں ہی نہیں، اس کی کامیابی کا نتیجہ صرف کسی گزٹ میں یا اخبار میں یا رسالہ میں نہیں آئے گا، ریڈیو اور نشریات پر نہیں بلکہ پوری کائنات میں اس کی کامیابی کا ڈنکا بجا دیا جائے گا، اس کی کامیابیوں کا چرچہ ہوگا، اس کے کردار پر دنیائے انسانیت کو فخر ہوگا، فرشتے اس پر رشک کریں گے، خود پروردگارِ عالَم ایسے انسان کے بہترین کردار اور کامیاب اعمال اور خوشگوار امتحان پر فرشتوں کے سامنے بڑے فخر و امتیاز سے اس کی کامیابی کا اعلان فرماتے ہیں کہ دیکھو! یہ ہمارا اپنا بندہ ہے، یہ ہمارے انعام اور اکرام کا مستحق ہے فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی

معصیّت اور بغاوت کا برا انجام

اور جو شخص دوسرا رویہ اختیار کرتا ہے وہ غلط وطیرہ اور غلط طریقہ ہے جو نامرادی اور ناکامی سے ہمکنار کرتا ہے، جس میں غفلت، کسل مندی، عیش وعشرت، کذب ومنافقت کی پگڈنڈیاں ہیں جو بالآخر ہلاکت وضلالت اور قعرِ مذلّت میں اوندھا منہ گرا دیتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے بغاوت کی، دنیا کے فوائد اور لذتوں کو آخرت کی عشرتوں پر ترجیح دی فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ان کے لئے سزا کا اعلان کردیا گیا کہ جہنم ان کی جائے سکونت ہوگی۔

امتحان میں کامیابی کا پرچۂ جواب

بہرحال پرچہ سامنے ہے، سوال بتا دیا گیا ہے، جواب بھی آؤٹ کر دیا گیا ہے، امتحان گاہ اور امتحان ہال میں توفیق اور کردار وعمل کا قلم بھی ہاتھ میں پکڑا دیا گیا ہے، اب مطالبہ یہ ہے کہ اپنے ذہنی اور فکری تصورات، عقائد ونظریات اور کردار وعمل کے قلم سے ہدایتِ ربانی کے تعمیلی نقش ثبت کردیں۔

جب وقت پورا ہونے پر امتحان گاہ سے نکال دیا جائے گا

سب کچھ ہونے کے باوجود اگر غفلت، بے اعتنائی اور بدعملی میں دن گذار دیئے، پرچہ بھی سامنے ہے، کردار وعمل کا قلم بھی ہاتھ میں ہے، پرچہ بھی سامنے ہے، عقیدہ اور نظریات کا قلم بھی ہاتھ میں ہے، پرچہ بھی سامنے ہے، للّٰہیت، اخلاص، جذبۂ عمل اور اصلاحِ انقلابِ اُمت کا قلم بھی ہاتھ میں ہے، پرچہ بھی سامنے ہے اور جوشِ جہاد ملی حمیت اور اتحادِ ملت کا قلم بھی ہاتھ میں ہے مگر قلم کو حرکت نہیں دی، اس سے کام نہیں لیا، اس سے کچھ نقوشِ حسنہ ثبت نہیں کئے حتیٰ کہ امتحان کا وقت پورا ہوگیا، گھنٹی بج گئی، امتحان گاہ کے دروازے بند کئے جانے لگے اور موت نے آغوش میں لے لیا، اور دنیا کے

امتحان کے ہال سے نکال دیا گیا، چونکہ قلم ہاتھ میں تھا، پرچہ لکھنے کا وقت ضائع کر دیا، اب نمبرات وہی لگیں گے جو ناکاموں کو دیئے جاتے ہیں قرآن نے اعلان کردیا ہے:

فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ”ایسوں کی جائے سکونت جہنم بنادی جائے گی“

امتحان میں ناکام لوگوں کا انجام

اگر دنیا کے کسی پرچہ میں ناکام اور فیل ہوگیا تو ساتھیوں میں خفت ہوگی، کمرے کے ساتھی مذاق اُڑائیں گے، ایک خاندان تک خبر ہوجائے گی یا ایک مدرسہ میں طلبہ اور اساتذہ کے سامنے شرمندگی ہوگی، لیکن اگر آخرت کے امتحان میں اور امتحان کے اس بڑے ہال میں فیل ہوگئے، ناکام ہوگئے جس کا نگران پروردِگارِ عالَم ہے، جو تمہارے ظاہری کردار کو بھی دیکھتا ہے، باطنی افکار کو بھی دیکھتا ہے اور دل کی دھڑکنوں کو بھی جانتا ہے جو تمہارے عزائم، نیتوں، حوصلوں اور فیصلوں کو بھی دیکھتا ہے، کردار وعمل اور اسلامی و دینی امتحان میں ناکامی سے عرش وفرش کی مخلوقات اور ربّ کائنات کے سامنے ذلت ورسوائی ہوگی فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ”وہ لوگ جنہوں نے بغاوت کی اللہ کے دین سے“ فکری بغاوت، نظریہ کی بغاوت، عقیدہ کی بغاوت، ذہنی فساد، فکری فساد، عقیدہ کا فساد، نظریہ کا فساد اپنایا وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا کردار وعمل اور فائدہ ولذت کے اعتبار سے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی، یعنی کردار کا فساد اور اعمال کا فساد اختیار کیا، جوڑ توڑ میں، اتحاد واختلاف میں، فرد واجتماع میں، سیاست ونظامِ مملکت میں اور گروہی جتھے بندی میں فساد اختیار کیا۔

نظریہ اور عمل کا فساد

قرآن کی اس آیت میں دو چیزیں ذکر کردی گئی ہیں، ایک قوتِ نظریہ کا فساد اور دوسرا قوتِ عملیہ کا فساد، جس نے اپنی نظری قوتیں اور عملی قوتیں شیطان کی راہ پر ڈال

دیں، وہ رحمان کے نظرِ عنایت سے محروم ہوگیا، موجودہ دور میں روس کا نظریہ اور روسی عمل اس کا صحیح مصداق ہیں کہ نظریہ بھی فاسد ہے اور عمل بھی فاسد۔

مارکس، لینن، سٹالن کا نظریۂ دہریّت

سوشلزم کے بانی کارل مارکس اور اس کے شارح لینن‘ مسٹر انجلز جو مارکس کا دست راست اور مارکسی نظریہ کا شارح ہے اور مارشل سٹالن جو سوویت یونین کا سربراہ رہ چکا ہے اور جو لینن کا جانشین سمجھا جاتا ہے، ان سب کا پختہ عقیدہ ہے کہ یہ عالم کائنات‘ خود بخود ایک مقناطیسی نظام کے تحت رواں دواں ہے، اس کا نہ کوئی خالق ہے، نہ مالک ہے، نہ موجد اور صانع ہے اور نہ مدبر او رمنتظم، فرشتے، انبیاء اور جنت دوزخ کچھ بھی نہیں، یہ سب مکر وفن کی باتیں بلکہ سوویت یونین میں جگہ جگہ خدا تعالیٰ کے وجود لم یزل کی تحقیر وتذلیل کر کے اوراس کے خلاف باغیانہ لٹریچر تقسیم کر کے لوگوں کے دلوں سے خدائی عظمت نکال دینے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

روسی نظام‘ توہین خدا اور انتقام

سوویت یونین میں حکومت کی سرپرستی میں کئی ایک ایسی انجمنیں قائم ہیں جو کئی ڈیزائنوں اور چھوٹی بڑی سائز کے مختلف پوسٹر چھاپ کر، دیواروں پر، بلڈنگوں اور بلند عمارتوں پر، جگہ جگہ سڑکوں پر، عوامی اجتماعات اور گذرگاہوں پر، تفریح گاہوں، کلبوں اور تھیٹروں غرض ہر جگہ تشہیر اور تبلیغ کی غرض سے آویزاں کردیئے گئے ہیں، جس میں دکھایا گیا ہے کہ ایک سفید ریش شخصیت‘ برگزیدہ شخصیت کی تصویر ہے جو بڑے جبّہ اور عمامہ میں ملبوس ہے اور دکھایا گیا ہے کہ وہ ابر آلود آسمان سے نیچے اُتر رہا ہے اور نوجوان، مزدور، کسان اور فوجی یونیفارم میں ملبوس اسے پاؤں سے ٹھوکریں مار رہے ہیں، دھکے

دے رہے ہیں اور اس کے نیچے جلی سرخیوں میں لکھا ہوا ہے کہ سوویت یونین کے مزدور زمین کے بادشاہوں کی طرح آسمان کے خدا کو بھی بلندیوں سے پھینک رہے ہیں۔

نظریۂ اشتراک واباحیّت

کارل مارکس کا نظریہ ہے کہ ہر مرد، ہر عورت سے خواہ وہ اس کی اپنی ماں، بہن اور بیٹی ہی کیوں نہ ہو، جب چاہے شہوت رانی اور صحبت جنسی کرسکتا ہے اور اب روس میں مرد وزن کا جنسی اختلاط آزادانہ طور پر مروّج ہوچکا ہے، یہ تو روسی انقلابیوں کا نظریاتی فساد ہے۔

کارل مارکس اور جھوٹ کی اشاعت

کارل مارکس اور اس کے رفقاء کہتے ہیں کہ اپنے مذموم مقاصد اور باطل نظریات کی ترویج اور اشاعت کے لئے جھوٹ بولو، موجودہ مغربی سیاست کا وطیرہ بھی یہی ہے کہ جھوٹ بولو، خوب بولو، کبھی ادب کی شکل میں، کبھی تحریر کی شکل میں، کبھی تقریر اور خطابت کی شکل میں، بیانات اور نشریات کی شکل میں، ریڈیو، ٹیلیویژن کی شکل میں، اس قدر کثرت سے جھوٹ بولو، بار بار بولو کہ عام لوگ تو یقین کرنے لگیں، خود بھی اپنے جھوٹ پر سچ کا یقین بن جائے، اس جھوٹ کی اشاعت، اس جھوٹ کی بالادستی کے لئے اگر تلوار چلانی پڑے، کلاشنکوف کے استعمال کی ضرورت ہو، بے گناہ انسانیت کا خون بہانا پڑے، اگر بنی نوع انسان کو گاجر اور مولی کی طرح کاٹنے اور گندم کی طرح لو کرنا پڑے ان کے خون سے تمام زمین لالہ زار بن جائے، کرگذریئے کہ یہی کامیابی ہے۔

روسی نظام کے مظالم اور بنیادی خرابیاں

فسادِ عمل تو اس سے بھی بڑھ کر ہے، روسی حکومت نے روس میں صرف اجتماعی کاشتکاری کے نظام کے نفاذ کی خاطر ایک کروڑ زمینداروں کو قتل کیا ہے، سٹالن نے

کمیونزم کے استحکام کے لئے روس میں ۵؍کروڑ انسانوں کا قتل عام کیا ہے، روسی نظام کا استحکام بھی عملی فساد پر ہوا ہے، جبر و طاقت، قتل و خونریزی، منافقت، فریب کاری اور طبقاتی جنگ اس نظام کی بنیاد اور استحکام کے بنیادی ذرائع ہیں۔ روس میں اکتّیس ہزار مساجد کو مسمار کرکے ۱۹۴۲ء تک صرف تیرہ سو بارہ (۱۳۱۲) باقی چھوڑ دی گئیں۔

ہزاروں دینی مدارس اور علم کے مراکز کو کلبوں، عشرت کدوں، شراب خانوں، کھیل کے میدانوں، تفریح گاہوں اور اصطبلوں میں تبدیل کر دیا گیا، اور آپ روس کی تاریخ دیکھیں اور اس سلسلہ کی رپورٹوں کا مطالعہ کریں تو تاریخ انسانیت میں روسی بہیمیّت اور درندگی کی تمہیں کوئی نظیر نہیں ملے گی، انقلابِ روس کے بعد ۱۹۴۰ء کی رپورٹ کے مطابق بتایا جاتا ہے کہ پچاس ہزار سے زائد جلیل القدر علماء اور محدثین اور رہنمایانِ قوم وملت کو تلوار کی گھاٹ اُتار دیا گیا اور اب افغانستان میں لاکھوں افغان علماء، قائدین، مجاہدین اور عامۃ المسلمین کا جس سفاکی اور درندگی سے قتل عام کیا گیا، اس کے مناظر آپ دیکھ رہے ہیں، تو روسی نظریات کے حامل لوگ دنیا کے دارالامتحان میں ناکام ہوگئے، دنیا بھی برباد ہوگئی آخرت بھی نہ ملی خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

کردار و عمل کا فساد

کردار اور عمل کے فساد کی بات ہو رہی تھی، کردار و عمل کا فساد تاریخ انسانیت میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا رہا اور اس کے مقابلہ میں صحیح فکر و نظر اور اسلامی کردارِ عمل معرکہ آراء رہا......

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

قوتِ عملیہ کا فساد تاریخ میں کبھی فرعون کی شکل میں، کبھی ہامان اور قارون کی

شکل میں، کبھی قومِ لوط کی شکل میں، کبھی ابوجہل اور ابولہب کی شکل میں اور کبھی نمرود کی شکل میں ظاہر ہوتا رہا۔

نمرود کی سرکشی اور مکافاتِ عمل

نمرود کی تاریخ تمہارے سامنے ہے دنیا میں اس کی حکومت اور اقتدار کا ڈنکا بج رہا تھا، خدائی کے دعوے کر رہا تھا، خود کو اپنے زمانے کا سپر پاور کہلواتا تھا اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے مقابلہ اور ربِّ جلیل کی قدرت والوہیت کو چیلنج کرتا تھا، اللہ کے دین' نظامِ دعوت اور توحید و رسالت کو جھٹلاتا تھا اللہ! اللہ! عجیب منظر ہے، ایک طرف کذب ہے، افتراء ہے، تو دوسری طرف صداقت ہے اور نبی کی رسالت ہے، ایک طرف دولت اور دنیا اور بادشاہت کا جاہ و منصب ہے تو دوسری طرف یقین اور ایمان اور نبی کی عظمت ہے، ایک طرف لشکر و سپاہ، اقتدار اور حکومتی جاہ و جلال ہے تو دوسری طرف فقر ہے، غربت و افلاس ہے، للّٰہیت اور خلوص ہے، لاؤ لشکر نہیں، سپاہ اور فوجِ ظفر نہیں، کچھ بھی نہیں سوائے اللہ کی ذات پر بھروسہ کے، مقابلہ ہے اور سخت مقابلہ ہے، نمرود کو اللہ کے دین کے داعی نے ایک مرتبہ دعوت دی دوسری مرتبہ دعوت دی، تیسری مرتبہ دعوت دی۔

اے نمرود! بغاوت چھوڑ دے اللہ کی خالقیّت، معبودیّت، رزاقیّت اور مالکیّت کا اعتراف کر لے، بغاوت اور عصیان وخسران کی راہ ترک کر دے۔

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جب اللہ کے دین کے داعی نے تیسری مرتبہ بھی اپنے پُرخلوص دعوت وتبلیغ کا فریضہ پورا کر لیا تو نمرود اس سے تمسخر کرتا تھا، تم کون ہو جو میرے اقتدار اور حکومت کو، میری خدائی اور عظمت کو چیلنج کرتے ہو؟ اب کی بار نمرود غضبناک تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں تمہارے اللہ کو، اس کی عظمت وقدرت اور اس کی غیبی فوج و سپاہ کو

چیلنج کرتا ہوں، تم بھی اور تمہارا اللہ بھی کل میدان میں آئے، میں بھی اپنے لشکر اور فوج کو ساتھ لے کر آؤں گا، کل میدان میں دیکھا جائے گا۔

صبح ہوئی، سورج طلوع ہوا، نمرود اپنی فوجوں سمیت اقتدار اور حکومت کے نشہ میں مست میدان میں پہنچا، صفیں درست کیں اور اللہ کی ربوبیت اور قدرت کو چیلنج کرنا شروع کر دیا، اپنی کابینہ کے سامنے، اپنے فوجی افسروں اور مشیروں کے سامنے رتجھنے لگا، پروردگارِ عالم' کائنات کے بادشاہ' مالک ارض وسماء نے اپنی فوجوں کو مقابلہ کا حکم دیدیا، فوجیں کیسی؟ فرشتے تھے؟ سپاہی تھے؟ جن تھے؟ ان کے پاس توپیں تھیں؟ کلاشنکوفوں سے مسلح تھے؟ بمبار طیاروں کو ساتھ لائے تھے؟ نہیں نہیں' ہرگز نہیں! یہ تو اللہ کی ضعیف اور کمزور و ناتواں مخلوق اور بڑے کمزور جثہ والی مخلوق مچھروں کی فوج تھی، چھاؤنی کا دروازہ کھول دیا گیا، لاکھوں اور کروڑوں مچھر میدان میں کود آئے، کہتے ہیں کہ اُن کی کثرت سے سورج دکھائی نہیں دیتا تھا، اُن کو حکم تھا کہ اللہ کی قدرت اور ربوبیت کے باغیوں اور نظریہ وعمل کے مفسدوں کی چمڑی اُدھیڑ دو دیکھا گیا کہ ایک ایک نمرودی سپاہی کے وجود پر سینکڑوں مچھروں کی بھیڑ تھی، اُن کے کان، اُن کے رُخسار، آنکھیں، ہاتھ پاؤں، غرض وجود کے گوشت کو نوچ ڈالا اور چند منٹوں میں میدانِ کارزار میں باغیوں کے ہڈیوں کے ڈھانچے کے سوا کچھ بھی باقی نہ بچا، اور ایک رئیس المجاہدین، اور مچھروں کی فوج کا جرنیل، نمرود کے نتھنے کی راہ سے اس کے سر میں اور دماغ میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کے دماغ میں اسے کھرچتا اور نوچتا رہا، نمرود کو بے قراری رہتی، دیواروں کے ساتھ، کبھی فرش کے ساتھ، کبھی جوتوں کی مار کے ساتھ اور کبھی ہتھوڑوں کی ضربوں کے ساتھ اپنے سر کو پٹواتا اور اس طرح چار سو سال تک اُس نے رینگ رینگ کر عرصۂ حیات پورا کیا اور جہنم رسید ہو گیا......

ہم نے دیکھا ہے وہ بت توڑ دیئے جاتے ہیں
جن میں ہوجاتے ہیں اندازِ خدائی پیدا

حضرت عاصمؓ کی شہادت اور مکھیوں سے لاش کی حفاظت

دوسرا منظر ان لوگوں کا ہے جن کی قوت نظریہ اور قوت عملیہ احکام شرعیہ کے مطابق ہے، ان کا معاملہ اور انجام بھی بڑا عبرت انگیز ہے یہ قدرت کا نظام ہے، اس میں بندوں کا کوئی دخل نہیں، تاجدارِ نبوت ﷺ کے ایک محبِّ صادق، حضرت عاصمؓ واقعۂ رجیع کے وقت جب دشمنوں کے نرغے میں آ گئے اور انہیں اپنی شہادت اور دشمنوں کی شقاوتِ قلبی کا اندازہ ہوگیا کہ وہ شہادت کے بعد میری لاش کی بے حرمتی کریں گے، چنانچہ انہوں نے ایسا کیا بھی اور کئی آدمیوں کو تیار کیا کہ وہ حضرت عاصمؓ کی لاش کی بے حرمتی کریں اور ان کے جسم کے ٹکڑے کاٹ کر لے آئیں اس سے پہلے حضرت عاصمؓ نے اللہ کی بارگاہ میں دُعا کی:

''اے اللہ! میں تیرے راستے میں تیرے دین کی بلندی اور عظمت کی خاطر لڑ رہا ہوں، اللہ! تو میرے جسم کی اور میرے گوشت کی اور میرے لاش کی حفاظت فرمایا''

اس دُعا کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عاصمؓ نے غزوۂ احد میں سلافہ کے دو بیٹے جہنم رسید کئے تھے، سلافہ نے اسی وقت سے منّت مان رکھی تھی کہ میں جب تک عاصمؓ کی کھوپڑی میں شراب نہیں پیوں گی، میرا دل ٹھنڈا نہیں ہوگا اور اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص بھی عاصم کا سر کاٹ کر لائے گا، اس کو سو اونٹ انعام دوں گی، چنانچہ واقعۂ رجیع میں جب حضرت عاصمؓ شہید کر دیئے گئے اور کفار نے ان کا سر کاٹنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبِّ صادق اور عاشقِ رسول ﷺ کے جسد کی حفاظت اور دفاع کے لئے شہد کی مکھیوں کی

فوجِ ظفر موج بھیج دی اور ایک دوسری روایت ہے کہ بھڑوں کا لشکر ان کی حفاظت کے لئے اللہ کے حکم سے آ موجود ہوا کفار نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا مگر شہد کی مکھیوں یا بھڑوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور یہ سوچ لیا کہ جب رات کی تاریکی چھا جائے گی اور مکھیاں اڑ جائیں گی تو اس وقت عاصمؓ کا سر تن سے جدا کر کے ایک سو اونٹوں کا انعام حاصل کیا جائے گا اور اس کی کھوپڑی میں سلافہ شراب پی سکیں گی مگر جسے اللہ کی حفاظت منظور ہو، اسے کون ضرر پہنچا سکتا ہے؟ اللہ کی قدرت! کہ رات کو زبردست سیلاب آیا اور حضرت عاصمؓ کی لاش مبارک کو بہا کر لے گیا کفار یہ ماجرا دیکھ کر بحرِ حیرت میں ڈوب گئے کہ یہ کیا ہوگیا؟

بہرحال جب اللہ چاہتا ہے تو مچھروں سے بڑی طاقتوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے تو مکھیوں یا بھڑوں سے اپنے محبوں کی حفاظت کراتا ہے، چونکہ حضرت عاصمؓ کا نظریہ اور عمل دونوں میں توافق تھا، دونوں اسلام کے مطابق تھے، اسے اللہ کی رضا حاصل ہوئی اور اس کی کہانی بھی اس لئے دلچسپ ہے کہ اُس نے اپنے خونِ شہادت سے اُسے صفحاتِ عالم پر رقم کیا......

لکھی جاتی ہے اکثر خون سے صفحاتِ عالم پر
محبت کی کہانی اس لئے رنگین ہوتی ہے

عقیدہ اور عمل کی تکمیل

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى (النازعات: ۴۰۔ ۴۱)

''اور جو اپنے ربّ کے پاس کھڑا ہونے سے ڈرا اور دل کو خواہشوں سے روکا، بے شک اس کا تو جنت ہی مقام ہے''

اس آیت میں قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے یعنی جو

لوگ اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے اور آخرت کے محاسبہ سے ڈرتے ہیں اور اس خیال کو فکرِ آخرت کے تصور کو دل میں جگہ دیتے ہیں، تو وہ خود کو ہر قسم کی بدکاری اور گنہگاری سے دور رکھتے ہیں، ان کا صرف یہ عقیدہ ہی نہیں ہوتا، وہ صرف عقیدہ اور نظریہ تک محدود نہیں رہتے بلکہ قوتِ عملیہ میں بھی اس کی جھلکیاں نمایاں ہوتی ہیں وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى یعنی عملاً بھی وہ اپنے نفس کو شیطانی خواہشات کے اپنانے سے روکتے ہیں، ان کا مقام جنت ہے عالمِ قدس میں انہیں بادشاہت حاصل ہوگی، پروردگارِ عالم کے مہمان ہوں گے، ایسے لوگ ہمہ دَم اور ہر گھڑی یہ آرزو اور تمنا کرتے ہیں کہ ہمیشہ اس حال میں رہیں۔

کامیاب زندگی

بہرحال کامیابی کی زندگی یہ ہے کہ اپنے نفسانی خواہشات اپنے اغراض ومقاصد، مفادات اور عیش وعشرت انفرادی اور اجتماعی زندگی کو شریعت کے احکام اور آسمانی و روحانی ضوابط اور نظام کی لگام دی جائے یہ دُنیا فانی ہے، اس کی عشرتیں فانی ہیں، اس کی لذتیں اور منافع فانی ہیں، یہاں رہ کر، آخرت کی فکر اور آخرت کا گھر بنانا چاہئے، اس سلسلہ میں جس قدر بھی اپنے اکابر اور اسلافِ اُمت کی تاریخ اور حیرت انگیز واقعات پڑھے جائیں گے، ان کی سیرت وسوانح کا مطالعہ کیا جائے گا تو اپنی زندگی سنورے گی، اپنے اعمال بنیں گے، حضورِ اقدس ﷺ والے اعمال پر عمل آسان ہوتا جائے گا جب فکرِ آخرت ہو، جب آخرت کے یقینی محاسبہ کا اندیشہ ہو تو دنیا اور اس کی حشمتیں پرِکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتیں۔

حضرت شاہ غلام علیؒ کا جاگیر کے قبول کرنے سے انکار

حضرت مولانا شاہ غلام علیؒ کو ایک مرتبہ والیٔ ریاست ٹونک جناب میرخان

نے ان کی خانقاہ اور ذاتی خدمت کے لئے ایک جاگیر بطورِ عطیہ پیش کی تو مولانا شاہ غلام علیؒ نے فی البدیہہ یہ کہہ کر ٹھکرا دی کہ......

ما آبروئے فقر و قناعت نہ مے بریم
بامیر خان بگوئی کہ روزی مقدّر است

میں فقر وقناعت کی عزت کو اپنے کردار سے نہیں لٹواتا، جناب میرخان سے کہہ دیجئے کہ ہماری روزی پہلے سے مقدر ہے، تمہارے وظیفہ کا احتیاج نہیں، میرا عبودیت اور بندگی کا مستقل تعلق، اپنے خالق اور رازقِ حقیقی سے بن چکا ہے، مجھے کسی دوسرے کی عنایت اور بخشش کی ضرورت نہیں۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا ملک نیمروز پر ملک نیم شب کو ترجیح

حضرت غوثِ اعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس ملک نیمروز کے حکمران نے درخواست کی کہ میں اپنی ریاست کا ایک حصہ تمہای ذاتی اخراجات اور خانقاہی ضروریات کے لئے وقف کرنا چاہتا ہوں، اگر شرفِ قبولیت بخشا جائے تو باعثِ عزت و افتخار ہو، یہ ایک مستقل ذریعۂ آمد ہوگا آپ نے جواب میں یہ پیغام لکھ کر بھیج دیا کہ......

چوں چترِ سنجری رُخِ بختم سیاہ باد
در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جو نمے خرم

سنجر کی چھتری کی طرح میرا منہ بھی کالا ہوجائے، اگر میرے دل کے اندر تمہاری حکومت وسلطنت اور ملک سنجر کی آرزو بھی ہو، جس وقت سے مجھے آدھی رات

میں اپنے پروردِگار سے ملاقات کی سعادت اور شہنشاہی ملی ہے، اس کے مقابلہ میں میں ملکِ نیمروز کو ایک جو کے بدلے بھی خریدنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

خوب شد اسبابِ خود بینی شکست

حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک دوسرا عجیب اور عبرت انگیز قصہ بھی کتابوں میں نقل ہوتا چلا آیا ہے، لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے شیشہ طلب کیا تو ایک مخلص خادم چینی ساخت کا شیشہ اُٹھائے حاضر خدمت ہوا کہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے سے قبل شیشہ اس کے ہاتھ سے گر کر چور چور ہوگیا، خادم گھبرایا، وجود پر لرزہ طاری ہوا، اور بڑی معذرت اور نادمانہ لہجہ میں عرض کیا کہ حضرت!

ع از قضا آئینہ چینی شکست

حضرت غوثِ اعظمؒ نہ غصہ ہوئے اور نہ ناراضگی کا اظہار کیا بلکہ فی البدیہہ فرمایا کہ......

ع خوب شد اسبابِ خود بینی شکست

یہ دنیا، یہ دولت ، یہ اقتدار اور جاہ و منصب، یہ سرمایہ اور بینک بیلنس سب متاعِ قلیل اور متاعِ ضرور ہیں، یہ سب اسبابِ خود بینی ہیں، عجب اور خود پرستی اِن سے پیدا ہوتی ہے، ہمارے اسلاف کی نگاہ میں ان کی کوئی وقعت نہ ہوا کرتی تھی، فکرِ آخرت کو ہر چیز پر ترجیح حاصل تھی۔

کسی سے دِل نہ لگانے دیا گلستان میں

ہمارے سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے استغناء اور بےتعلقی کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر کسی بادشاہ یا وزیر کے سامنے سرِ نیاز خم نہیں کیا ایک بار محمد شاہ نے نواب قمرالدین خان (اعتماد الدولہ) کو کہلا بھیجا کہ خدا نے مجھے بہت بڑی سلطنت اور مملکت عطا فرمائی ہے، اس میں سے جو کچھ چاہیے، حضرت مرزا مظہر جانِ

جاناںؒ اپنے لئے قبول فرمائیں، یہ میرے لئے عزت و افتخار کا باعث ہوگا، حضرت مظہر جاناںؒ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ دنیا کی متاع بہت قلیل ہے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ (النساء:۷۷)

"اے پیغمبر! آپ فرمادیجئے کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے"

اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات اور ہفت اقلیم کو "متاعِ قلیل" قرار دیا ہے اور ان اقالیم میں بھی آپ کے حصہ میں ایک مختصر ولایت آئی ہے، آخر ہے وہ کیا اور کتنی؟ کہ فقیر اس کی طرف ہاتھ بڑھائے ......

تمام عمر تیرے دردِ محبت نے مجھے
کسی سے دِل نہ لگانے دیا گلستاں میں

جس کے لئے کام کیا ہے وہ نام بھی جانتا ہے

جب مدائن فتح ہوا، مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا، مالِ غنیمت سنبھالا جا رہا تھا کہ ایک مسلمان سپاہی کے ہاتھ میں کسریٰ کا تاج لگا، قیمتی جواہرات اور لعل و گوہر سے مرصّع تاج، مگر اس مجاہد کے منہ میں نہ پانی آیا، نہ لالچ اُبھری بلکہ اپنے دامن میں چھپا کر اسلامی افواج کے امیر اور سپہ سالار جناب سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس لایا اور خفیہ طور پر پیش خدمت کر دیا، جیسے کوئی چوری کا مال لاتا ہے، عرض کیا :

أيّها الأمير ُ امیرِ محترم! یہ کوئی بہت قیمتی چیز معلوم ہوتی ہے، شاہی خزانہ ہے، میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں تاکہ مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دی جائے، امیرِ محترم نے جب یہ نقشہ دیکھا، پہلے تو اس سپاہی کو دیکھا، سر سے پاؤں تک گھور کر دیکھا اور حیرت و استعجاب کے دریا میں ڈوب گیا کہ الحمدللہ! اس قدر قیمتی جواہرات سے مرصّع تاج زرّین سامنے ہے، ہاتھ میں ہے، اللہ کے بغیر کوئی دوسرا دیکھنے والا نہیں، کوئی پوچھنے

والانہیں مگر پھر بھی اس غریب سپاہی اور عرب کے بدو کی نیت خراب نہیں ہوتی، اس کو کسی وقت بھی یہ خیال نہ آیا کہ بجائے بیت المال کے داخل کرنے کے اس کو اپنے بسترہ میں اپنے سامان میں یا اپنے خیمہ میں جا کر رکھ دے، امیر نے سپاہی سے کہا: جناب تمہارا نام؟ سپاہی نے دروازے کی طرف منہ کر کے اور امیر کی طرف پیٹھ پھیر کر کہا:

جناب! جس کے لئے میں نے یہ کام کیا ہے وہ میرا نام بھی جانتا ہے، یہ کہہ کر روانہ ہوگیا، بہرحال یہ چند نمونے تھے کہ انہوں نے اپنے نفس کو خواہشات اور مفادات کو شریعت، خوفِ خدا اور احکامِ اسلام اور سنتِ رسول ﷺ کے تابع کر دیا تھا، گویا یہ ان کا حال بن چکا تھا کہ ....

ہر بات میں انہی کی خوشی کا رہا خیال
ہر کام سے غرض ہے انہی کی رضا مجھے

فلسفہ صیام و قیام
اور اس کی حکمت و مصلحت

۲۶ر رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ بمطابق ۱۳ر مئی ۱۹۸۸ء کو جمعۃ الوداع کے موقع پر حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ میں اپنے خطباتِ جمعہ میں ماہِ رمضان میں صیام اور تراویح میں قیام کے فلسفہ و حکمت پر مفصل خطاب فرمایا، جسے کیسٹ سے مِن وعَن نقل کر کے پیشِ خدمتِ قارئین ہے پھر یکم شوال ۱۴۰۸ھ بروزِ عیدالفطر عیدگاہ اکوڑہ خٹک میں محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کے حکم سے حقانی صاحب نے مختصر خطاب فرمایا ۵۰، ۶۰ ہزار کا مجمع تھا، خود حضرت شیخ الحدیث مدظلہ بھی تشریف فرما تھے، اب وہ تقریر شامل خطبات کیا جا رہا ہے۔ (س)

الحمد لله و كفىٰ و سلام على عباده الذين اصطفىٰ اما بعد
فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ: ۱۸۳)

جمعۃ الوداع اور احترام رمضان

آج رمضان المبارک کی چھبیسویں تاریخ ہے، جمعہ کا مبارک دن ہے، ملک بھر میں آج کے روز کو جمعۃ الوداع کے طور پر منایا جارہا ہے، سرکاری اور عوامی سطح پر اس سلسلہ میں جو تقاریب منعقد ہورہی ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ ان میں کیا کچھ نہیں کیا جاتا، رمضان شریف کا تقدّس پامال کیا جاتا ہے، احترامِ رمضان اور احترامِ قرآن کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں، کچھ روایات ہیں، رسومات اور بدعات ہیں جن کو دین سمجھ کر برتا جاتا ہے اور کہا جارہا ہے کہ یہ سب کچھ جمعۃ الوداع کے لئے ہے۔

جمعۃ الوداع کے تقاضے

محترم دوستو! جمعۃ الوداع رنگ رلیاں منانے، اسراف وتبذیر اور چند رسومات اپنا لینے کے لئے نہیں، اس سے رمضان شریف کا حق ادا نہیں ہوتا، ماہِ رمضان میں صیام اور قیام کے تقاضوں کو اپنانا ہوگا، اس کے پیغام اور فلسفہ، اس کے نظام اور اس کی حکمت و مصلحت کو دل وجان سے اپنانا ہوگا تب اللہ کی بارگاہ میں سرخروئی حاصل ہوگی۔

اِسلام ایک نظامِ حیات کا نام ہے جس میں روزہ کو خاص الخاص دخل ہے

اِسلام چند رسم و رواجات یا قومی اور علاقائی رسومات کو اپنانے کا نام نہیں بلکہ دین اسلام ایک نظامِ حیات ہے جس کی تشکیل اور تعمیر میں اسلام کے دیگر ارکان کی طرح روزہ کو بھی خاص الخاص دخل ہے۔

انسان ملکوتیّت اور بہیمیت کا نسخہ جامعہ ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا، دُنیا کے اندر اپنے پیغام اور نظام کا امین بنایا اس کی آزمائش، امتحان اور کامیابی اور کامل عبودیت اور قربت و رضا یا ناراضگی اور عتاب کا

مستوجب بنانے کے لئے اس کے اندر روحانیت اور حیوانیت کے مادّے اور خاصیات پیدا فرمائے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ملکوتیت اور بہیمیت کا نسخۂ جامعہ بنایا ہے انسان کی طبیعت، اس کی فطرت اور جبلّت میں اگر ایک طرف حیوانیت، مادیت اور سِفلی تقاضوں کی قوتیں ودیعت فرمائی ہیں، تو دوسری طرف اس کی فطرت میں روحانیت، ملکوتیت اور نورانیت کے جوہر بھی رکھ دیئے ہیں، پھر اِنسان کو بتا دیا گیا اور قرآنی تعلیمات کی صورت میں اس پر واضح کر دیا گیا کہ اس کی دنیا وآخرت کی سعادت، نیک بختی اور کامیابی اور کامرانی کا دارومدار اس پر ہے کہ انسان کا روحانی اور ملکوتی عنصر، نیکی اور اصلاح اور خیر کی قوتیں اس کے بہیمی اور حیوانی عنصر اور بدی کی قوتوں پر غالب اور حاوی ہوجائیں اور اس کو اسلامی حدود کا پابند رکھیں یہ عظیم ہدف تب حاصل ہوسکتا ہے اس مقصد میں تب کامیابی اور کامرانی تک پہنچا جاسکتا ہے جب مسلسل محنت، مجاہدہ اور ریاضت سے انسان کے بہیمی پہلو اور حیوانی اور شہوانی قوتوں کو اس کے روحانی اور ملکوتی پہلو اور نیک صلاحیتوں کی فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا عادی بنا دیا جائے۔

ماہِ رمضان کے صیام اور قیام کا فلسفہ

ماہِ رمضان کے صیام اور تراویح میں قیام اور روزہ کی ریاضت کا خاص مقصد اور موضوع، اس کا فلسفہ اور جوہر، اس کی مصلحت اور حکمت یہی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کی فطری اور طبعی بہیمیت اور سرشت حیوانیت کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور اسلام کے ایمانی اور روحانی تقاضوں کی تابعداری اور فرمانبرداری و اطاعت شعاری کا خوگر بنالیا جائے چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو اس امت کو روزے رکھنے کا حکم بیان فرمایا تو اسی حکمت وعِلّت اور اسی مصلحت اور بھلائی اور روزہ کے اسی فلسفہ کی طرف اشارہ بلکہ واضح طور پر یہ کہا گیا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ (البقرۃ : ۱۸۳)

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلی اُمتوں پر فرض کیے گئے تھے، (روزوں کا یہ حکم تو اسی لئے دیا گیا ہے) تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو"

ماہِ رمضان کا صیام اور قیام ایمان و احتساب کے ساتھ ہو تو تقویٰ اور خدا پرستی کا بلند معیار قائم ہوگا، بہترین نظامِ حیات کی تعمیر ہوگی، پُرامن معاشرہ وجود میں آئے گا۔

ماہِ صیام، قرآن کے پیغام اور اسلامی نظام کا اصل جوہر

روزہ کی روح، قرآن کے پیغام اور اسلام کے نظام کا اصل جوہر یہی ہے کہ مسلمانوں میں تقویٰ اور پرہیزگاری، خدا پرستی اور فکرِ آخرت کو تمام مقاصد اور ترجیحات پر تقدیم ہو، اس کا معیار اور کسوٹی یہ ہے کہ جب دین اور دنیا، خدا اور مخلوق، ذاتی مفادات اور دینی مقاصد، جہاد اور لہلہاتے ثمرات کا تقابل ہو تو بڑی خوشی اور بڑی مسرت سے دینی تقاضوں کو دُنیوی مقاصد اور مفادات پر ترجیح دی جاسکے، چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (التوبۃ:۲۴)

"تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور

حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور لڑنے سے اُس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجیں اللہ اپنا حکم اور اللہ راستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو"

قرآنِ کریم کی یہ آیت سورۂ توبہ کی چوبیسویں آیت ہے جو اللہ کی محبت، رسول اللہ ﷺ کی محبت اور جہاد فی سبیل اللہ کی عظمت و اہمیت کے بارے میں بڑی جامع اور مہتم بالشان آیت ہے جس کو تقویٰ اور خدا پرستی کا معیار جس کو اعمال اور کردار کی کسوٹی اور خود کو جانچنے اور پرکھنے کا آسمانی اور روحانی مدار قرار دیا جاسکتا ہے اس آیت کے اندر اللہ پاک نے مسلمانوں کے سامنے دینِ اسلام کو دل و جان سے سچا ماننے والوں، ماہِ رمضان میں ایمان و احتساب کے ساتھ صیام اور قیام کا اہتمام کرنے والوں کے سامنے ایک معیار اور کسوٹی، پرکھ اور جانچ کا مدار بنا کر سامنے رکھ دیا گیا ہے جو گویا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کی توضیح اور تفسیر ہے مسلمانوں سے، روزے داروں، نمازیوں، حاجیوں اور خود کو دیندار کہلانے والوں سے فرمایا گیا کہ اپنے باطن کے اندر، اپنے زندہ ضمیر کو منصف بنالو، عدل وانصاف اور جانچ و پرکھ کا ترازو اس کے ہاتھ میں دے دو اور پھر جائزہ لو کہ تمہاری اصلی اور دلی محبتوں اور قلبی وابستگیوں کا کیا حال ہے؟

عدل وانصاف اور خود کو جانچنے کا ترازو

ارشاد فرمایا: اے نبی ﷺ! اِن مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے دل میں باطن کے اندر نصب شدہ زندہ ضمیر کے میزان کے پلڑے میں آٹھ محبتیں ڈالو، پہلی پانچ محبتیں جن کا علائقِ دُنیوی سے تعلق ہے: اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ پہلی اپنے باپوں کی محبت، دوسری اپنے بیٹوں کی محبت، تیسری اپنے بھائیوں کی محبت، چوتھی اپنی بیویوں کی محبت، پانچویں اپنے رشتہ داروں اور اعزہ کی محبت اس

میں ماں بیٹی اور شوہر کی محبت بھی آ گئی پھر انکے ساتھ اِسی پلڑے میں تین محبتوں کا اور وزن ڈال دو وَ اَمۡوَالُ ۨ اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَ تِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ

چھٹی محبت اس کے مال کی جس کو بڑی محبت اور چاہت کے ساتھ تم نے جمع کیا ہے، ساتویں تجارتی کاروبار کی محبت جو بڑی محنت سے تم نے جمائے ہیں، آٹھویں مکانوں کی محبت جو بڑے ارمانوں سے تم نے تعمیر کیے ہیں۔ پلڑے کے ایک طرف ان آٹھ محبتوں' اِن آٹھ تعلقات اور قلبی وابستگیوں اور ذہنی بندھنوں کے اوزان بانٹ ڈال دو اور ان کے تقابل میں دوسرے پلڑے میں صرف تین محبتیں ڈالو، ایک اللہ کی محبت، دوسری اللہ کے رسول ﷺ کی محبت، اور تیسری اللہ و رسول ﷺ کی راہ میں جہاد فی سبیل اللہ کی محبت۔ اس کے بعد ترازو کو دیکھو، اندر کے ضمیر سے فیصلہ لو، خود مراقبہ کرلو، فکر نظر اور جانچ پرکھ سے کام لو کہ کونسا پلڑا جھکتا ہے اور کونسا غالب رہتا ہے، اگر بدقسمتی سے آٹھ محبتوں کا پلڑا جھکا تو ارشاد فرمایا: فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ (التوبۃ:۲۴)

انتظار کرو دور ہو جاؤ، دفع ہو جاؤ، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انتقام اور سزا کا فیصلہ کردیں

وَ اللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ (التوبۃ:۲۴)

فاسق بدمعاش کو کہتے ہیں

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ فاسق کا ترجمہ بدمعاش سے کرتے تھے تو ایسے لوگ جن کے دل اللہ و رسول اور جہاد کی محبت سے خالی ہیں جن پر دنیاوی کاروبار اور فانی علائق غالب اور حاوی ہیں جو قرآن اور اسلام کا نام تو لیتے ہیں مگر کام سے کیوں کتراتے ہیں یہ فاسقین ہیں، بدمعاش ہیں، معاشرہ کا ناسور ہیں، گندے انڈے ہیں، اگر یہ مسلسل انکار اور معصیّت پر اصرار کی ڈگر پر رہے تو اللہ پاک کبھی ان کو ہدایت نہیں فرماوے گا۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جس کا دل جہاد کی محبت سے خالی ہو، دین کی سربلندی، وطن کی آزادی، نفاذِ اسلام کی جدوجہد، ترویجِ شریعت کی مساعی، علماءِ حق کی رفاقت اور اس سلسلہ میں قربانی و ایثار کے جذبات جن کے دل کے اندر نہیں ہیں ان کا شمار بھی فاسقین میں ہوتا ہے، تو اب ہمارے سامنے ایک لائن متعین ہوگئی، ایک راستہ بنا دیا گیا، ایک پگڈنڈی اور ایک پٹڑی بچھا دی گئی، اب آئندہ کی زندگی اور مستقبل کے لائحہ عمل میں اور زندگی کے تمام معاملات میں اسے ملحوظ رکھنا ہوگا تو کامیابی سے ہمکناری ہوسکے گی......

پھر اس نظر سے جانچ کے تُو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہیے

مسلمان کی شان

مسلمان کی تو شان ہی نرالی ہے، وہ تو ہر لحہ خدا تعالیٰ کے حکم اور حضور نبی کریم ﷺ کی سنت کا متلاشی اور اس کا منتظر رہتا ہے، اس کا ہر عمل، اس کی ہر نظر، اس کا ہر کردار اور ہر معاملہ، اس کی سوچ اور فکر، اس کا نظریہ اور اقدام، اس کی تعلیم وتمدّن اور تہذیب و معاشرت، نبی کریم ﷺ کی سنتوں سے مزیّن اور قرآنی تعلیمات کے نقش ونگار سے مزیّن ہوتی ہے، ماہِ رمضان کے صیام اور قیام کا مقصد بھی یہی ہے کہ تم لوگ تقویٰ، خداخوفی، فکرِ آخرت اور دین دوستی میں پوری کائنات کے انسانوں کے لئے نمونۂ عمل اور ہدایت و راہنمائی کے روشن مینار بن جاؤ۔

فلسفہ صیام وقیام کی قرآنی تعبیر اور توضیح

تقویٰ اور خداپرستی، سچے اسلام اور ایمان و احتساب اور فلسفۂ صیام وقیام کی

ایک بہترین تعبیر اور عمدہ توضیح قرآنِ حکیم میں سورۂ نساء میں کی گئی ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:٦٥)

”پس نہیں (اے نبی!) تمہارے ربّ کی قسم وہ ہرگز مؤمن نہیں ہیں جب تک اپنے باہمی اختلافات میں تمہیں فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سرِتسلیم خم کردیں“

پیغمبر کے فیصلوں، نبی کی سنتوں، اُسوۂ حسنہ کی نشانِ راہ، قرآنی تعلیمات اور آسمانی ہدایات، اللہ کا قرآن اور نبی کا فرمان جب بھی سامنے آئے طبیعت اور مزاج ہی ایسا بن جائے کہ اس کے بعد اپنی مرضی اور اپنی خواہش یا اپنے تقاضے، رائے اور چاہت کے اُبھرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو، الفاظ تو معروف ہیں جملہ مشہور ہے مگر حقیقت کے اعتبار سے بڑا وزنی ہے کہ............

ع　　سرِ خم تسلیم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

واقعتاً اپنے اعمال و افعال اور زندگی کے پورے نظام پر حاوی ہوجائے علم وعمل اور قول وفعل میں یگانگت آئے گی، یکسانیت اُبھرے گی، سچے دل سے قبولِ اسلام ہوگا تو عملِ صالح کی انگیخت ہوگی روزہ میں اسی کی تربیت اور یہی مزاج بنانا مقصود ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے مقابلہ میں دنیاوی مفادات، ذاتی اغراض، حتیٰ کہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی محبت بھی ہیچ اور ناپائیدار ہیں۔

ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے بیٹے کے خلاف تلوار سونت لی

ذرا بدر کے معرکہ کو چشمِ تصور میں لایئے، یہ بدر کا معرکہ کفر اور اسلام کا پہلا

معرکہ تھا اور اسلام کی ترویج واشاعت اور غلبہ واستحکام کا پیش خیمہ، ہر لحاظ سے اس کا مطالعہ اور ہر پہلو سے اس کی تحقیق کی جائے تو ہر اعتبار سے اسے بڑا صبر آزما اور درد انگیز قرار دیا جائے گا دیکھا گیا کہ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہوئیں تو اچانک نظر آیا کہ بھائی بھائی کے خلاف، بیٹا باپ کے ساتھ اور باپ بیٹے کے ساتھ نبرد آزما تھا خلیفۃ الرسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بڑے بیٹے عبدالرحمٰن اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس وجہ سے مکہ مکرمہ میں رہ گئے تھے اور معرکۂ بدر میں مخالفینِ اسلام قریش کی فوج کے ایک سپاہی وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو میدان میں مقابلہ کے لئے للکار رہے تھے، انہوں نے اپنے روایتی انداز میں بڑی جرأت اور شجاعت کے ساتھ میدان میں آکر مسلمانوں کو للکارا هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟ ہے کوئی رجل رشید جو میرے مقابلہ میں آئے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سنا تو حمیتِ اسلامی اور غیرتِ ایمانی کا خون رگوں میں دوڑ گیا اور بے قرار ہوکر اپنی تلوار میان سے کھینچ کر مقابلہ کیلئے میدان میں آنے لگے کہ رحمتِ دوعالم ﷺ کی نظر پڑ گئی حضورِ اقدس ﷺ کو حضرت ابوبکرؓ کا یہ اقدام ناگوار گذرا، فوراً انہیں رُک جانے کا حکم دیا اور بڑی محبت اور شفقت سے فرمایا:

مَتِّعْنِيْ بِنَفْسِكَ

”ابوبکر! ہمیں اپنی ذات سے مزید متمتع ہونے دو فی الحال تمہاری شہادت اسلام کے حق میں مفید نہیں“

اور ایک روایت میں ہے کہ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا:

لا تفجعنا بنفسك

”ہمیں اپنی ذات اور فراق وجدائی کے غم اور درد والم میں مبتلا نہ کیجئے“

یہ تو صرف ایک کافر بیٹے کے مقابلہ میں ایک مسلمان باپ کا کردار ہے صحابۂ کرامؓ

کی تاریخ اُٹھا کر دیکھیں مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی "حیاۃ الصحابہؓ" کا مطالعہ کریں، نبوت کے جان نثاروں اور مخلصین و محبین نے اپنے بیٹوں، بیویوں اور بیٹیوں کی عزتیں لٹوائیں، اُن کی آبروؤں کو تاراج کرایا اور ماؤں نے اپنی چھاتیوں پر دشمنوں کے ہاتھ سے اپنے لختِ جگروں کو قیمہ کرایا لیکن اُف تک نہ کی اور ایسے حالات میں شاداں وفرحاں دینِ اسلام پر قائم اور مستقیم رہے اور زبان پر یہی ترانہ رہا کہ......

سب دولتِ کونین جو دی عشق کے بدلے
اِس بھاؤ یہ سودا مجھے سستا نظر آیا

صدیقِ اکبرؓ اور عمر فاروقؓ کا جذبۂ اخلاص ومحبت

واقعہ ایلاء تو مشہور ہے، ازواجِ مطہراتؓ نے حضورِ اقدس ﷺ سے نان نفقہ کا مطالبہ کیا تھا، اس پر آنحضرت ﷺ کو طبعی رنج پہنچا، ناراض ہوئے اور ازواجِ مطہراتؓ سے ایلاء کر لیا تھا جس کی وجہ سے تمام صحابۂ کرامؓ پریشان ہوئے، مسجد نبوی میں ٹولیاں ٹولیاں بن کر روتے رہے اور اپنے حزن وملال کا اظہار کرتے رہے خاص طور پر حضورِ اقدس ﷺ کے رفیقِ غار ومزار، رفیقِ عتیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفۂ عادل وراشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس واقعہ سے بہت زیادہ حزین وغمگین اور پریشان ومضطرب تھے اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ دونوں کی صاحبزادیاں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ میں شامل تھیں آخر دونوں سے نہ رہا گیا، باطن میں عشق نبوی ﷺ جاگزیں تھا، دونوں بے تابانہ اور عاشقانہ درِ نبوّت پر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ حکم فرماویں تو ہم دونوں اپنی بیٹیوں (عائشہؓ اور حفصہؓ) کا سر تلوار سے قلم کر دیں۔

ماہِ صیام اور دنیا کی بے ثباتی

دراصل ماہِ رمضان میں صیام اور تراویح میں قیام اور قرآن کے سننے اور مسلسل خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز رہنے میں حکمت ومصلحت یہ ہے کہ خوفِ خدا، خدا ترسی، فکر آخرت، تعلق مع اللہ، انابت الی اللہ اور تقویٰ وطہارت کی وجہ سے اِنسان کے دل پر دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا رنگ جم جائے اور اس کے لازمی اثرات اور نقد ثمرات کے طور پر انسان میں زُہد وورع کی کیفیات پیدا ہو جائیں تو ابھی امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہو رہا تھا ان کی عہدِ مسعود میں دُنیا نے اپنی پوری رعنائیوں، کشائشوں اور ہمہ جہت رنگینیوں کے ساتھ اپنا سر مسلمانوں کے قدموں پر جھکانا شروع کر دیا تھا، دنیا کی وسعتیں اور عشرتیں لپٹ لپٹ کر مسلمانوں کی دسترس میں آ گئی تھیں مگر اس سب کچھ کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زہد وورع کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے رفقاء سے پینے کے لئے پانی مانگا، گرمی کا موسم تھا، شدّت کی لُو پڑ رہی تھی، ساتھیوں نے امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے پانی اور شہد ملا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پیالہ منہ سے لگایا ابھی گھونٹ نہیں لیا تھا کہ فوراً ہٹا لیا اور بے اختیار زار وقطار رونے لگے، گریہ طاری ہو گیا، آنسو ٹپک رہے ہیں، ہچکیاں بندھ گئی، جو ساتھی اور رفقاء پاس بیٹھے تھے آپ کے مضطربانہ گریہ کی وجہ سے اُن کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے، ساری محفل پر گریہ طاری ہو گیا آپ تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گئے، قدرے سوچا کہ پھر گریہ طاری ہو گیا، لوگوں نے وجہ دریافت کی تو ارشاد فرمایا:

میں ایک روز امام الانبیاء ختم الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا کہ حضورِ اقدس ﷺ کسی کو "دور ہو جا، دُور ہو جا" کہہ رہے ہیں میں نے عرض

کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کس چیز کو پرے ہٹا رہے ہیں دُور کر رہے ہیں؟ حالانکہ یہاں تو مجھے کوئی چیز نظر نہیں آرہی تو جواب میں حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میرے سامنے مجسم ہو کر آگئی تھی، میں نے اُس سے کہا میرے سامنے سے ہٹ جا تو وہ ہٹ گئی، مگر پھر دوبارہ آئی اور کہا آپ مجھ سے بچ کر نکل جائیں تو نکل جائیں لیکن آپ ﷺ کے بعد جو لوگ آئیں گے وہ بچ کر نہیں جاسکیں گے۔

یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اِس وقت حضورِ اقدس ﷺ کا یہ سارا قصہ، اس کا پس منظر اور چشم دید واقعہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا تو مجھے یہ اندیشہ اور خوف لاحق ہوگیا کہ پانی اور شہد کی شکل میں کہیں دنیا مجھ سے چمٹ نہ جائے۔

بہرحال محترم بزرگو! دنیا تو لہو ولعب کی جگہ ہے، تقویٰ ہو تو دنیا تابع ہے، نیاز مند ہے، تقویٰ نہیں تو دنیا متبوع اور بے نیاز ہو کر رہتی ہے بعض اللہ والوں کو دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا گیا......

صرفت العمر فی لهو و لعب
فـــاهـــا ثـــمّ آهـــا ثمّ آهـــا

حضرت عمر فاروقؓ قربِ دُنیا کے اندیشہ سے رو رہے تھے

جب تقویٰ اور خدا ترسی انسان میں پیدا ہوجاتی ہے تو دنیا اس کی نگاہوں میں بے وقعت اور حقیر ہوجاتی ہے وہ دنیا اور دراہم و دنانیر کا بندہ نہیں بلکہ اللہ کا عبدِ کامل بن جاتا ہے حضرات صحابۂ کرامؓ کی زندگیوں میں اور ان کے اعمال اور ان کی سیرت وسوانح میں اس کی جھلکیاں نمایاں نظر آتی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے ایک

مرتبہ خلیفہ راشد و عادل امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے ہاں بلایا، میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ ان کے سامنے چمڑے کے فرش پر سونا پھیلا ہوا ہے، حضرت عمرؓ نے مجھے ارشاد فرمایا: اِسے اپنی قوم میں تقسیم کردو، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ نے اسے اپنے نبی ﷺ اور اس کے بعد ابوبکرؓ سے کیوں دُور رکھا اور مجھے دے دیا، معلوم نہیں کہ اس میں اللہ نے میرے لئے خیر مقدر فرمایا ہے یا شر مقدر ہے؟ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں جھٹ سے اسے تقسیم کرنے لگا اور ہٹانے لگا کہ رونے کی آواز بلند ہوئی، دیکھا تو خلیفۂ عادل وراشد حضرت عمرؓ رو رہے تھے اور رو رو کر یہ کہہ رہے تھے:

> ”قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اُس نے مال کو اپنے نبی ﷺ سے اور اس کے بعد ابوبکرؓ سے ان کے ساتھ شر کا ارادہ کر کے نہیں روکا اور عمر کو جو مال دیا تو اس کے ساتھ خیر ارادہ کر کے نہیں دیا“

حضرت عمرؓ اس کو فتنہ اور ابتلاء وآزمائش سمجھتے تھے۔

عشق ومحبت کا عروج

بہرحال! احقر نے ابتداء میں عرض کر دیا تھا کہ عام طور پر مسلمان آج کے روز کو جمعۃ الوداع کے طور مناتے ہیں، خوشیاں مناتے ہیں، رنگ رلیاں رچاتے ہیں، عید قریب آرہی ہے، دوکانداری اور تجارت چمکاتے ہیں، مگر یاد رہے خوشیاں اور مسرتیں تب زیب دیتی ہیں جب مسلمانوں میں واقعتاً بھی روزہ اور رمضان المبارک کے احترام واکرام اور احکام کی پابندی کے نتیجے میں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کے اثرات اور ثمرات مرتب ہوچکے ہوں عشقِ رسول ﷺ اور محبت و اطاعت، وفاداری اور وفاشعاری، خدا پرستی اور خدا خوفی طبیعتِ ثانیہ بن چکی ہو، خدا کی رضا، خدا کے دیدار، رسولِ اکرم ﷺ کی شفاعت اور قربت کے لئے اشتیاق عروج پر ہو، اور عشق ومحبت میں صحابہؓ والی کیفیات موجزن

ہوچکی ہوں، اللہ اللہ! صحابۂ کرامؓ والی کیفیات، وہ کیفیات کیا تھیں؟ خدا خود شاہد ہے، قرآن گواہ ہے۔

محبین صادقین کے لئے بشارت

ابنِ کثیرؒ نے ابن جریر طبریؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک انصاری صحابی حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضورِ اقدس ﷺ اپنے جان نثاروں اور محبین صادقین کی محفل میں جلوہ افروز تھے، حضرات صحابۂ کرامؓ شمع رسالت ﷺ کے اردگرد پروانوں کی طرح دیدہ و دل نچھاور کر رہے تھے، اِسی اثناء میں حضورِ اقدس ﷺ کا ایک محبِّ صادق، ایک عاشقِ زار، وفا کا پتلا اور وفا شعار حضرتِ انصاریؓ بھی مصطفٰے کریم ﷺ کی محفل علم ونور میں حاضر ہوا، بیٹھا، ابھی پوری طرح سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ کسی خیال اور تصور میں اس قدر مستغرق ہوا کہ چہرہ پر بھی پریشانی اور غم کے آثار ہویدا ہونے لگے

ع چھپ کے بیٹھے بھی جو چہرے کو چھپائے نہ بنے

حضورِ اقدس ﷺ نے دیکھا تو دریافت فرمایا: کیوں؟ کیا پریشانی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میرے آقا! یہاں تو صبح شام آپ ﷺ کے دیدار کے جلوے ہیں، جب چاہتے ہیں آپ ﷺ کی محفلِ اقدس میں آبیٹھتے ہیں، آپ ﷺ کی زیارت اور ملاقات سے مشرف ہوجاتے ہیں، آپ ﷺ کی میٹھی میٹھی اور شفقت بھری باتیں سن لیتے ہیں اور اپنے جذبات اور احساسات کا اظہار بھی کر دیتے ہیں، گھڑی دوگھڑی آپ ﷺ کی صحبتیں بھی میسر آجاتی ہیں، مگر اب کے بار جب محفلِ اقدس میں حاضری کی باریابی ہوئی تو مجھے غم وفکر اور حزن واندیشہ یہ لاحق ہوا اور میں اِس تصور میں ڈوب گیا کہ کل قیامت کی روز آپ ﷺ تو نبیوں کی اعلیٰ مجلس میں ہوں گے، آپ ﷺ تو امام الانبیاء اور خاتم الانبیاء ہیں، آپ کو تمام نبیوں کی سیادت حاصل ہے، آپ ﷺ تو مقامِ محمود میں ہوں گے اور ہم تو

آپ ﷺ کے ادنیٰ خادم اور غلام ہیں، ہمیں جنت میں غلاموں کی جگہ میں ٹھہرایا جائے گا، پھر جب ادنیٰ جنتی کے مکان کی اتنی وسعتیں ہیں کہ اس میں پوری کائنات سما جائے تو بیچ میں اِس قدر فاصلوں کے ہوتے ہوئے ہمیں نہ تو آپ ﷺ کی ملاقات حاصل ہو سکے گی، نہ آپ ﷺ کے دیدار اور گفتار سے لطف اندوز ہوسکیں گے۔

میرے آقا! مجھے اس تصورِ فراق نے پریشان کر دیا، جس جنت میں محمد مصطفٰے ﷺ کی زیارت اور صحبت و ملاقات حاصل نہ ہو سکے اُس جنت کو میں کیسے جنت کہہ سکتا ہوں، گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہے تھے، اے محبوبِ دوعالم!......

دگر ہیچ مرادے از تو نے خواہم
ہمیں قدر بکنی کر ، خودم جدا مکنی

اور یہ بھی عرض کر رہے تھے ......

نصابِ حسن درحدِ کمال است
زکوٰتم وہ کہ میکنم فقرم

حضورِ اقدس ﷺ نے ایک محبِّ صادق کی گفتگو سنی تو قدرے سکوت فرمایا، اور اس کے محبت بھرے جذبات اور والہانہ احساسات کی قدر افزائی کی اِدھر رحمۃ اللعالمین ﷺ کا سکوت فرمانا تھا کہ اُدھر ربّ العالمین کی رحمت جوش میں آئی اور حضورِ اقدس ﷺ کے ایک محبِّ صادق اور ایک سچے عاشق صحابیؓ کی دلی آرزو اور سچی خواہش کا جواب جبریل امین بھیج کر بذریعہ وحی مرحمت فرمایا اور ایک انصاری صحابیؓ کی وساطت سے حضور ﷺ کے تمام جان نثاروں کی پیاس بجھادی، جبریل امین حضورِ اقدس ﷺ کے پاس تشریف لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے ہیں:

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ

مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۵ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النّسآء:۶۹)

”اور جوکوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا سووہ اُن کے ساتھ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے اُن کی رفاقت“

قرآنِ کریم کی اس آیت کو پڑھو، بار بار پڑھو، خدا تعالیٰ کی مہربانیوں کی کوئی انتہاء نہیں ہے، اپنے محبتوں کو کس طرح اپنے خاص فضل وکرم سے نوازتے ہیں......

چارہ سازی کر رہا رہا ان کا لطف دلنواز
باعثِ صد عیش ہے یہ بے کسی میرے لیے

حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت انصاریؓ اور قیامت تک کے تمام محبین صادقین کو بشارت سنا دی کہ جو شخص بھی اپنی دنیا کی زندگی میں خدا اور رسول ﷺ کی اِتباع کرے گا وہ قیامت میں اللہ و رسول ﷺ کے حسن و جمال کے جلوؤں اور دیدار کی لذتوں سے لطف اندوز ہوگا، بس بٹن دبانے کی دیر ہوگی، جب جی چاہے بارگاہِ نبوت میں پہنچ جائے، بٹن دبائے صدیقین اور شہداء کی ملاقات کرلے، بٹن دبائے تو صلحاء کی مجالست کا شرف حاصل کرلے......

حسنِ بے پروا کو ناز بے نیازی ہی سہی
میرے احساسِ محبت سے مگر غافل نہیں

بہر حال بات جمعۃ الوداع اور ماہِ رمضان کے صیام اور قیام کی حکمت و مصلحت سے چلی تھی جس کا مظہر اتم اور ثمرۂ اظہر لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ہے اگر یہ دولت اور یہ مقصد حاصل ہوگیا تو سب کو مبارک، صد بار، صد ہزار بار مبارک اور اگر اب بھی اس میں کمی

ہے تو ابھی تین چار روز اور بھی باقی ہیں، خدا کی مغفرت اور رحمت سے مایوسی کفر ہے، توبہ اور انابت الی اللہ کا موقع میسر ہے اب بھی خود کو سنوارنے اور آخرت کے بنانے کی فکر کرنی چاہیے باری تعالیٰ سب کو رمضان المبارک کی برکات اور حسنات سے مالا مال فرمادے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عہدِ حاضر کا چیلنج
اور اُمت مسلمہ کے فرائض

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ(الصف:۹)

تمام احکامات پر ایمان لانا ضروری ہے

محترم بزرگو اور دوستو! اللہ کے قرآن اور مقدس کلام کی آیتِ کریمہ کی تلاوت کی گئی ہے، قرآنی تعلیمات' قرآنی ہدایات اور آسمانی پیغامات میں انسانیت کی نجات اور فلاح و ترقی اور کامیابی و کامرانی کی ضمانت موجود ہے، قرآنِ حکیم ربِّ ذوالجلال کی طرف سے بھیجی ہوئی ہدایت اور رحمت کی کتاب ہے قرآنِ حکیم کا ہر حصّہ، ہر سورت اور ہر آیت کا سیکھنا، اس کے مقصد کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بارگاہِ ربوبیت میں محبوب و مطلوب ہے، یہ نہیں ہوسکتا اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ کوئی یہ کہے کہ سورۃِ

فاتحہ کو مانتا ہوں مگر سورۃ بقرہ کو نہیں مانتا، یا یہ کہے کہ سورۃ بقرہ کو تو مانتا ہے لیکن سورۃ الانعام کی بعض آیات اور مضامین موجودہ حالات میں میرے مزاج کے موافق نہیں، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ کوئی یہ کہے کہ نماز کو تو مانتا ہوں مگر زکوٰۃ کے احکام و مسائل میرے لئے قابلِ قبول نہیں یا یہ کہے کہ زکوٰۃ کا نظام مانتا ہوں مگر حج کی فرضیت معقول نہیں یا یہ کہے کہ عبادات کو تو مانتا ہوں مگر اسلام کے سیاسی اور عدالتی نظام کو نہیں مانتا، اور اس کی بھی کوئی گنجائش نہیں کہ ایک شخص یہ کہے کہ اسلام کا جماعتی، تبلیغی اور اشاعتی نظام تو مانتا ہوں، خطابت و تدریس اور تعلیم و تبلیغ کو ضروری سمجھتا ہوں مگر اسلام کے سیاسی پروگرام، انقلابی مشن، غلبہ و اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت اور ترویجِ اسلام کی مساعی اور جدوجہد اور اس سلسلہ میں جہاد اور ایثار و قربانی کی ضرورت نہیں قرآنِ حکیم نے ایسے لوگوں کی اور اس وطیرہ کے پیروکاروں کی شدید مذمت کی ہے، ارشاد فرمایا:

اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَ تَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ یَّفۡعَلُ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ اِلَّا خِزۡیٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یُرَدُّوۡنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الۡعَذَابِ(البقرۃ:۸۵)

”تو کیا تم کتاب کے ایک حصّہ کو مانتے ہو اور ایک حصّہ سے انکار کرتے ہو؟ پس تم میں سے جو ایسا کرے اس کی سزا کیا ہے بجز دُنیوی زندگی میں رسوائی کے؟ اور قیامت کے دن یہ سخت ترین عذاب میں ڈالے بھی جائیں گے“

اسلام میں مداہنت اور مفاد پرستی کی گنجائش نہیں

اور اس کی بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں کہ کوئی یہ کہے کہ اب کے موجودہ حالات اور سیاسی فضاؤں کے تکدّر کے پیشِ نظر قرآن کے بعض احکام، صریح نصوص اور قطعی تعلیمات کو چھوڑ کر عامۃ الناس کے مزاج اور مکدّر سیاسی فضاؤں اور ہواؤں کے رُخ

بہتے ہوئے وہی نعرے، وہی نظریئے اور وہی آوازیں لگائیں جائیں جو عندالناس پسندیدہ اور محبوب ہوں خواہ عنداللہ مبغوض ہی کیوں نہ ہو، قرآنی نصوص کے خلاف کیوں نہ ہو؟

اِسلام میں مداہنت، مفاد پرستی، اغراض کی پوجا، کفر وظلم اور جبر واستبداد کے ساتھ صلح، منافقت، دجل وفریب کی کوئی گنجائش نہیں اسلام غیرت وحمیت، تقویٰ اور شجاعت کا درس دیتا ہے اور باہمی اخوت ومروّت کی فضا قائم رکھتا ہے......

ع بہار ہو کہ خزاں لآ الٰہ الاّ اللہ

قرآنِ حکیم کی جامعیت

قرآنِ حکیم اسلام کا پیغام، اسلام کا جامع نظام، اسلام کا دستور وآئین اور انسانیت کی کامیابی کی ضمانت اور مضبوط سرکاری دستاویز ہے قرآنِ حکیم میں عبادات بھی ہیں، معاملات بھی ہیں قرآنِ حکیم میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے احکام، جماعتی زندگی، حکومتی زندگی، عوامی زندگی اور قیادت وسیادت کی ذمہ دارانہ زندگی، نظامِ حکومت سے لے کر بین الاقوامی معاملات، غرض ہمہ جہت اور ہمہ پہلو جامع تعلیمات، ہدایات اور اُصول وضوابط بتا دیئے گئے ہیں ہر حالت، ہر لمحہ، ہر گھڑی، ہر قدم، ہر منصوبے، ہر نظر، جنگ کی حالت، میدانِ کارزار کے حالات، حصولِ اقتدار، انتقالِ اقتدار، وزارت وعدالت، غرض ایسا شعبہ اور ایسا پہلو نہیں جو انسانی زندگی سے متعلق ہو، اور قرآن میں اس کے متعلق تعلیم وہدایت اور واضح ارشادات موجود نہ ہوں۔

ایک فکری کمزوری اور عملی کوتاہی

مگر موجودہ دور میں ہماری کوتاہی اور غفلت یہ ہے کہ ہم لوگ اسلام کے کسی ایک عنوان، کسی ایک پیغام اور تعلیم کو لے کر اور مقصدِ زندگی سمجھ کر اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں اس پر صرف کر دیتے ہیں بعض حضرات نے فکر ومراقبہ کو مقصدِ زندگی بنا لیا ہے، بعض نے تجرّد اور صحراء وبیابان کی آوارہ زندگی کو اپنا ہدف اور اسلام کا خلاصہ سمجھ لیا ہے،

بعض حضرات نے مطالعہ کتب کو بہت بڑی ریاضت، عبادت اور مجاہدہ قرار دے کر اس پر قناعت کر بیٹھے ہیں، بعض حضرات محض تدریس کو مقصدِ زندگی سمجھ کر اس کے لئے خود کو اور اپنی تمامتر صلاحیتوں کو وقف کر بیٹھے ہیں۔

نظامِ اسلام کی وُسعتیں

لاریب! ان میں سے بعض کام واقعتاً اہم اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت وتبلیغ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، مگر خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں سے، اپنے نائبین اور خلفاء سے صرف اتنا کچھ مقصود ومطلوب نہیں، اسلام میں اگر نماز ہے، زکوٰۃ ہے، حج ہے، روزہ ہے تو تبلیغ بھی ہے، تعلیم اور تدریس بھی ہے، جہاد بھی ہے، اصلاحِ انقلابِ اُمت کا کام بھی ہے، اجتماعی نظام بھی ہے، نظامِ زکوٰۃ، نظامِ سیاست اور نظامِ حکومت بھی ہے۔

درسِ نظامی اور فقہی کتب خانہ

آخر آپ تو ماشاء اللہ فقہ وحدیث اور علوم ومعارف کے بحرِ ذخار ہیں، آپ دورۂ حدیث اور درجۂ موقوف علیہ کے طالب علم ہیں، آپ درسِ نظامی کی کتابوں پر عبور رکھتے ہیں، آپ ان سب کو پڑھ چکے ہیں یا پڑھ رہے ہیں، درسِ نظامی آپ کا تعلیمی اور تدریسی میدان ہے آپ فقہ کو دیکھ لیں، قدوری سے لے کر ھدایۃ تک تمام کتابیں آپ کے سامنے ہیں، پھر دارالافتاء پر نظر ڈالیں اسلام کا فقہی کتب خانہ اپنے سامنے رکھیں، بحرالرائق، فتح القدیر، فتاوی الهندية، ردالمختار، المجلة الاحكام، البدائع والصنائع، علامہ سرخسیؒ کی المبسوط ابن تیمیہؒ کی المجموع الفتاوى الكبرى، فقه السنه، شروحاتِ حدیث میں فتح الباری، عمدة القاری، لامع الدراری اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حجة الله البالغة۔

عبادات کا بھی اجتماعی نظام سے گہرا تعلق ہے

یہ ساری کتابیں آپ کے سامنے ہیں، کتاب الصلوٰۃ سے لے کر کتاب الفرائض تک انفرادی احکام کے ساتھ ساتھ اجتماعی احکام، جماعتی نظام اور تمدن ومعاشرت اور حکومت وسیاست کے احکام ان میں موجود ہیں، بلکہ صلوٰۃ بھی، صلوٰۃ کے احکام اور مسائل بھی، انفرادی زندگی سے متعلق ہوتے ہوئے بھی اجتماعی نظام اور اسلام کے نظامِ عدل و سیاست کے متقاضی ہیں آخر آپ دیکھتے ہیں کہ نماز میں بھی جماعت کا حکم ہے، امام کی اقتداء کا حکم ہے، صف بندی اور سکون ووقار اور قرار کا حکم ہے، جماعت چھوڑنے والوں کے لئے وعیدیں ہیں، تارک الصلوٰۃ فاسق اور مردود الشهادة ہے بلاعذرِ شرعی نماز چھوڑنے پر اسلامی ریاست میں اسلامی تعلیمات کی رُو سے سزائیں تجویز کی گئی ہیں، ائمہ متبوعین میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہؒ، امام عبداللہ ابن مبارکؒ کا مذہب تو یہ ہے کہ بلاعذرِ شرعی جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے، جیسا کہ ابوداؤد اور نسائی میں حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ:

بَـيْنَ العَبد وَ بَـيْنَ الشِّرْكِ أوِالْكُفرِ تَرْكُ الصَّلٰوة (مسلم:ح۲٦۱۹)

''بندہ کو اور کفر وشرک کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے''

تاہم ائمہ احنافؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد اس شخص کے بارے میں ہے جو نماز کا (نعوذ باللہ) انکار کردے۔

بہرحال یہ تو صرف نماز کی بات ہے، فی نفسہٖ نماز کا مکمل نظام بھی اُس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا، اُس وقت تک اُس کے تمام احکام ومسائل پر مکمل طور پر عمل نہیں کیا جاسکتا جب تک اسلامی ریاست تشکیل نہ پائے اور مسلمانوں کا اجتماعی نظام قائم نہ ہو۔

گویا کہ فقہ واحکام کے پہلے باب کتاب الصلوٰۃ میں بھی مسلمانوں کو اجتماعی نظام کے قیام و بقا اور ترقی واستحکام کی ضرورت سمجھا دی گئی ہے صلوٰۃ (نماز) خالص

عبادت ہے، رکوع و قیام اور ذکر وسجدہ ہے، مگر اس کے باوجود بھی اسلام کے نظامِ حکومت اور نظامِ سیاست سے اس کا گہرا تعلق ہے۔

نظامِ زکوٰۃ

پھر آپ زکوٰۃ کو دیکھیں، زکوٰۃ کے متعلق قرآنی آیات اور احکامات کا مطالعہ کریں، زکوٰۃ کے مصارف اور مستحقین کی فہرست دیکھیں :

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ(التوبہ: ٦٠)

''صدقاتِ (واجبہ) تو صرف غریبوں اور محتاجوں اور کارکنوں کا حق ہیں جو اُن پر مقرر ہیں، نیز اُن کا جن کی دلجوئی منظور ہے اور (صدقات کو صَرف کیا جائے) گردنوں (کے چھڑانے میں) اور قرض داروں کے قرضے اُتارنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی امداد میں''

زکوٰۃ کی وصولی کا نظام، عمال کا تقرر، اختلافی صورت میں اعتدال کی راہ، بیت المال کا قیام، اِن سب چیزوں کو تب ملحوظ رکھا جاسکتا ہے، جب مسلمان اسلام کا مکمل نظامِ حکومت اپنا کر اپنی زندگی کو رحمت و برکت اور یمن ویُسرت کے نظام کے سانچے میں ڈھال دیں۔

پھر آپ قرآن کے اندر معیشت اور معاشرت کے احکام بھی دیکھتے ہیں، حدود ہیں، کفارات ہیں، چور کا ہاتھ کاٹنا، زانی کا سنگسار کرنا، ڈاکوؤں کو سزا دینا، سود کی حرمت، قانونِ شہادت، قانونِ شُفعہ کی تفصیلات اور جزئیات منقح صورت میں آپ کے پاس موجود ہیں اخلاقی تعلیمات، تقسیمِ دولت' انقلاب وترقی، سرمایہ اندوزی، مالی نظام، قومی

قرضے اور قانون تقسیمِ فرائض، قومی مصارف، دفاعی مصارف، ذرائع آمدنی، بیت المال کا قیام، اُجرت، املاک، تشکیلِ حکومت، مجلسِ مشاورت، غرض اِنفرادی اور اجتماعی زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں اور نہ کوئی ایسا موڑ ہے جس میں اسلامی تعلیمات اور قرآن کی واضح ہدایات موجود نہ ہوں۔

بندگی وعبدیت اور غلامی کے تقاضے

آخر کیا یہ قرآن نہیں؟ قرآنِ کریم کی پانچ سو آیات ایسی ہیں جن کا تعلق احکام ومسائل سے ہے، اجتماعی نظامی اور سیاست وحکومت سے ہے۔ تو عرض یہ کیا جارہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نیابت و بندگی اور عبدیت وغلامی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان تمام قرآن کو، قرآن کے تمام احکامات کو اور قرآن کی تمام ہدایات وتعلیمات کو اپنائیں گے تب اللہ کے نیک بندے قرار پائیں گے۔

اقامتِ دین اور غلبۂ اسلام کی تحریک

ہمیں جو قرآن کی تلاوت اور اس میں غور وتدبر اور اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے یا ہمیں جو حضورِ اقدس ﷺ کی صورت میں ایک کامیاب اُسوۂ حسنہ عطا فرمایا گیا ہے، ہمارے لئے جو ہزاروں احادیث کا مبارک ذخیرہ محمدی ﷺ میراث یعنی علومِ نبوت کی صورت میں دے دیا گیا ہے یا اسلامی تعلیمات اور دینی مدارس کا مقدس سلسلہ قائم کر دیا گیا ہے، پھر ہم پر خدا نے جو فضل فرمایا اور اپنے علوم ومعارف اور قرآنی تعلیمات اور آسمانی ہدایات کا طالب علم بنا دیا ہے، اس سب کچھ کی غرض یہ ہے اور ہم سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ قرآن پڑھ لو، سیکھ لو، حدیثِ نبوی ﷺ کے مضامین واحکام سیکھ لو، فقہ کا قانون ازبر کر لو اور پھر عملاً اس کی ترویج واشاعت اور تبلیغ وتنفیذ میں اپنی زندگیاں کھپا دو اور اپنی صلاحیتیں اس راہ میں لگا دو کہ عملاً اسلام کا نظامِ عدل وقسط

نافذ ہو، اور اقامتِ دین اور غلبۂ اسلام کی تحریک کامیاب ہو کہ دنیا بھی بہشت کا نمونہ بن جائے اور مسلمان آزادی کے ساتھ اسلامی تعلیمات واحکام پر عمل کر سکیں۔

اِسلامی ریاست کی تشکیل اور نفاذِ اسلام کی ضرورت

نکاح وطلاق کے مسائل، باہمی معاملات کے مسائل، تجارت اور خرید وفروخت کے مسائل، جھگڑوں اور رنجشوں اور صلح وصفائی کے مسائل، قتل وخونریزی اور اختلافات اور اس سلسلہ میں قرآنی تعلیمات اور اسلامی احکام، سب کی یہی غرض ہے کہ مسلمان ان پر عمل کریں، وہ مسلمانوں کی زندگی میں آجائیں اور مسلمان اُن خطوط پر چلنے لگیں جو اسلام نے ان کے لئے متعیّن کیے ہیں، اور یہ تب ہوسکتا ہے جب مسلمانوں کی مستقل اپنی ریاست، اسلامی ریاست تشکیل پائے اور اس میں مسلمان آزادی سے اسلام کا نظامِ حکومت نافذ کر دیں۔

تمام نظامہائے زندگی اور ادیانِ عالم پر دینِ اسلام کی فوقیت وتنفیذ

اِسلام اپنے ماننے والوں کو صرف نماز، روزہ اور شبانہ روز نوافل پر اکتفا کر لینے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اسلام اپنے ماننے والوں کو صبح سے لے کر شام تک صرف ذکر وفکر کے حلقے قائم کرنے اور مراقبہ وتلقین میں مصروف رہنے کو کافی سمجھ لینے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اسلام اپنے پیروکاروں کو قطعاً اس بات پر انحصار کر لینے کی اجازت نہیں دیتا کہ صرف درسی کتب یاد کر لی جائیں، صبح وشام درس وتدریس پر اکتفا کر لیا جائے۔ مطالعہ اور معلومات سے صرف ذہنی عیاشی یا ذوقِ مطالعہ کی تسکین کی جائے یا مطالعہ سے علمی نقوش کی تصاویر اپنے حافظہ پر ثبت کر لیے جائیں یا معلومات کے حافظہ کی مدد سے منبر پر بیٹھ کر مخلص عقیدتمندوں کو سنا دیئے جائیں یا محض خطابت اور تقریر کر لی جائے اور اسی کو سب کچھ سمجھ لیا جائے اسلام اپنے پیروکاروں اور پیغمبر ﷺ اپنے ماننے

والوں سے یہ چاہتے ہیں کہ دینِ اسلام کو اور نظامِ مصطفوی ﷺ کو تمام ادیانِ عالَم پر اور تمام نظامہائے زندگی پر غالب کر دیا جائے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبہ:۳۳)

''وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے وہ غالب کردے سارے بقیہ دینوں پر، خواہ مشرکوں کو (کیسا ہی) ناگوار ہو''

اور یہ تبدیلی تب آئے گی جب قیادت میں اخلاص آئے گا، جب رہبرانِ قوم اخلاص سے اپنے اندر وہی انقلاب لائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ان سے چاہتے ہیں......

مریدِ سادہ نے رو رو کے کر لیا توبہ
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق

دنیائے انسانیت کی امامت وسیادت اوراس کی شرائط

قرآنِ حکیم اپنے ماننے والوں سے توحید وختم نبوت اور اسلام کے نظامِ عدل و قسط کے پھریرے اور عظمتوں کے جھنڈے کو پورے عالَم میں لہرانے اور چہار دانگ عالَم میں سربلند کردینے کا مطالبہ کرتا ہے دین اسلام کی مادی، سیاسی اور علمی و روحانی بالادستی چاہتا ہے قرآنِ حکیم چاہتا ہے کہ میرے ماننے والے دنیا میں وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا مظہرِ اتم بن جائیں، دنیا کی قیادت اور سیادت ان کے ہاتھ میں ہو، اوراب تباہی یہ ہے کہ قوم وملّت اور اُمّت کی سطح پر کوئی سوچتا ہی نہیں، یہ فکر، یہ ذوق وشوق اور یہ جذبہ ہی نہیں رہا ......

نگاہِ شوق میسّر نہیں اگر تجھ کو
تیرا وجود ہے قلب ونظر کی رُسوائی

مگر اس کے لئے قرآنی شرط کی تکمیل کرنی ہوگی اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کے چیلنج اور دعوتِ فکر وعمل کو قبول کرنا ہوگا، ایمان واسلام کے معیار اور کسوٹی پر پورا اُترنا ہوگا، مصائب اور شدائد برداشت کرنے ہوں گے، فقر وفاقہ، ہجرت وغربت، جبر واستبداد، صبر وثبات اور استقامت وعزیمت کی وادیوں کو عبور کرنا ہوگا، تب دُنیا کی امامت بھی ملے گی اور انسانیت کی سیادت کی سعادت بھی ملے گی......

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر وموجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں جو تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دُشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان پر چڑھا کر تجھے تلوار کرے

سلسلۂ نبوت وختمِ نبوت بعثتِ اُمت کے مقاصد

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک حضراتِ انبیاءِ کرامؑ کا سلسلۂ رسالت ونبوت اور امام الانبیاء حضور سید دوعالَم ﷺ کی بعثت اور ختمِ نبوت بھی اس لئے ہوئی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے دین کو دنیائے انسانیت میں غالب کردیں اور ظلم، عدوان، سرکشی، بغاوت، معصیت، تشدد، جہالت، شرک، بدعات، رواجات، باطل نظریات اور کفریہ عقائد کو مغلوب اور تاراج کردیں اور تمام باطل ازموں کو واضح ہدایات، علمی دلائل، فکری کاوشوں اور سیاسی طور پر شکست وہزیمت سے نیست ونابود کردیں۔

حضورِ اقدس ﷺ کی طرح اُمت کی بعثت کی بھی یہی غرض ہے، اُمتِ محمدیہ ﷺ کی فضیلت اور تمام اُمتوں میں شرف و امتیاز کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ اُمت معروفات کو غالب کرتی اور منکرات کو مٹاتی ہے:

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: ۱۱۰)

''تم بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور برائی سے روکتے ہو''

عامۃ المسلمین کی ذمہ داری

معروفات کا غلبہ و اشاعت اور منکرات و فواحش کے خاتمہ کی یہ انقلابی تحریک زندگی کے کسی ایک پہلو اور عنوان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ ہمہ جہت جامع اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے خواہ وہ انفرادی زندگی سے متعلق ہو یا اجتماعی زندگی سے' ان کا تعلق فکری اور نظری عقائد سے ہو یا سیاسی نظریات اور اعمال سے ہو، وہ شعر و ادب اور تصنیف و اشاعت کا میدان ہو یا لٹریچر اور تقریر و تحریر اور پروپیگنڈے کا میدان ہو، ان کا تعلق موجودہ دور کی بگڑی ہوئی اور فاسد سوسائٹی سے متعلق ہو، مسلمان ہر جگہ، ہر موڑ، ہر عنوان، ہر پہلو اور ہر سٹیج پر اس بات کا مکلف ہے کہ وہ منکرات کو گندے انڈوں کی طرح باہر پھینک دے اور معروفات و حسنات کا غلبہ اور ان کی اشاعت و ترویج کی راہ ہموار کردے۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

باقی رہی یہ بات کہ غلبہ و اشاعتِ دین اور تبلیغ و ترویجِ شریعت کا کام کیسے کریں؟ میدان نہیں ہے، آج کی اصطلاح میں سٹیج نہیں ہے، ہمیں کوئی پوچھتا نہیں، تو یہ نفس اور شیطان کا دھوکہ ہے، یہ احساسِ کمتری اور احساسِ کہتری ہے زمین زرخیز ہے ذرا سیرابی کی تدبیر کیجئے ......

ع ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

کام شروع کر دیجئے راستہ کھلتا چلا جائے گا

کون کہتا ہے کہ کام کے لئے میدان نہیں ہے، راستہ بند ہے، سٹیج نہیں ہے، جنابِ عالی! یہ تیرے دماغ کی کمزوری اور تیرے کوتاہ اندیشی، تیرے فکر و نظر اور تیری فہم و ادراک کا قصور ہے حقیقتِ واقعہ وہ نہیں جو تو نے سمجھ رکھا ہے اللہ کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرکے چل پڑیئے، کام شروع کر دیجئے راستہ خود بہ خود کھلتا چلا جائے گا۔

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:۳)

''اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے کشائش پیدا کر دیتا ہے اور اُسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اُسے گمان بھی نہیں ہوتا''

دیکھئے! دارالعلوم کی جامع مسجد کے دائیں طرف پشاور سے راولپنڈی کو جانے والی کشادہ سڑک آپ کے سامنے ہے آپ میں سے کوئی صاحب گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر اپنے سامنے کی سڑک پر نظر کرے تو نظر ایک انتہاء کو پہنچے گی اور اپنے سے دُور قدرے فاصلے پر سڑک تنگ ہوتی چلی جائے گی، حتیٰ کہ انتہاءِ نظر پر سڑک بند ہوتی نظر آئے گی اب اگر آپ سٹیرنگ پر بیٹھے ڈرائیور کو یہ مشورہ دیں کہ جناب! سامنے تو سڑک تنگ اور پھر آخر پر بند نظر آتی ہے آپ خواہ مخواہ کی دوڑ لگائے جا رہے ہیں اگر ڈرائیور مشورہ مان لے اور گاڑی روک دے تو قیامت تک یہ لوگ اپنی منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکیں گے، اور اگر نظر کے دھوکے کا اعتبار نہ کرتے ہوئے اصل حقیقت کو ملحوظ رکھ کر سفر جاری رکھا گیا گو وہ چیونٹی کی رفتار سے کیوں نہ ہو کسی نہ کسی روز منزلِ مقصود تک بھی رسائی حاصل ہو جائے گی ......

فریبِ نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی
فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی
سفرِ زندگی کے لئے برگ و ساز
سفر ہے حقیقت حضر ہے مجاز

جب آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو دین کا کام کرنا ہے، تبلیغ اور غلبۂ اسلام کا کام کرنا ہے، انقلاب اور اسلامی نظام کا کام کرنا ہے، تعمیرِ انسانیت اور اصلاحِ انقلابِ اُمت کا کام کرنا ہے، ختم نبوت کے تحفظ اور دفاعِ صحابہؓ اور ان کی عظمت اور تقدس کی حفاظت کا کام کرنا ہے، مگر ماحول درست نہیں، سوسائٹی بگڑی ہوئی ہے، مفادات کا دور ہے، بے دینی، الحاد، زندقہ اور بے حیائی عروج پر ہے، میرے لئے کام کرنے کے راستے مسدود ہیں، بند ہیں، سٹیج نہیں ہے، کوئی سننے والا نہیں۔

تو محترم دوستو! یہ فکر ونظر کی کمزوری، کج فہمی، نظر کا دھوکہ اور نفس و شیطان کا فریب ہے ......

ہو فکر اگر خام تو آزادئ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

اس وہم وگمان کے تاریک جہان سے، ریب وتردّد اور ارتیاب وتذبذب کی دنیا سے نکل کر حقیقت اور یقین کی دنیا میں آیئے اگر تمہاری دعوت پر انسان لبیک نہیں کہتے، اگر تمہیں سننے کے لئے کوئی تیار نہیں، اگر تمہاری دعوت سے اعراض وانکار کیا جاتا ہے، اگر تمہارا واسطہ نرم دل انسانوں سے نہیں، پتھروں اور لوہے کی چٹانوں سے ہے تو

کوئی فکر نہ کیجئے! ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مایوس ہوکر بیٹھ جانا شیطان کا کام ہے مسلمان کا نہیں، کمرِ ہمت کس لیجئے، ستاروں سے روشنی حاصل کیجئے، چاند کی روشنی سے موافقت، سورج کی شعاؤں سے مطابقت، ہواؤں اور فضاؤں سے موانست، دریاؤں کی موجوں سے مبارزت اور شجر وحجر سے مخاطبت کیجئے، اپنا پیغام سناتے جایئے، اگر دعوت میں خلوص ہوگا تو فضا بدل جائے گی، ہوا کا رُخ بدل جائے گا، چٹانوں میں راستے پیدا ہوجائیں گے، لوہے کے دل پگھل کر موم بن جائیں گے، فتح مندی اور کامرانی تمہارے قدم چومے گی۔

موجودہ دور کا ایک خطرناک فتنہ

مگر میں آج کے دور کے ایک اہم اور تباہ کن فتنے کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں، اور وہ فتنہ مغرب کی لادین طرزِ سیاست کا فتنہ ہے، وہ علاقائی عصبیت، جماعتی گروہ بندی اور تحزّب اور انتشار کا فتنہ ہے آپ جو کام کریں دین کا کام سمجھ کر کریں، اخلاص سے کریں، کام کتنا ہی مفید کیوں نہ ہو اہلِ دنیا، ہوا پرست اسے سیاست کی عینک سے، تحزّب اور تعصّب کی عینک سے، گروہ بندی، جتھے بندی اور پارٹی بازی کی عینک سے دیکھتے اور اسی فرسودہ اور متعفّن فکر ونظر سے ساتھ چلتے، راستہ بدلتے یا راستے کی رُکاوٹ بنتے ہیں، اگر آپ دیکھنے والوں اور ٹٹولنے والوں کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی سیاست، ان کے فکر ونظر اور اُن کی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے سیاسی مفادات کا تحفظ کر سکتے ہیں تو پھر تمہیں وہ مجاہد بھی کہیں گے، غازی بھی مانیں گے، جید عالم اور شیخ بھی تسلیم کریں گے، رہنما اور قائد بھی تسلیم کریں گے، زندہ باد کے نعرے بھی لگائیں گے، استقبال بھی کریں گے۔

اور اگر آپ ان کے معیارِ سیاست پر پورا نہیں اُترتے، آپ اُن کے ذاتی

مفادات کی تکمیل کا ذریعہ اور ان کی اغراض کی تحصیل کے لئے شوبوائے کا کردار ادا نہ کرسکے، ان کی سیاسی جماعت سے وابستہ نہ رہ سکے، تو پھر اگر تم ختمِ نبوت کے تحفظ کا کام کرتے ہو، توحید کی اشاعت اور سنت کی ترویج کا کام کرتے ہو، غلبۂ اسلام اور اسلامی نظام کا کام کرتے ہو، اگر تم میدانِ عمل میں بھی ہو، اور باطل قوتوں سے برسرِ پیکار بھی ہوتو پھر یاد رکھئے دیکھنے والے اور اس معیار اور اس متعفّن کسوٹی پر جانچنے والے تمہیں فاسق و فاجر بھی کہیں گے، کافر و مرتد بھی کہیں گے، متعصّب اور بنیاد پرست بھی کہیں گے، غدّار اور خائن، ضمیر فروش اور بددیانت بھی کہیں گے، تم پر فتوے بھی لگائیں گے، تمہارا سوشل بائیکاٹ بھی کریں گے، تمہیں بے ضمیر بھی کہیں گے۔

الحذر، انتباہ اورحزم واحتیاط

مگر یاد رکھنا اگر تم اپنے نیک مقصد میں اور اپنے مشن میں سچے ہوتو تمہیں ایسے مریضوں کی پھبتیوں، تمسخر اور ٹھٹھوں کی پروا کیے بغیر اور کسی طعنے اور تشنیع کا جواب دیئے بغیر اپنا مثبت کام کرنا ہوگا، ٹھوس اور تعمیری کام کرنا ہوگا، بازاریوں کے جواب میں بازاری روش اختیار کرنا بازاریوں ہی کا کام ہے، شرفاء کا نہیں، غالباً شیخ سعدیؒ نے فرمایا تھا......

آنکس کہ بہ قرآن و خبر ذو نہ رہی
آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی

جو شخص علم و ادب، تہذیب وتمدن، اخلاق وشرافت، شرم وحیاء، غیرت وحمیت، ضمیر وانسانیت اور اخلاقی اقدار سے عاری ہو، اُس کا جواب، اس کے بحث ومناظرے اور اس کے اعتراض واشکال کا حل یہ ہے کہ اس کا جواب نہ دیا جائے اور اس صلاحیت کو اپنے کام کو آگے بڑھانے پر صرف کیا جائے راہ چلتے کسی پتھر سے ٹھوکر لگ جائے تو

عقلمند مسافر پتھر سے جھگڑنے کے بجائے آگے منزل کی طرف بڑھتے ہیں پتھر سے انتقام کی نہیں سوچتے، جو مسافر پتھر سے اُلجھ کے رہ گیا وہ منزلِ مقصود سے بھی رہ جاتا ہے اور پتھر کے مسئلہ کو بھی حل نہیں کر پاتا۔

اعتماد علی اللہ

محترم دوستو! بات یہ ہورہی تھی کہ یہ نہ کہنا کہ عمل کا میدان نہیں، یہ نہ کہنا کہ میرے پاس سٹیج نہیں، وسائل نہیں، افرادی قوت اور سیاسی جماعت نہیں، اس میں میرے لئے کام نہ کرنے کی وجہ جواز موجود ہے ہرگز ایسا نہیں، یہ کوئی وجہ جواز نہیں افغان مجاہدین کا جہاد آپ کے سامنے ہے، ان کے پاس کون سے وسائل تھے، کونسی افرادی قوت اور سیاسی جماعت تھی؟ کون سا جدید اسلحہ تھا؟ کونسی سیاسی پوزیشن حاصل تھی؟ کچھ نہیں تھا مگر انہوں نے ہمت نہیں ہاری، مسلسل ۹ سال تک لڑتے رہے، قربانیاں دیتے رہے، ہاتھ میں کوکا کولا کی بوتلیں لے کر روس کے بمبار طیاروں اور آگ برساتے ٹینکوں سے لڑگئے، تو آج میدان اُن کے ہاتھ میں ہے، انقلابی قوت ان کے پاس ہے، دنیا کے ۱۲۳ سے زیادہ ممالک ان کی حمایت کرتے اور ان کی شجاعت کی داد دیتے ہیں اور ان کے جذبۂ حرّیت کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق کی ہمراہی میں دو ہفتے دورہ: نئے تجربے، نئے حوصلے اور نیا ولولہ

احقر گذشتہ دو ہفتوں سے دارالعلوم حقانیہ (جو دارالعلوم دیوبند کے بعد جنوبی ایشیا کی عظیم اسلامی یونیورسٹی ہے) کے نائب مہتمم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کی ہمراہی میں سفر پر تھا، خطبۂ جمعہ کے لئے بھی حاضر نہ ہوسکا، ان دو ہفتوں میں مجھے نئے تجربات، نئے ولولے، نئے خیالات اور نئے حوصلے حاصل ہوئے، بلوچستان، سرحد اور پنجاب کے مرکزی اضلاع اور وہاں کے دور دراز علاقوں کا جماعتی اور تبلیغی دورہ ہوا،

ژوب، قلعہ سیف اللہ، پشین، لورالائی، کوئٹہ، ادھر سرحد میں الائی، بٹگرام، ہری پور، ایبٹ آباد، مانسہرہ، دیر، کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان ادھر پنجاب میں بہاولپور تک جانا ہوا، ہزاروں علماء سے، مشائخ سے، طلبہ سے ملاقاتیں ہوئیں، ان کے اہم اور خصوصی اجلاس ہوئے جگہ جگہ تاریخی جلسہ ہائے عام منعقد ہوئے عظیم الشان استقبالی جلوس نکلے، عجیب مناظر دیکھے، حیرت کی انتہاء نہ رہی۔

مسلمانوں کا دینی رُجحان اور جذبۂ ایمان

لوگوں کو علماءِ حق سے' فضلاء سے' دین کا کام کرنے والوں سے محبت ہے، ان کے اندر پیاس ہے، وہ اسلامی تعلیمات اور انقلاب کے ایک ایک گھونٹ کے لئے ترس رہے ہیں، لوگوں میں دین کی طلب اور جذبہ وتڑپ موجود ہے، مسلمان آج بھی ایمان و اسلام، غیرت وحمیت، اخلاص ومحبت، دینداری اور وفاداری کے پتلے ہیں، زمین زرخیز ہے نمی کی اور صحیح تخم ریزی کی ضرورت ہے۔

اگر آپ نے واقعتاً اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام کے غلبہ و قیام اور استحکام کا عزم کرلیا ہے تو ذاتی اغراض، اپنے مفادات، جاہ ومنصب کے طلب، دولت وعزت کی بھوک اور سیاسی گروہ بندی اور عصبیت کے متعفن اور بدبودار وطیروں کو ترک کر کے محمد عربی ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہونا ہوگا اکابر علماءِ دین، صلحاءِ اُمت، وارثانِ علومِ نبوت، مصلحینِ قوم، دردمندانِ ملت اور محرکینِ تحریکِ نفاذ شریعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر، علماءِ حق کا ساتھ دیکر ظلم و جبر، استبداد و کفر، منافقت و دیوثی، سوشلزم اور کمیونزم کے دجل وفریب، خمینی ازم اور باطل قوتوں کے خلاف یلغار کرنی ہوگی۔

میں نے اس سفر میں عجیب نقشہ دیکھا، لوگ آج بھی علماءِ حق اور کاروانِ ولی

اللّٰہی کے سپاہیوں کے ادنیٰ اشارہ پر اپنے سر کٹانے کو تیار ہیں، مسلمان آج بھی علماءِ حق کے پرچمِ نبوی ﷺ تلے اسلامی انقلاب لانے کے لئے تیار ہیں۔ مسلمان آج بھی شہدائے بالاکوٹ کی تاریخ کے تکمیل اور اس کے تتمے کا ایک نیا باب رقم کرنے کے لئے تیار ہیں، امام احمد بن حنبلؒ کی عزیمت ومجاہدہ کے مظاہرہ کے لئے تیار ہیں، کلاشنکوف کی گولی اور آگ برساتے ٹینکوں سے لڑ جانے کو تیار ہیں، مسلمان آج بھی جبر واستبداد سے ٹکرانے اور ۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفےٰ کی یاد تازہ کرنے کے لئے تیار ہیں، وہ زبانِ حال سے چیخ چیخ کر آپ کی غیرت وحمیت کو جھنجھوڑ رہے ہیں، ان کے جذبات یہی ہیں اور ان کی آرزو یہی ہے کہ......

امام احمد بن حنبلؒ کے ہم ہیں ماننے والے
شجاعت کی یہاں قائم روایت ہم نے کرنی ہے

دستارِ فضیلت کی اہمیّت اور فضلاء کی ذمہ داریاں

اے علومِ نبوت کے ورثاء، علماء، فضلاء اور طلبہ! آج انقلاب کی باگ دوڑ تمہارے ہاتھ میں ہے، جھنڈا اور قیادت تمہارے ہاتھ میں ہے، فکری راہنمائی تمہاری ہاتھ میں ہے، آج تمہاری غیرت وحمیت کا، اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سچے تعلق اور اس کی استواری اور وفاداری کا امتحان ہے تعصب، حسد، بغض، عداوت، کینہ کے مقابلہ میں قومی وحدت، اخلاص واطاعت، عجز و انابت اور محبت و اطاعت کے جذبات کی باہمی کشمکش کا امتحان ہے، آپ کے علم وفضل، آپ کی راہنمائی، آپ کی قیادت و سیادت، آپ کے فریضۂ منصبی اور آپ کی دستارِ فضیلت کا امتحان ہے کہ آپ بے دینوں، گمراہوں، کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کی راہ چل

کر اسے اُن کے پاؤں میں پھینک دیتے ہیں (العیاذ باللہ) اور علم کی عزت و آبرو کو تاراج کر دیتے ہیں، یا پھر دستارِ فضیلت کی عظمت و تقدس، اس کی ذمہ داری و استواری اور اس کی واقعی اہمیت و ضرورت اور اُس کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اسے علم کی عظمت اور علماء کی رفعت کا ذریعہ بنا دیتے ہیں اپنی گرانقدر صلاحیتوں کو چاپلوسی و تملق اور خوشامد و روباہی کی بھینٹ ہرگز نہ چڑھائیے، حق گوئی اور بیباکی تمہارے اسلاف کا امتیاز اور تمہارا قیمتی ورثہ ہے، اسی میں تمہاری عزت اور بقا کا راز مضمر ہے......

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ماہ صیام کا پیغام اور اس کے تقاضے

عیدگاہ دارالعلوم حقانیہ میں عیدالفطر ۱۴۰۸ھ کے اِجتماع سے خطاب

اساتذہ کے حکم کی تکمیل کمالِ ادب ہے

خطبۂ مسنونہ کے بعد! حضرات! حضرتِ اقدس، محدثِ کبیر، استاذی و استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم تشریف لے آئے ہیں، میں اُن کی موجودگی میں یہ جرأت اور جسارت ہرگز نہ کرتا، یہ ان کی نظرِ شفقت وعنایت اور اصاغر نوازی ہے ورنہ......

ع بہائے خویش می دانم بہ نیم جونمے ارزد

خدا تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ فیاض اور کریم ذات واقعتاً بھی اس کی اہلیت عطا فرماوے، یہ اُن کا حکم ہے اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَب اپنے اکابر، مشائخ اور اساتذہ کے حکم کی اطاعت اور فرمانبرداری آداب کے تقاضوں سے بالاتر ہے، کمالِ ادب یہی ہے کہ ان کے حکم کی اطاعت کی جائے۔

ماہِ صیام کا پیغام

ماہِ صیام، برکتوں والا مہینہ گذر گیا، آج عیدالفطر میں ہم سب بارگاہِ ربوبیت میں

اپنے گناہوں، کوتاہیوں کی مغفرت کرانے حاضر ہوئے ہیں تاہم ماہِ صیام اللہ کا بھیجا ہوا مہمان تھا، اس کے کچھ تقاضے اور آداب تھے، قرآن سننا اور سمجھنا تھا، خدا سے تعلق اور عبودیت کا رشتہ استوار کرنا تھا، بندگی اختیار کرنی اور گندگی سے اجتناب ضروری تھا، مگر ہم کوتاہ رہے، اِنسان خطا اور نسیان کا پتلا ہے، اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرماوے (آمین)

ماہِ صیام کا پیغام، اس کا فلسفہ وحکمت اور اس کے اثرات وثمرات یہ ہیں کہ اے مسلمانو! جب تم نے اللہ ورسول ﷺ سے اطاعت اور اُلفت کا رشتہ اُستوار کرلیا ہے، عالمِ ازل میں وعدۂ اطاعت کیا، کلمہ کے اقرار اور قبولِ اسلام کی شکل میں اور پھر ہر نماز میں اس کی تجدید کرتے رہتے ہو، تو یاد رکھو، جس طرح تم اپنی مرضی سے نہ روزہ کھول سکتے ہو نہ رکھ سکتے ہو، اپنی مرضی سے اس کے اوقات کی تعین نہیں کرسکتے نہ اوقات بڑھا سکتے ہو نہ گھٹا سکتے ہو، تمہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کی اطاعت کرنی ہوگی تب تمہارا روزہ، تمہاری نماز، تمہارا سجدہ و رکوع اور تمہارا ذکر وتلاوت قبول ہوگی۔

نظامِ حیات اور اجتماعی قوانین

اِسی طرح تمہاری پوری زندگی کے لئے اور نظامِ حیات کے لئے اللہ پاک کے دیئے ہوئے ضابطے اور قوانین ہیں، اجتماعی نظام اور اس کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک دستور اور ایک شریعت بھیجی ہے جس کی اطاعت اور فرمانبرداری تم سب پر لازم ہے، اعراض اور انکار کروگے تو ذلیل وخوار ہوجاؤ گے، حضرات صحابۂ کرامؓ نے اس فلسفہ کو سمجھ لیا تھا اور اپنا لیا تھا، اپنی خواہشات، جذبات، مفادات اور جاہ و منصب اور وجاہتیں سب اس پر قربان کردی تھیں۔

صحابۂ کرامؓ اور اطاعتِ رسول ﷺ

جب وہ دشمن کے ساتھ برسرِ پیکار ہوتے، میدانِ کارزار میں عزت و ذلت، دنیوی چرچوں اور پروپیگنڈوں کا ہدف ہوتے، عین ایسی حالت میں آکر حضورِ اقدس ﷺ کی سنت یا نبی ﷺ کا طریقہ بتا دیا گیا تو انہوں نے ہتھیار وہیں ڈال دیئے جھوٹی شہرتوں، بدنامی اور حبِّ جاہ اور ذاتی وقار اور اَنا کا مسئلہ نہیں بنایا بلکہ بڑی خوشی اور مسرت سے سرِ تسلیم خم کردیا، وہ مزاجِ یار سے آشنا تھے اور اسے وہ اپنے تمام مقاصد اور وجاہتوں پر ترجیح دیتے تھے ......

ہر بات میں انہی کی خوشی کا رہا خیال
ہر کام سے غرض ہے انہی کی رضا مجھے

امیر معاویہؓ اور ایفائے عہد کا دلچسپ واقعہ

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت امیر معاویہؓ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کسی قوم کے ساتھ ایک متعین میعاد اور ایک مقرر تاریخ تک التواءِ جنگ کا معاہدہ کرلیا تھا، دونوں طرف سے جنگ بندی ہوگئی اچانک حضرت امیر معاویہؓ کے دل میں خیال گذرا کہ التواءِ جنگ کے معاہدہ کے ایّام میں اپنا لشکر اور سامانِ حرب دشمن کی سرحدات کے قریب جمع کردیں تاکہ جونہی معاہدہ کی معیاد ختم ہوتو وہ دشمن پر ٹوٹ پڑیں، دشمن سنبھلنے نہ پائے کہ تباہ ہوجائے، مگر عین اُس وقت جب امیر معاویہؓ کا لشکر تیار ہوگیا، سامانِ حرب اور جنگی اسلحہ لاد دیا گیا، لشکر روانہ ہونے لگا، اپنوں اور بیگانوں کی نگاہیں جم گئیں، حکومتی سطح پر ایک فیصلہ کردیا گیا، اس پر عمل کا آغاز ہوگیا، اپنے اور بیگانے اس کے چرچے کرنے لگے، عین ایسی حالت میں دیکھا گیا کہ ایک معمر بزرگ حضرت عمرو بن عنبسہؓ گھوڑے پر سوار اور گھوڑے کو دوڑائے لشکر میں آ گھسے اور اعلان کررہے ہیں:

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وفاءً لاغدرًا (ترمذی: ح ۱۵۸۰)

’’اللہ کی ذات سب سے بڑی ہے اللہ کی ذات سب سے بڑی ہے، مسلمانوں
کو معاہدہ کی وفا کرنی چاہئے، دھوکہ اور غدر اس کے شایانِ شان نہیں‘‘

نعرۂ تکبیر بھی لگا رہے تھے اہل لشکر اور حضرت امیر معاویہؓ پر یہ واضح کر دینا
چاہتے تھے کہ ہم کو التواءِ جنگ کا معاہدہ پورا کرنا چاہئے، اس کے خلاف کرنا شانِ مسلم
کے ہرگز زیبا نہیں پھر اس معمر صحابیؓ نے حضورِ اقدس ﷺ کا یہ ارشاد سنایا:

مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يُحَلَّنَّ عَهْدًا
وَلَا يُشَدَّنَّهُ (ترمذی: ح ۱۵۸۰)

’’جس قوم سے کوئی صلح یا ترکِ جنگ کا معاہدہ ہو چاہئے کہ ان کے خلاف نہ
کوئی گرہ کھولیں اور نہ باندھیں‘‘

حضرت امیر معاویہؓ کو اس کی خبر ہوئی اور نبی ﷺ کا فرمان سامنے آیا تو فوراً اپنی
فوج کی واپسی کا حکم دیا اور اعلان کر دیا کہ ہماری ساری تیاریاں اور عزائم منسوخ ہیں، ہم
حضور ﷺ کا حکم سامنے آجانے کے بعد کسی بھی جسارت کو گناہ سمجھتے ہیں ......

تیری ہر بات گوارا ہے مگر شیوۂ دل
جس میں توہینِ وفا ہو مجھے منظور نہیں

لہٰذا اب ہم التواءِ جنگ کے معاہدہ کے بعد لشکر کشی نہیں کریں گے کہیں ایسا نہ
ہو کہ لشکر کشی پر اقدام کر کے ہم خدا کی بارگاہ میں مجرم اور خیانت کرنے والے نہ بن
جائیں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آلِ عمران: ۳۱)

’’اے پیغمبر! (لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی

کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا ور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور خدا
تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے‘‘

رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرفِ آرزو کیا
خدا مالک خدا خالق خدا کا حکم تو کیا

بہر حال رمضان المبارک کا پیغام یہ ہے کہ مسلسل جدوجہد، سال کے بارہ ۱۲
مہینے قرآن سے وابستگی اور تعلق اور توشۂ آخرت کی تیاری میں مصروف رہنا چاہئے امام
الانبیاء جنابِ محمد ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ خَافَ أَدْلَجَ وَ مَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ أَلَا سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ
أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ (الترمذی: ح ۲٤٥٠)

’’جس شخص کو خوف ہوتا ہے وہ رات میں بھی چلتا رہتا ہے اور جو رات کو چلتا
رہتا ہے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے، سن لو! کہ اللہ کا سودا گراں ہے، سن لو! کہ
خدا کا سودا جنت ہے‘‘

مسلمان سارا سال چل کر، محنت اور دعوت اور اخوت و اطاعت کا پیغمبر بن کر
پورے عالم کو اسیرِ جان کر لیتا ہے، مگر اب معاملہ بالکل برعکس ہے کہ (مسلمان) خود اسیرِ
جہاں ہو کر رہ گیا ہے......

حیات چیست، جہاں را اسیرِ جان کردن
تو خود اسیرِ جہانی، کجا توانی کرد

جب سارا سال تمہاری فکر، تمہاری محنتوں اور ریاضتوں، تمہاری مساعی اور
جدوجہد کا محورِ فکرِ آخرت، نفاذِ شریعت اور غلبۂ دین ہوگا تو تمہارے دنیوی کاروبار، دنیوی
ترقیوں اور قومی عروج و زوال کی ذمہ داری خود خالقِ ارض و سماء، مالکِ دو جہاں کرے
گا، تاجدارِ ختم نبوت حضور سید دو عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ كَانَتِ الْاٰخِرَةُ هَمَّهٗ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِیْ قَلْبِهٖ وَجَمَعَ عَلَيْهِ شَمْلَهٗ وَاَتَتِ الدُّنْيَا وَهِیَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهٗ جَعَلَ اللّٰهُ فَقْرَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَ فَرَقَ عَلَيْهِ شَمْلَهٗ وَ لَمْ يَاْتِهٖ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَا قُدِّرَ لَهٗ (الترمذی)

''آخرت جس کا محورِ فکر ہوجاتی ہے خدا تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اُس کا شیرازہ مجتمع کر دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہوکر اس کی خدمت میں آتی ہے اور دنیا جس کی فکر کا مرکز ہوجاتی ہے خدا تعالیٰ اُس کی آنکھوں کے سامنے تنگدستی کر دیتا ہے اُس کا شیرازہ بکھیر دیتا ہے اور دُنیا میں اُس کو صرف وہی ملتا ہے جو اُس کے مقدر میں لکھا جاچکا تھا''

بہرحال محترم بزرگو! عید کی خوشیاں اُن کیلئے ہیں جو رمضان المبارک میں تربیت پاکر پورے سال کے لئے اِسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا پختہ عزم کر چکے ہیں......

عشق ہے سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے نام خونِ جگر کے بغیر

حضرتِ اقدس شیخ الحدیث دامت برکاتہم تشریف فرما ہیں، مختصر وقت ہے، اصل بات اور رمضان المبارک وعبادات کا خلاصہ دُعا ہے جو ان ہی کی ہونی ہے اللہ تعالیٰ حضرت مدظلہٗ کے دعواتِ صالحات اور توجہات میں ہم گنہگاروں، جملہ حاضرین کو حصہ وافر عطا فرمائے (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دارالعلوم کی تعمیر وترقی میں

حقانی خاندان کی خواتین اور خصوصاً اہلیہ مولانا سمیع الحق کا حصہ

۲۵ جنوری ۲۰۰۴ء جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں اکابر اساتذہ، شیوخ، علماء کرام، فضلاء اور جامعہ کے تمام درجات کے طلبہ کا جامع مسجد میں اجتماع منعقد ہوا حاضرین نے حضرت مولانا سمیع الحق کی اہلیہ مرحومہ ومغفورہ (مولانا حامد الحق اور مولانا راشد الحق کی والدہ) کیلئے قرآن خوانی، ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی اس موقع پر جامعہ ابوہریرہ کے مہتمم مولانا عبدالقیوم حقانی نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے حکم پر درج ذیل خطاب فرمایا جو ٹیپ ریکارڈر سے نقل کرکے شامل خطبات کیا جارہا ہے...... (ادارہ)

مرحومہ مغفورہ روحانی والدہ کی ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن

خطبہ مسنونہ کے بعد! مجھے حد درجہ احساس ہے کہ میں اپنی مادر علمی، مرکز رشد و ہدایت جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں اپنے اکابر اساتذہ و مشائخ کی موجودگی میں لب کشائی کی جسارت کررہا ہوں میں کبھی یہ جرات نہ کرتا مگر اپنے مخدوم ومکرم، استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم جو میرے عظیم محسن اور مربی ہیں، جن کی توجہ و عنایت اور احسان وتربیت کے صدقے مجھے قلم پکڑنے کی توفیق ارزانی ہوئی ہے ان کے

حکم کی تعمیل، میں سعادت سمجھتا ہوں آج جو ہم نے یہاں دارالعلوم حقانیہ میں ختم القرآن، ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا ہے یہ ہماری مرحومہ ومغفورہ روحانی والدہ، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی رفیقہ حیات کے ایصال ثواب کیلئے اہتمام کیا گیا ہے مرحومہ ومغفورہ مولانا حامدالحق اور مولانا راشدالحق کی نسبی اور ہم سب کی روحانی والدہ تھیں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ، کی والدہ ماجدہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی والدہ ماجدہ کی طرح مرحومہ ومغفورہ کا بھی دارالعلوم کے قیام، بقا اور استحکام اور اس گلشن کی آبیاری میں برابر کا حصہ ہے۔

فضلاء و ابناء حقانیہ اپنے اساتذہ و متعلقین حقانیہ کو دعاؤں میں یاد کریں

ہم دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور مرحومہ کے روحانی ابناء اگر ان کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام، مغفرت اور رفع درجات کی دعا کریں گے تو یہ ہماری سعادت ہے اگر نہیں کریں گے تب بھی وہ ہمارے اساتذہ کرام کی طرح حقانی فضلاء کے اعمالِ صالحہ میں برابر کی شریک ہیں مجھے یاد ہے کہ استاذ العلماء' محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے ایک مرتبہ اپنے درس میں فضلاء سے فرمایا تھا کہ تمہارا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنی دعاؤں میں اپنے اساتذہ کو حصہ وافر دیا کرو اگر تم دعا کرو گے تو یہ تمہارے لئے نیک بختی اور سعادت ہوگی اور اگر بھول جاؤ گے تب بھی تمہارے اساتذہ و مشائخ تمہارے نیک اعمال میں برابر کے شریک ہوں گے۔

شیخ الحدیث کی اپنی والدہ کی وفات پہ اندیشہ

مرحومہ ومغفورہ ہم سب فضلاء حقانیہ کی روحانی والدہ تھیں، دعاؤں کا مرکز تھیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا' لوگ تعزیت کے لئے آ رہے تھے، مجھے یاد ہے حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا:

''مجھے ڈر ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت اور علوم و معارف کا یہ عظیم چشمہ کہیں بند نہ ہوجائے کہ اس کے پھوٹنے' پھلنے پھولنے اور ایک عالم کو سیراب کرنے میں پس پردہ میری والدہ ماجدہ کی دعاؤں اور توجہات اور مخلصانہ وبھرپور للّٰہیت کی پشت پناہی تھی''

اسی طرح میرا بھی یہ عقیدہ ہے کہ مرحومہ ومغفورہ کا بھی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی والدہ اور دادی مرحومہ کی طرح دارالعلوم کی آبیاری، حضرت شیخؒ کے اضیاف، علماء و مشائخ اور طلبہ کی خدمت میں بھرپور حصہ تھا جو مرحومہ کے لئے عظیم صدقہ جاریہ ہے ایسی مبارک ہستیوں، عظیم شخصیات اور اپنی ان روحانی محسنات کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ آج ہم دارالعلوم حقانیہ کی مقدس سرزمین کی خاک کے ذرات کو کہکشاں اور آفتاب و مہتاب کی عظمتوں سے کم نہیں سمجھتے۔

والدہ کا دل خانہ کعبہ کی طرح عظمت کا مستحق ہے

میں ایک دفعہ حرم میں بیٹھا ہوا تھا، میزابِ رحمت کے سامنے تو حضرت مولانا پیر حافظ غلام حبیب نقشبندی صاحبؒ کو معلوم ہوا کہ میری والدہ علیل ہیں اور قریب کے مکان میں ہیں اور میں انہیں بوجہ علالت حرم میں نہ لا سکا تو مرحوم بہت غضبناک ہوئے اور مجھے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی والدہ کی خدمت کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ والدہ کے دل میں آئے کہ میرا بیٹا موجود نہ ہو تو ہلاک ہو جاؤ گے تین چار روز والدہ کی خدمت کی اور صحت یاب ہونے پر جب انہیں حرم میں لایا اور پھر حضرتؒ سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے بیٹے! مجھے چند روز قبل آپ کی والدہ کی علالت پر آپ کی غفلت پر طیش آیا اور میں نے غیض وغضب کے لہجے میں بات کرکے آپ کو ناراض کیا، لیکن میں برحق تھا اور میرا علم، مطالعہ اور تجربہ ہے اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ خانہ کعبہ کا تقدس واحترام بے پایاں ہے، اسی طرح والدہ کا دل خانہ کعبہ کی طرح عظمت ومحبت کا مستحق ہے۔

موت وہ جو اعمال حسنہ کے تسلسل کا باعث بنے

ہمارے مخدوم زادے مولانا حامد الحق اور مولانا راشد الحق دونوں خوش نصیب ہیں کہ ایام علالت میں اپنی عظیم والدہ کی خدمت کرتے رہے اور ان کی دعائیں حاصل کیں آخر ہم سب کو مرنا ہے اور موت برحق ہے، مگر موت وہ ہو جو اعمال حسنہ کے تسلسل کا باعث بنے مرنے کے بعد صدقہ جاریہ چلتا رہے مرحومہ کے انتقال پرملال کی خبر جب مجھے اپنے مخدوم مکرم، استاد محترم حضرت مولانا انوار الحق صاحب دامت برکاتہم نے دی تو میں نے گھر میں بات کردی اور میرے کہے بغیر' اور کسی کی ترغیب وتشویق کے بغیر ہی جامعہ ابوہریرہؓ کے شعبہ مدرسہ البنات میں سینکڑوں طالبات نے اپنے معمولات روک کر مرحومہ کے لئے ختم القرآن، ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا یہ چند روز سے جو آپ علماء مشائخ، فضلاء، دانشوروں اور زعماء قوم وملت کے وفود کی آمد کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اور مرحومہ کیلئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کے مناظر دیکھ رہے ہیں، واقعتاً مرحومہ کی مغفرت اور رفع درجات کا موثر وسیلہ ہیں۔

موت وہ جو رب کی ملاقات کے اشتیاق کا سامان لے آئے

موت تو بہرحال آنی ہے، لیکن موت وہ ہے جو رب کی ملاقات کے اشتیاق اور جلوہ جہاں آراء کے حسن و جمال کے ولولوں، بیتابیوں اور حسرتوں کا سامان لے آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے، حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کیسے آنا ہوا، عرض کیا رُوح قبض کرنے کے لئے فرمایا! هل رأيت خليلاً يقبض روح خليله ''کیا آپ نے کوئی ایسا دوست دیکھا ہے جو اپنے محبوب کی گردن پر چڑھ دوڑے اور اس کی روح قبض کرے'' ملک الموت' پیغمبرانہ فلسفہ عشق ومحبت کا جواب نہ دے سکے، ربّ سے پوچھا اور جواب لائے حضرت ابراہیمؑ انتظار میں تھے فرمایا! رب پوچھتے ہیں هل رأيت

خليلاً يكره لقاء خليله ''کیا آپ نے ایسا محبّ صادق دیکھا ہے جو اپنے محبوب کے جلوہ جہاں آرا کے دیدار سے منہ پھیر لے'' حضرت ابراہیمؑ بے اختیار کہنے لگے، ملک الموت ! جلدی کرو کہ یہی محبوب کے وصال کا ذریعہ ہے......

چھوڑ دو کاخِ محبت کے دریچے سارے
میرے محبوب کے دامن کی ہوا آتی ہے

بہرحال مرحومہ کی نسبی اولاد کی طرح ہم گنہگار بھی مرحومہ ومغفورہ کے روحانی ابناء ہونے کے حوالے سے تعزیت کے مستحق ہیں جی چاہتا ہے آپ سے بہت سی معروضات عرض کروں کہ آپ اور ہم سب مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کے روحانی ابناء ہیں اور اپنے بھائیوں سے تفصیل سے بات کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔

معرکہ صلیب وطالبان

مگر کیا کروں گزشتہ چند روز سے میرے دل و دماغ اور فکر ونظر کی تمام زاویوں پر ''معرکہ صلیب و طالبان'' مسلط ہے یہی دھن ہے، یہی فکر ہے، یہی ولولہ ہے، یہی تانے بانے بُنے جارہے ہیں اور شب و روز ان کیفیات میں گزر رہی ہیں جب افغانستان کے نہتے طالبان پر معبودِ باطل' الہِ خود ساختہ بُش نے آگ برساتے ہوئے بم اور میزائل برسا کر قرآں وحدیث کے معصوم طالبعلموں کو بھون ڈالنے کا تہیہ کر رکھا تھا تو اس وقت سے تاہنوز پوری دنیا ورطہ حیرت میں ہے کہ یہ طالبان کون ہیں؟ ان کا پس منظر کیا ہے؟ یہ کہاں پڑھتے ہیں؟ ان کے اساتذہ کون ہیں؟

مولانا سمیع الحق کے انٹرویوز کا مجموعہ

پوری دنیا کے نشریاتی ادارے، پوری دنیا کا الیکٹرانک میڈیا اور دنیا بھر کے بڑے بڑے ماہر صحافیوں، دانشوروں، اخبارنویسوں' ایڈیٹروں، کالم نگاروں اور رپورٹروں

نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا رخ کیا کہ طالبان یہاں پڑھتے رہے ہیں، یہاں سے نکلے اور پوری دنیا میں اسلام کی عظمتوں کا جھنڈا گاڑ دیا اور ایک مثالی امن قائم کرکے پوری دنیا میں ثابت کردیا کہ اسلام امن اور سلامتی کا درس دیتا ہے، دہشت گردی اور بدامنی اور لاقانونیت کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے طالبان کے استاذ اوران کی مادرعلمی کے چانسلر حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کو پکڑ پکڑ کر اور گھیر گھیر کر انٹرویوز لیتے رہے، کرید کرید کر اور کھرچ کھرچ کر تحقیقات کرتے رہے، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے اخلاص وللّٰہیت، حق وصداقت، جذبہ جہاد سے سرشار، حکمت وتدبیر سے معمور اور اسلام کے پیغام برحق سے پُرنور مفصل جوابات دے دے کر دنیا بھر کے جبر واستبداد کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کردیا عالمی میڈیا کے رپورٹروں نے یہ انٹرویوز پوری دنیا میں نشر کئے اور اب تک نشر کئے جارہے ہیں اور یہ معرکہ حق ان شاءاللہ تا قیامت گونجتا رہے گا یہ سینکڑوں ہزاروں مغربی لوگ جو آئے، سینکڑوں انٹرویوز کا ریکارڈ بھی رکھا گیا اس میں سے کچھ بعض انٹرویو کتابی شکل میں مولانا سمیع الحق کے تجویز کردہ نام ’’معرکہ صلیب وطالبان کے نام سے مرتب ہورہے ہیں گزشتہ چار پانچ روز سے ان تاریخی انٹرویوز کے ضبط وترتیب‘ تدوین اور ترتیب واشاعت کے کام میں مگن ہوں، بس یہی دھن ہے، یہی فکر اور یہی ہدف اس لئے آج دماغ بھی حاضر نہیں ہورہا، چند بے تکی سی باتیں عرض کردی ہیں، دعا فرماتے رہیے گا کہ اللہ کریم مرحومہ کو جنت الفردوس عطا فرماوے اور ’’معرکہ صلیب وطالبان‘‘ کو شایان شان طریقے سے مرتب اور طبع کرنے کی توفیق عطا فرماوے اس طرح یہ ایک عظیم تاریخی دستاویز بھی مرحومہ ومغفورہ کے لئے عظیم صدقہ جاریہ بنے گا۔

الحق ج ۳۹، ش ۴-۵، جنوری ۲۰۰۴ء

جہادِ افغانستان اور دارالعلوم حقانیہ

افغان مجاہدین اور فضلائے دارالعلوم کا جذبۂ جہاد
اور شوقِ شہادت کی تاریخ دعوت وعزیمت کا تسلسل

دسمبر ۱۹۸۷ء میں غیرت وحمیت کی سرزمینِ افغانستان پر روسی تسلّط اور افغان مجاہدین کی تحریکِ مزاحمت اور مسلسل جہاد کے آٹھ سال مکمل ہورہے ہیں، ادھر اتفاق سے انہی دنوں میں خوست کے محاذِ جنگ پر رُوسیوں کی یلغار سے جنگ شدّت اختیار کرگئی، محاذِ جنگ کے بیباک کمانڈر، دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور سابق مدرس مولانا جلال الدین حقانی نے استاذ العلماء محدّثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہٗ کے نام ایک مکتوب کے ذریعہ محاذِ جنگ کی تازہ ترین صورتحال کی رپورٹ بھیجی تو حضرت شیخ مدظلہٗ نے مجاہدین کی نصرت اور تعاون کی غرض سے دارالعلوم سے ۵۶ افغان مجاہدین طلبہ کی ایک جماعت کو فوراً میدانِ کارزار کے لئے روانہ فرمایا ادھر ماسکو اور کابل ریڈیو سے براہِ راست دارالعلوم حقانیہ اور حقانی فضلاء کے خلاف پروپیگنڈہ نشر ہونے لگا اور انہیں مسلسل تضحیک اور استہزاء کا نشانہ بنایا جانے لگا، ان تازہ ترین حالات، رُوسی یلغار اور مظالم کے واقعات اور ۸؍سالہ جہادِ افغانستان کی تاریخ دعوت وعزیمت کے تناظر میں یہ تقریر ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے صفحۂ قرطاس پر من وعن نقل کرکے اب اسے شامل خطبات کیا جارہا ہے، اللہ کرے کہ اُمت کی بہتری اور اسلامی انقلاب کا ذریعہ ہو (آمین)

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ وَ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ (التوبہ: ۱۱۱)

افغانستان پر روسی تسلط کے آٹھ سال

یہ دسمبر کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں افغانستان پر، ہمارے پڑوسی ملک (افغانستان) پر روسی درندوں کے جبر وتشدّد، استبداد، ظلم و بربریت اور درندگی و سفاکیت اور آدم خوری اور ہزاروں بے گناہ انسانوں کی خونریزی کے تسلسل کے ساتھ آٹھ سال مکمل ہورہے ہیں دسمبر کے اِن ایام میں پاکستان میں، خود مہاجرین افغانستان میں، اِسلامی ممالک میں، دنیا بھر کے مسلمانوں میں، غرض جہاں جہاں بھی مسلمان رہتے ہیں اور ان میں اسلامی درد، اسلامی حمیّت اور اسلامی جذبہ، باہمی مروّت، جوشِ جہاد اور ایمانی ولولہ موجود ہے وہ ان دنوں میں جہادِ افغانستان کی حمایت میں مظاہرے کرتے ہیں، جلسے کرتے ہیں، جلوس نکالتے ہیں، بیانات دیتے ہیں، سیمینار منعقد کرتے ہیں، افغان مجاہدین کو اپنی حمایت اور تعاون کی یقین دہانی کراتے ہیں، موجودہ دَور میں حمایت اور نصرت کے جو مروّجہ جمہوری یا پارلیمانی یا سیاسی طریقے ہیں اُن کو اپناتے ہیں۔

آج کل آپ اپنے ملک میں نظر ڈالیں کہیں جہاد کانفرنس ہورہی ہے، کہیں جہاد کے حق میں سیمینار منعقد ہورہے ہیں، کہیں جلوس نکل رہے ہیں، کوئی بیان دے رہا

ہے، کہیں قرارداد منظور ہورہی ہے، پوری اسلامی اور غیر اسلامی دنیا، غرض جہاں جہاں بھی انسانی دُنیا کے مختلف خطوں میں وہاں کی سیاسی پالیسی اور بین الاقوامی پالیسی میں افغان مجاہدین کی حمایت کو ترجیح دی گئی ہے، وہاں وہاں اس موقف کے اعادہ اور جہادِ افغانستان کی حمایت کی مختلف صورتیں لوگ اختیار کرتے ہیں۔

اَلۡکُفۡرُ مِلَّــۃٌ وَاحِدَۃٌ

میں اس کا انکار نہیں کرتا، موجودہ دور میں حمایت کی آواز بھی غنیمت ہے، شاباش کہنا، آفرین کہنا، مخالفت نہ کرنا بھی غنیمت ہے، اگرچہ میرا نظریہ یہ ہے کہ کفار کی طرف سے، امریکہ کی طرف سے اور منکرین اسلام کی طرف سے افغان جہاد کی حمایت محض منافقت اور دجل وفریب اور دیوسی کے سوا کچھ نہیں اَلۡکُفۡرُ مِلَّــۃٌ وَاحِدَۃٌ" الصادق الأمین پیغمبر خدا ﷺ کا ارشاد ہے مجھے دُنیا کی سب سے بڑی نام نہاد سپر پاور امریکہ نشریات، اعلانات، بلند بانگ دعووں اور وعدوں پر نہیں نبی ﷺ کی صداقت پر یقین ہے اور بارہا اس سلسلہ کے سیاسی تجربات اس کے عینی شاہد ہیں ......

فریاد ز افرنگ و دل آویزیٔ افرنگ
فریاد ز شیرینیٔ و پرویزیٔ افرنگ
عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزیٔ افرنگ
معمارِ حرم ! باز بہ تعمیر جہاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

ہجومِ عاشقاں

اسلامی ممالک اور اسلامی خطوں میں افغان جہاد کی آواز، اہل اسلام کی مظلومیت کی داستان پہنچ رہی ہے، مگر اکثر ممالک کے قوانین، ملکی دستور اور وہاں کے

ضابطوں کے تحت وہاں کا کوئی شہری بھی حکومتی پالیسی کی اجازت سے جہاد میں عملاً شریک نہیں ہوسکتا مگر اس سب کچھ کے باوجود اس دور میں بھی اللہ والے، مجاہدین، غازی اور اسلام کے جانثار اور نبی ﷺ کے دین کے سپاہی موجود ہیں اور اسلام کی جہاد وعزیمت کی تاریخ کے تسلسل کو قائم رکھے ہوئے ہیں میدانِ کارزار اور افغانستان کے لالہ زار میں نوجوانوں کے جذبات اور ایک دوسرے سے بڑھ کر حصولِ شہادت میں سبقت اور شجاعت میں مسابقت کا منظر دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی ہے گویا ہر ایک کی یہ تمنا ہے ......

اجازت ہو تو آ کر میں بھی شامل ان میں ہوجاؤں
سُنا ہے کل تیرے در پر ہجومِ عاشقاں ہوگا!

یہ نوجوان اور اللہ کے غازی بندے چھپ چھپا کر اپنے ملکوں سے نکلتے ہیں اور یہاں اپنا نام اور ایڈریس بدل بدل کر عملاً جہاد میں شریک ہوتے ہیں یہ نوجوان قابلِ رشک ہیں ان کی نیک بختی اور سعادتمندی پر آسمان کے فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔

ہمہ آفاق پر زفتنہ وشرے بینم

محترم دوستو! واقعہ درحقیقت یہ ہے کہ جہاد کی کامیابی اور اسلامی جہاد کی روح نہ کانفرنس ہے نہ جلسہ ہے نہ جلوس ہے نہ قرارداد اور نہ ریزولیشن ہے بلکہ اس کی حقیقت ایمانِ کامل اور اعتماد علی اللہ کی دولت ہے جو اللہ کی بارگاہ میں مسلمانوں سے مطلوب ہے جبکہ عملاً یہی چیز ہے جو اجتماعی طور پر مسلمانوں میں متروک اور مفقود ہے لیکن اس سب کے باوجود، ہماری اجتماعی غفلت اور کسل مندی کے باوجود اللہ کا فضل ہے کہ دین زندہ ہے، اللہ کا پیغام اور نبوت کا دیا ہوا نظام زندہ ہے اس پُرفتن دور میں، دہریت اور لادینیت کی یلغار کے دور میں مادیت ناعاقبت اندیشی اور عافیت کوشی کے دور میں......

ایں چہ شوریست کی در دورِ قمرے بینم
ہمہ آفاق پر زفتنہ و شرے بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بہ زیر پالاں
طوق زریں ہمہ در گردن خرے بینم

چراغِ مقبلاں ہرگز نہ میرد

غرض ہر طرف سے بغاوت ہے، لادینی ہے، فتنے ہیں، طوفان ہے، سیلاب ہے، فساد ہے، شرارت ہے، زندقہ ہے، الحاد ہے لیکن اس سب کچھ کے باوجود ایمان اور اہلِ ایمان کا چراغ جل رہا ہے، روشنی کے نشانات ملتے ہیں جگہ جگہ ہدایات کے سنگِ میل قائم ہیں، اللہ کا قرآن محفوظ ہے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ الحمدللہ کہ صرف عملاً نہیں، نظریاتی اور تصوراتی نہیں، کتابی اور سینہ اور سفینہ کے اعتبار سے نہیں بلکہ عملاً جہادِ افغانستان کی صورت میں دینِ اسلام کی ہدایت اور رحمت کا برکتوں والا اور روشنیوں والا چراغ روشن ہے......

اگر گیتی سرا سر باد گیرد
چراغِ مقبلاں ہر گز نمیرد

تقریباً پونے دوسو سال سے عملاً ملت اسلامیہ سے خالص اسلامی جہاد، شرعی جہاد، اجتماعی طور پر متروک ہوچکا تھا جہاد تھا جہاد کا نام تھا مگر علماء کی قیادت نہیں تھی، شرعی احکام کی سیادت نہیں تھی، مگر خدا کا فضل ہوا یہ اس کا کرم ہے کہ اب جہاد افغانستان کی صورت میں مسلمانوں کو توفیق ملی اور وہ عملاً اسلامی انقلاب اور کفار و فجار اور روسی درندوں کی شکست اور ہزیمت کے لئے میدانِ عمل میں آگئے۔

فضائے بدر کی ضرورت ہے

اور بڑے ایثارٗ قربانی کا ولولہ، جذبۂ حقیقیٗ للّٰہیت، جرأت وشجاعت اور خلوص وتقویٰ اور اللہ کی ذات پر اعتماد کر کے میدانِ کارزار میں اُتر آئے ہیں، اور آج اسلام کی قدیم تاریخ، صحابۂ کرامؓ کے روشن کارناموں، بدر کے میدان کا نقشہ، اُحد کے میدان کا نقشہ، غزوۂ خندق، حدیبیہ، قادسیہ کی جنگ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی جرأت اور حضرت صدیق اکبرؓ کی صداقت اور ائمہ اُمت اور مجاہدین اسلام کی تاریخ دہرا دی ہے......

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اَب بھی

باہمی اعتماد اور اتحاد کی ضرورت

بہرحال بات ہو رہی تھی محض قراردادٗ بیاناتٗ منشورٗ اِعلاناتٗ دعوؤں اور جلسوں اور جلوسوں کی مگر یہ حقیقی علاج نہیں، غلبۂ اسلام کا یہ راستہ نہیں، غلبہ اسلام اور نجات اور دشمن کی ہزیمت شکست و ریخت اور مسلمانوں کی فتح مندیوں اور کامیابیوں کا واحد علاج مسلمانوں کا باہمی اتحاد اور اعتماد ہے، اتفاق ہے، وحدتِ اُمت اور اتحادِ ملت ہے مسلمان ایک ہوجائیں، ان کے دل ایک ہوجائیں، وہ باہمی اتحاد کرلیں، وہ اپنے اندر صحابہؓ والے ایمان کی حرارت پیدا کرلیں وہ اسلامی حمیت سے سرشار ہوجائیں وہ بُنیانِ مرصوص ہوجائیں تو فتح اور نصرتِ خداوندی آج ان کے قدم چومے گی خالقِ ارض وسما اور قادرِ مطلق کا وعدہ ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

مسلمانو! تمہیں بلندی، بالادستی، غلبہ، فتح مندی، سیاسی عظمت، مادی شوکت، جاہ ومنصب اور انسانیت کی قیادت کا مقام ملے گا ہاں مگر شرط یہ ہے کہ تم مؤمن بن جاؤ،

ایمان کو اور اسلام کو اپنے دل کی دھڑکن بنالو اور دین اسلام کی بالادستی، احیاءِ سنت اور غلبۂ اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی اور جہاد وعزیمت کے لئے تیار ہوجاؤ۔

دُعاؤں میں غفلت

مگر آج کسل کیا؟ غفلت، سستی، بے اعتنائی اور معصیت و بغاوت کے ماحولوں میں رہ رہ کر ہمارے دل زنگ آلود ہوچکے ہیں، ایمانی حس اور قومی وملی ذکاوت غباوت میں بدل چکی ہے، اور تو اور دُعا میں بھی ہماری زبان پر جہاد اور مسلمانوں کی فتح اور شہادت کی تمنا تک نہیں آتی والدین نے اور گھر کی بوڑھی نانیوں، دادیوں نے بچپن سے جو دُعائیں رٹوادی ہیں، درست یا غلط وہی وردِ زبان رہتی ہیں دُعا مانگتے وقت نہ اپنی دُعا کی طرف توجہ ہوتی ہے نہ اپنے مطلوب پر نظر آتی ہے اور نہ ربِ کائنات اور اللہ کی بے نیاز ذات کی قدرت وکمال اور فضل وعطا ونوال کا تصور ہوتا ہے بس جو منہ پر آیا کہہ دیا، جہاد وشہادت کا ذکر تک نہیں ہوتا حدیثِ پاک میں آیا ہے حضورِ اقدس ﷺ کے ارشادِ گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان ساری زندگی یوں گزار دے اور موت کے قریب ہوجائے مگر اس کے دل کے اندر جوش وحمیتِ ایمانی اور جذبہ جہاد نہیں ہے اور ارادہ وجذبہ جہاد سے کورا تھا کہ مرگیا خطرہ اندیشہ ہے کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہو۔

فضیلتِ جہاد

جہاد کی فضیلت وبرتری اور اس کی عظمت واہمیت سے قرآن بھرا پڑا ہے، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں ؎

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ:۱۱۰)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کا مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں"

پھر اسی آیت میں اس کی وجہ یہ ارشاد فرمائی ہے:

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ (توبہ: ۱۱۰)

"مؤمنین اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑیں گے اس طرح پر کہ وہ کافروں کو قتل کریں گے اور خود بھی شہید ہوتے رہیں گے"

مجاہد کی عظمتِ شان

سبحان اللہ کیا شان ہے مجاہد کی، کیا عظمت ہے اس کے خونِ شہادت کی' اس کے جان کی، اس کے مال کی اس آیت پر غور کریں چار چیزیں سامنے آتی ہیں چار چیزیں بیان کردی گئی ہیں:

(۱) مشتری: خریدنے والا یعنی گاہک، اس آیات میں بیان کیا گیا ہے، خریدنے والا اور لینے والا خود اللہ پاک ہے۔

(۲) بائع: یعنی بیچنے والا' فروخت کرنے والا، وہ بندۂ مؤمن ہے۔

(۳) اور تیسری چیز مبیعہ ہے: یعنی وہ چیز جس کی خرید وفروخت ہوتی ہو، یہاں پر مبیعہ بندۂ مؤمن کی جان و مال ہے۔

(۴) چوتھی چیز ثمن ہے یعنی قیمت: خریدی ہوئی چیز کا عوض اور بدلہ جو کہ جنت ہے خداوند تعالیٰ کی رضا ہے۔

معاملہ عبد اور معبود کے درمیان' خالق اور مخلوق کے درمیان ہے مال نقد دو' جان نقد دو' قربانی نقد دو' بدلہ آخرت میں مرنے کے بعد ملے گا۔

معتبر وثیقہ اور سرکاری دستاویز

اس کے لئے دنیوی معاملات کے اعتبار سے قرآن نے انسانی مزاج اور طبیعت کو ملحوظ رکھ کر ایک قوی سند، ایک وثیقہ اور سرکاری دستاویز لکھ دی ہے جو تورات اور انجیل اور قرآن ہے، ارشاد ہوتا ہے:

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۚ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ: ۱۱۰)

"یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے تورات میں' انجیل میں اور قرآن میں (وہ کون ہے) جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا ہو، اس سودے (معاملہ) پر جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا ہے خوش ہو جاؤ اور یہی عظیم کامیابی ہے"

تیری سو برس عبادت، میری اِک صدائے یاربّ

اے مجاہدو! اے اسلام کے جانباز سپاہیو! اللہ تعالیٰ تمہارا خریدار ہے تمہارے مال کا خریدار ہے، تمہاری جان کا خریدار ہے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں کہیں اس کی بہترین تصویر کشی کرنے والا ایک دلچسپ شعر نقل کیا ہے ......

عاشقاں ہر چند مشتاقِ جمال دلبر اند
دلبراں بر عاشقاں از عاشقاں عاشق تراند

مجاہد کا ایک نعرۂ تکبیر، مجاہد کا ایک ایک قدم، گرد وغبار اور سرحدات پر ان کے فدائیانہ کردار کے ساتھ ہزاروں عبادت گزار برابری نہیں کرسکتے ......

تجھے کیا خبر اے زاہد! دل دردمند کیا ہے
تیری سو برس عبادت میری اِک صدائے یاربّ

بہرحال جہاد کا ارادہ کر لینا چاہئے اور اگر آج اللہ نے مواقع فراہم کئے ہیں میدانِ کارزار گرم ہے مسلمانوں کی دینی غیرت وحمیت کو للکارا جارہا ہے تو پھر کسی بھی صورت میں پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔

جہادِ افغانستان تاریخِ دعوت وعزیمت کا تسلسل ہے

الحمد للہ! موجودہ حالات میں جہادِ افغانستان' ملت کی احیاء، سنت کی بقا اور اسلام کی تاریخ دعوت وعزیمت کے تسلسل کی ضمانت وشہادت ہے تواصل جہاد وہ جہاد کا عزم اور عملاً جہاد کا حوصلہ اور فیصلہ ہے جہادِ افغانستان اب فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکا ہے دشمن بڑا ظالم درندہ صفت ہے، بہیمیت اور رذالت اس کا کردار ہے وہ آسانی سے اس ملک کو نہیں چھوڑتا یہ روسی درندے، مسلمانوں کو آزاد ملک، آزاد مسلک اور آزاد تہذیب وتمدن اور خالص نظامِ شریعت اور اسلامی ریاست کی تشکیل کے لئے اہلِ اسلام کی مساعی گوارا نہیں کرسکتے۔

جہادِ افغانستان اور دارالعلوم حقانیہ

اب دسمبر کے شروع میں روسی فوجوں کی ایک بڑی یلغار علاقہ خوست پر چڑھائی کرآئی ہے تو مجاہد کبیر اور اسلام کے عظیم سپوت، خوست محاذ کے نڈر اور بے باک جرنیل مولانا جلال الدین حقانی نے استاذی و استاذ العلماء، محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کے نام مکتوب لکھا صورتِ حال سے آگاہ کیا اس موقع پر خصوصی مدد ومعاونت کی درخواست کی تو کل پرسوں دارالعلوم حقانیہ سے حضرتِ اقدس شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے مشورہ سے ۵۴/مجاہدین طلبہ کی ایک جماعت معرکہ حق و باطل اور افغانستان کے میدانِ کارزار اور لالہ زار میں اپنے افغان مجاہدین کی حمایت ونصرت کے لئے روانہ ہوگئی ہے اللہ پاک سب کو استقامت دے،

دشمن کو ہزیمت دے اور طلبہ کو اور نوجوان مجاہدین کو اور اسلام کے تمام سپاہیوں کو محفوظ، مامون، سالم، غانم اور فاتح وغازی بنا کر لوٹائے (آمین)

ماسکو اور کابل ریڈیو کا مخالفانہ پراپیگنڈہ

اور آج کل آپ سنتے ہوں گے ریڈیو کابل اور ماسکو ریڈیو اور وہاں کے حکمران مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کے خلاف بیک زبان زبردست پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ جہادِ افغانستان میں مصروف کار حقانی مجاہدین بظاہر نام کے حقانی ہیں مگر کردار وعمل کے لحاظ سے باغی اور ظلمانی ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور طلبہ کو وہاں کے برسراقتدار لوگ اور روسی سپاہی حقانی فتنے سے یاد کرتے ہیں ان کے ریڈیو پریس اور حکومتی نشریاتی ادارے بارہا یہ باتیں یہ پراپیگنڈہ نشر کرتے رہتے ہیں کہ جو لوگ جہادِ افغانستان میں حصہ لے رہے ہیں جن کے نام کے ساتھ حقانی کا لاحقہ لگا ہوا ہے جو خود کو دارالعلوم حقانیہ کا فاضل یا طالب علم قرار دیتے ہیں، یہ اشرار ہیں، یہ سرکش اور باغی ہیں، یہ مجرم اور قابل گردن زدنی ہیں، ان میں اخلاق نہیں، دارالعلوم حقانیہ علم کا مرکز نہیں، غنڈوں اور اشرار کی تربیت گاہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کا مقصد یہ ہوا اور بین السطور ہم سمجھتے ہیں کہ الحمد للہ قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ اور دارالعلوم حقانیہ کا ہدف درست ہے، تیر نشان پر لگا ہے، وار درست ہے غلط نہیں، ہدف میں غلطی نہیں ہوئی، بہرحال ......

سرکش نہیں باغی نہیں غدار نہیں ہم
پر ہم پہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے
کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

ائمہ اُمّت اور اسلاف کا تاریخی کردار

آج جو روسی اور کابلی نشریات میں دارالعلوم حقانیہ کو موجب طعن قرار دیا جا رہا ہے، اسے غنڈوں اور اشرار کا اڈہ قرار دیا جا رہا ہے، ہمیں ایسی شرارت پر فخر ہے، دارالعلوم کو ایسی غنڈہ گردی پر فخر ہے، یہ پراپیگنڈہ، یہ بے بنیاد الزامات، یہ دشنام طرازیاں ہمارے لئے آخرت میں نجات اور سرخروئی کی سعادتیں ہیں، یہ گالیاں بُری نہیں بھلی ہیں، یہ گالیاں آخرت میں رفع درجات اور ترقیات کا ذریعہ ہیں......

لگتی ہیں گالیاں بھی تیرے منہ سے کیا بھلی
قربان تیرے پھر مجھے کہہ دے اسی طرح

یہ تو ہمارے اکابر اور اسلاف کی تاریخ ہے ائمہ اُمت کی تاریخ ہے، سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت کے مقتدا اور پیشوا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تاریخ ہے امام احمد بن حنبلؒ کی تاریخ ہے، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی تاریخ ہے یہ اس تاریخ کا تسلسل ہے جو خود کو ہر دور میں دُہراتا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ غلبہ اسلام کی عالمی تحریک ہے

اور آج دارالعلوم حقانیہ ایک ادارہ نہیں محض ایک مدرسہ نہیں، دارالعلوم حقانیہ مخصوص عمارت، کمروں اور چاردیواری کا نام نہیں، مخصوص نصابِ تعلیم اور محض درس وتدریس کا نام نہیں، بلکہ یہ غلبہ اسلام، ترویج دین، احیاءِ سنت اور مسلسل جہاد، حریت وشجاعت اور ملت اسلام اور دینی وقومی اور ملی روایات واقدار کے تحفظ کی ایک عالمی اور بین الاقوامی تحریک کا نام اور عنوان ہے۔

دارالعلوم حقانیہ، مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند کا روحانی فرزند ہے تمام عالَم میں مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند کی طرح دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء، علماء، مبلغین، مدرسین اور متعلقین خدمتِ دین، ترویجِ شریعت، غلبہ اسلام اور بالخصوص افغانستان کے معرکہ کارزار میں مصروفِ عمل ہیں، آج صبح لبنان سے نوجوان اور مجاہدین تشریف لائے تھے جو عملاً میدانِ افغانستان میں مصروفِ کار ہیں دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، انہوں نے جہادِ افغانستان کے مختلف محاذِ جنگ کا جو نقشہ بیان کیا تو اللہ کی قدرت اور اس کے خصوصی فضل اور دارالعلوم حقانیہ کے ازلی انتخاب پر اللہ کا شکر ادا کیا۔

معرکہ افغانستان اور فضلائے دارالعلوم

انہوں نے بتایا کہ دارالعلوم کے فضلاء معرکہ افغانستان میں اوّلین صفوں میں اور قیادت کی صفوں میں مصروفِ عمل ہیں روسی دُشمن حقانی کے نام سے جس طرح الرجک ہیں اور اس نام سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ میدانِ کارزار میں یہ نام اور اس کی ہیبت ان کے حواس پر مسلط ہوچکی ہے۔

دارالعلوم حقانیہ نے جہادِ افغانستان میں عالمِ اسلام کو عظیم جرنیل، سپاہی، شہداء، غازی اور مجاہد اور رجلِ معرکہ دیے ہیں دارالعلوم نے قوم کو مولانا فتح اللہ حقانی شہید، مولانا پیر محمد وثقی شہید، مولانا جلال الدین حقانی اور افغان اتحاد کے عظیم راہنما مجاہدِ کبیر مولانا محمد یونس خالص دیے ہیں جنہوں نے ابھی پچھلے دنوں امریکہ کے صدر ریگن سے ملاقات کی، انہیں مجاہدین کا مؤقف بتایا اور اسلام کی دعوت دی اور جن کی استقامت اور عظمت وتقدس اور شجاعت کے سامنے خود کو سپر پاور کہلانے والے گھٹنے ٹیک رہے ہیں۔

دارالعلوم کے ایک مجاہد فاضل کی صدر ریگن سے ملاقات

دنیا آج کے دور میں صدر ریگن کو خدا جانے کیا سے کیا سمجھتی ہے؟ مگر ہمارے دارالعلوم کا ایک فاضل ایک درویش منش سپاہی، میدانِ کارزار کا ایک غازی ومجاہد، حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کا قدیم خادم وشاگرد خاص مولانا محمد یونس خالص، ایک گدڑی پوش اس کے سامنے وہائٹ ہاؤس میں جاکر اسلام کی عظمت، مجاہدین کی سطوت، جہادِ افغانستان کی حقیقت، نظامِ اسلام کی جامعیت اور فضیلت بیان کرتے ہیں احقاقِ حق اور اتمامِ حجت کرتے ہیں اور انہیں اسلام کی سچائیوں اور بدیہی صداقتوں کا واقعاتی نظارہ دیکھنے کے لئے جہادِ افغانستان کے میدانِ کارزار کا منظر دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں ......

خاکسارانِ جہاں را بہ حقارت منگر
شاید کہ دریں گرد سوارے باشد

ملکی تاریخ اور دارالعلوم حقانیہ

بات دارالعلوم کی آ گئی تو آپ اپنے ملک کی تاریخ اُٹھا کر دیکھیں دارالعلوم نے کسی بھی مشکل مرحلہ میں، کسی بھی کٹھن گھڑی میں، کسی بھی اندھیرے کی آمد میں مسلمانوں کی راہنمائی و پیشوائی رفع مشکلات اور اندھیروں میں ہدایت اور روشنائی کے چراغ روشن کرنے میں پہلوتہی اور سستی نہیں کی۔

۵۴ھ کی تحریک ختم نبوّت ہو، ایوب خان کی ظالمانہ آمریت ہو، یحییٰ خان کا اعلان جمہوریت ہو، ۷۳ء کی دستور ساز اسمبلی ہو، ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ہو، ۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ ہو، اور اب کی تحریک نفاذِ شریعت ہو، دارالعلوم کے فضلاء نے، یہاں کے اساتذہ، علماء، اور طلباء نے کسی بھی قربانی، ایثار اور خدمت سے دریغ

نہیں کیا، جیلوں میں گئے، ماریں کھائیں، عزتیں لٹوائیں، جبر وتشدد سے ٹکرائے، دُنیا و دولت اور وزارتوں کے منصبوں کو پاؤں تلے روندا مگر دارالعلوم کے اسلامی تشخص اور دینی خودداری پر آنچ نہیں آنے دی ......

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میدان مگر جھکی تو نہیں

جہادِ افغانستان کی ابتداء

بہرحال افغانستان کے غیور مسلمانوں کے مسلسل جہاد اور غیرت وحمیت کی سرزمین افغانستان پر روسی درندوں کے تسلط کا اس دسمبر میں آٹھواں سال پورا ہوا جاتا ہے، ان آٹھ سالوں میں افغان مجاہدین کے پاس کیا تھا؟ ابتداء میں کیا تھا؟ کونسا اسلحہ تھا؟ کلاشنکوف کب تھی؟ فانٹا اور کوکا کولا اور روح افزاء کی بوتلوں کو بارودی سامان سے بھر کر انہیں بم بنالیتے تھے، مجاہدین کلاشنکوفوں، ٹینکوں اور جدید خودکار مشینوں اور بمبار جہازوں کا مقابلہ فانٹا اور کوکا اور روح افزاء کی بوتلوں سے کرتے تھے یہ جہاد کا آغاز تھا اور روس کی تازہ دم اور جدید سلحہ سے لیس فوجوں سے مقابلہ تھا اپنی چادروں کو بھگو کر سر ہتھیلی پر لے کر انہیں خاص طریقے سے استعمال کر کے ٹینکوں کو بے کار بنالیتے تھے اور ان کے ڈرائیوروں کو گرفتار کر کے ان ہی سے دشمن کے خلاف کام لیتے تھے۔

شہادت کا تختہ یا آزادی کا تخت؟

بس ایک ہی جذبہ تھا کہ جہاد میں شرکت ہو، یا تو بارگاہِ خداوندی میں خلعتِ خون وشہادت سے سرفرازی حاصل ہوگی، شہیدوں کے لباس کے ساتھ حاضری ہو، اللہ کی بارگاہ میں سرخروئی ہو یا پھر یہاں دنیا میں آزاد اور عزت وافتخار کی زندگی حاصل ہو، بس بے تاب تھے اور اس کو اپنے محبوب سے وصالِ حقیقی کا ذریعہ سمجھتے تھے ......

چھوڑ دو کاخِ محبت کے دریچے سارے
میرے محبوب کے دامن کی ہوا آتی ہے

اپنی عیش وعشرت قربان کرتے ہیں، اولاد کی قربانی دیتے ہیں، جائیدادیں چھوڑ دی ہیں، اپنا وطن چھوڑ دیا ہے، گھر بار چھوڑ دیا ہے، صرف ایک ہی فیصلہ کرلیا ہے کہ یا شہادت کا تختہ نصیب ہوگا یا پھر نیک بختی اور سعادت کا تخت حاصل ہوگا ......

دُنیا میں ٹھکانے دو ہی تو ہیں آزاد منش انسانوں کے
یا تختہ جگہ آزادی کی یا تخت مقامِ آزادی کا

پیغامِ قرآن اور جہاد کا میدان

محترم دوستو اور بزرگو! قرآن کی تلاوت آسان ہے، ترجمہ آسان ہے، دورۂ تفسیر آسان ہے، قرآن کے موضوع پر اور جہاد کے موضوع پر خطابت آسان ہے، خلوت نشینی، چلہ کشی اور عبادت اور ریاضت آسان ہے، مگر یاد رکھو! قرآنِ مقدس کی وہ آیات جو بدر کے میدانِ کارزار میں نازل ہوئیں، وہ پیغام جو اُحد کے لالہ زار میں نازل ہوا، وہ آیات جو مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اور مسافرت کی حالت میں نازل ہوئیں، وہ سورتیں جو جنگِ خندق اور مدینہ کے دیارِ غیر میں نازل ہوئیں، وہ آیتیں جو معرکہ حق و باطل کے میدانِ کارزار اور فقر وفاقہ اور غربت و افلاس کی حالت میں نازل ہوئیں، لق و دق صحراؤں اور جنگلوں میں اور خطرناک رہگزاروں میں نازل ہوئیں، وہ آیتیں جو شہداء کے خون، شہداء کے کارناموں اور شہداء کے تاریخی پس منظر میں نازل ہوئیں، وہ آیتیں جو حضرات صحابہ کرامؓ کے جذبۂ حریت و ایثار اور قربانی اور بے مثال اور امتیازی کردار پر نازل ہوئیں ان آیات کا صحیح ترجمہ، معنی اور حقیقی مفہوم اور

مضمون اور ان آیات کی روح اور پیغام نہ تو درس گاہ میں حاصل ہوسکتا ہے نہ کسی دارالعلوم میں حاصل کیا جاسکتا ہے، نہ دارالحدیث میں سمجھ آتا ہے نہ مطالعہ اور شب بیداری اس کا ذریعہ ہے، وہ تمام رات کی تہجد و ریاضت' ذکر و مراقبہ سے حاصل نہیں ہوتا، ان آیات کا صحیح مضمون اور پیغام روح بدر و اُحد کے میدان میں' خندق و حدیبیہ کے معرکہ میں' قادسیہ کے کارزار میں، عمر بن عبدالعزیزؒ کے انقلاب میں' امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کی سیاست میں، امام احمد بن حنبلؒ کی شجاعت میں، امام مالکؒ کی استقامت میں' شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کی قربانیوں میں' ابن تیمیہؒ کے جوشِ جہاد میں شاملی اور تھانہ بھون کے معرکوں میں ریشمی رُومال کی تحریک اور شہدائے بالاکوٹ کی تاریخ میں اور اب جہادِ افغانستان کے لالہ زار میں عملاً شرکت سے حاصل ہوسکتا ہے۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کردے

قرآن کی آیات کا حقیقی مضمون اور ان کی روح اور صحیح مفہوم تب حاصل کیا جاسکتا ہے جب ان مراحل سے عملاً گزرا جائے جن مراحل میں حضورِ اقدس ﷺ اور صحابہ کرامؓ گزر رہے تھے اور قرآن ان کی راہنمائی کے لئے نازل ہورہا تھا یہ جہاد تو ملت اسلام کی احیاء اور نوجوانوں کی پختگی واستقامت کا سبق ہے ......

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

بہرحال بات دارالعلوم حقانیہ اور فضلائے حقانیہ کی ہورہی تھی اور جہادِ افغانستان کے حوالے سے یہ تذکرہ چل نکلا جہاد کا دعویٰ کرنا آسان ہے ارادہ کرنا آسان ہے، نام لینا آسان ہے مگر عزمِ مصمم اور کام کرنا مشکل ہے......

چوں من گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را!

میدانِ کارزار کی ایک جھلک

آپ میں سے اکثر حضرات سرحدات کی صورتحال سے واقف ہیں معمولی بات نہیں معرکۂ افغانستان' معرکۂ کارزار ہے، آگ جل رہی ہے، وہاں روسی درندوں کے پاس مہلک اور جدید تباہ کن جنگی اسلحہ اور مسلسل بمباری سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمان آگ برسا رہا ہے، لوہا برس رہا ہے، موت کے نظارے ہیں، وہاں کی سرزمینِ غیرت و حمیت پھولوں اور سبزہ زاروں کی جگہ بارودی سرنگوں سے اَٹی پڑی ہے وہاں کے میزائلوں سے بموں اور راکٹوں سے اور مسلسل وحشیانہ گولہ باری سے پہاڑ لرز رہے ہیں، کانوں کے پردے پھٹے جاتے ہیں، ہلاکت اور موت کا منہ کھل چکا ہے، عزتیں لٹ رہی ہیں، سہاگ اُجڑ رہے ہیں، دودھ پیتے بچے ماؤں کی چھاتیوں پر بلبلا کر تڑپ تڑپ کر لقمۂ اجل بن رہے ہیں ایسے حالات میں وہی آگے بڑھتے ہیں جو چیتے کا جگر رکھتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان کی چنگاری ہے جن کا ایمان ابتلاء اور آزمائش میں لغزش اور تزلزل سے آشنا نہیں، بلکہ ہم نے تو دیکھا اور اب تو مسلسل یہ دیکھ رہے ہیں کہ باہر سے بعض اسلامی ملکوں سے جو بعض نوجوان خالص جذبۂ جہاد اور ولولۂ ایثار لے کر آتے ہیں ان کے نظریات کچھ اور ہوتے ہیں مگر چند روز یہاں مجاہدین کے ساتھ گذار کر پک جاتے ہیں کندن بن جاتے ہیں تو ان کے تصورات اور خیالات اور نظریات میں بڑی تبدیلی آجاتی ہے، یہ جہاد بھی گویا عملاً ایک بہترین اور عظیم تربیت کا مرحلہ ہے، اکبر الہ آبادی نے اس مفہوم کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے ......

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر، بنیاد نہ رکھ، تعمیر نہ کر

جہاد کے مرحلے سے میدانِ کارزار میں شجاعت اور استقامت کے مرحلے سے جب مجاہدین گزر جاتے ہیں تو معاشرہ کا دباؤ، نفس و شیطان کی ترغیبات اور ابلیس لعین کی تحریصات انہیں نہیں ورغلا سکتیں۔

یاں شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے

جہاد سے تربیت بھی حاصل ہوتی ہے، تزکیہ بھی حاصل ہوتا ہے، یہی تعلق باللہ اور رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے جہاد سے وہ عظیم قوت' عظیم طاقت اور سیاسی جماعت اور سیاسی وحدت ہاتھ میں آتی ہے جس کو اقبال مرحوم کے لفظوں میں سلطنتِ جم پر دے مارنا ہے جس کو باطل سے طاغوت اور کفر وظلمت سے جا ٹکرانا ہے......

با نشۂ درویشی در ساز دما دم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن

جہاد تو شہادت گاہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے ......

کون کہتا ہے کہ آسان ہے محبت کرنا
یاں شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے

بہر تقدیر اب الحمد اللہ ہمارے افغان مجاہدین مہاجرین' تجربہ و آزمائش اور ابتلاء و جہاد کے مرحلوں سے گزر کر پک رہے ہیں، پک گئے ہیں، دشمن کو یقین ہو گیا ہے کہ یہ لوگ طاقت سے، گولی سے، ٹینک سے اور بمباریوں سے، وحشت اور درندگی سے، بربریت اور بہیمیت سے زیر نہیں ہوتے، ظلم سے انہیں دبایا نہیں جاسکتا، جور اور استبداد سے انہیں جھکایا نہیں جاسکتا ......

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزوں کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

اب اس چالاک اور عیار دشمن نے ایک دوسرا حربہ اور کامیاب حربہ استعمال کرنا شروع کردیا ہے وہ آزادی، مادر پدر آزاد تہذیب، آزادئ نسواں، ناچ گانے، نام نہاد ثقافت' وی سی آر، لادینی تعلیمات، دنیا کی لالچ، طمع وحرص اور فحاشی کا عام فروغ ہے جسے روسی ایجنٹ اور روسی کارندے مجاہدین میں ان کے کیمپوں میں بڑے زور سے اور خاص منصوبہ بندی کے ساتھ پھیلا رہے ہیں کہ افغانیوں سے ان کی ایمانی حرارت، ان کی دینی حمیت، ان کا لازوال جذبہ جہاد اور جذبۂ ایثار وقربانی اور غیرتِ ایمانی لوٹ لی جائے علماء پر سے ان کا اعتماد ختم کردیا جائے، اس طرح وہ جسد بے روح بن جائیں گے، پھر جس طرح چاہیں گے ان کی شکست وریخت کردی جائے گی وہی پرانا نسخہ' وہی ابلیسی سیاست کا کرشمہ' وہ یہودیوں کی سازش اور آزمودہ وطیرہ کہ افغانیوں سے روحِ محمدﷺ نکال دی جائے، اقبال مرحوم نے اس کی عجیب اور بڑی پیاری تصویرکشی کی ہے کہتے ہیں......

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرتِ دین کا ہے یہ علاج
مُلا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

اہل حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو

اب مجاہدین کو، افغانستان کے غیور مسلمانوں کو، افغان قیادت کو، علماءِ حقانی کو، فضلائے حقانیہ کو دو دھاری تلوار لڑنا ہوگا ادھر میدانِ کارزار میں ثابت قدمی، ادھر کیمپوں میں ماحول اور دینی سوسائٹی میں لادینیت کے طوفان اور سیاہ طوفانی ریلے کے سامنے مضبوط بند باندھنا ہوگا نظریاتی محاذ پر' فکری' علمی اور مطالعاتی اور اشاعتی محاذ پر کام کرنا ہوگا، اللہ کی ذات پر بھروسہ اس راہ کی سب سے بڑی دولت ہے ......

ع بیچارگی پہ اپنی نہ جا، شانِ خدا دیکھ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خطاب

شیخ الحدیث حضرت مولانا

نصیب خان صاحب شہیدؒ

شیخ الحدیث حضرت

مولانا نصیب خان شہیدؒ

تعارف

حضرت مولانا نصیب خانؒ ایک بہترین اوصاف کی حامل شخصیت، دارالعلوم حقانیہ ہی کے فیض یافتہ اور یہیں کے فارغ التحصیل تھے ۔ دوران طالب علمی خارجی اوقات میں باہر لان میں مختلف کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کے درس کی شہرت دورانِ طالبعلمی ہی سے پھیل چکی تھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد دارالعلوم میں علوم نقلیہ وعقلیہ کیلئے ایک جید مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی تو قرعہ فال آپ ہی کے نام نکلا اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنی خداداد علمی صلاحیتوں اور توفیق ایزدی سے آپ مسندِ حدیث کی رونق بن گئے ۔ذہانت اور قابل رشک یاداشت آپ کی خصوصی صفات تھیں۔ عمر بھر حریت کی فکر عام کرتے رہے اور استعمار وطاغوتی قوتوں کے خلاف جہاد کے علمبردار رہے۔ ۲/مئی ۲۰۱۲ء بروز بدھ بعد از ظہر پشاور جاتے ہوئے مین شاہراہ پر درجنوں مسلح افراد نے گاڑی سے اتار کر اغواء کرلیا اور دوسرے دن ان کی المناک شہادت کی اطلاع ملی۔ اساتذہ کرام، دارالعلوم کے اہم ذمہ داران اور ہزاروں طلباء مولانا کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے وزیرستان میران شاہ تشریف لے گئے اور ان کی نماز جنازہ میں بھرپور شرکت کی۔

التصوف والبیعة اهمیته واقسامه

کلمات القاه الشیخ نصیب خان لطلاب الجامعة حقانیة

تعریف التصوف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ التصوف علم یعرف به احوال تزکیة النفوس و تصفیة الاخلاق وتعمیر الظاهر والباطن لنیل السعادة الابدیة، وموضوعه فضائل النفس ورزائلها، وغایته نیل السعادة الابدیة وقال الشافعیؒ تزکیة النفس فرض عین ۔

اقسام التصرف

واقسام البیعة خمسة

(۱) بیعة الجهاد
(۲) بیعة الهجرة
(۳) بیعة الا یمان
(٤) بیعة فعل الطاعات وترك المنكرات
(٥) بیعة الخلافة

والبیعة المروجة من القسم الرابع ، وتسمی بیعة الا رشاد ، فالمرجوامن الطلاب الفاضلین من الحقانیة ان ید خلوا فی الاقسام کلها بحسب الطاقة ......

ومن نصیحتی للطلباء الفاضلین من الحقانیة ان یشتغلوا اولاً بالتدریس وثانیاً بالجهاد، وثالثاً بالسیاسة، ورابعاً بالتبلیغ ، واذا اشتغل أحد بأ حد الأ ربع فلایخالف الثلاثة الأخر، والأهم الضروری فی هذا الوقت الاشتغال بالجهاد عند عدم الشغل بالتدریس:

عن انسؓ عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم جاهدوا المشرکین بأموالکم وأنفسکم والأسنتکم (سنن نسائی: ح ۳۰۹٦)

وعن أبی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أَفشواالسلام ، وأَطعموا الطعام واضربوا الهام (أَی رؤس الکفار) تورثوا الجنان (الترمذی: ح ١٨٥٤)

أللهم وفقنا لما تحب وترضی بجاه نبیك و رسولك محمد صلی ﷺ

(اس کا اردو خلاصہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

تصوف اور بیعت کی اہمیت واقسام

فضلاء حقانیہ کو زریں نصیحت

تعریف تصوف

تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعہ نفس اور اخلاق کی طہارت اور ظاہر و باطن کی تربیت کی جاسکے۔

موضوع

نفس کے فضائل (اچھائیاں) اور رذائل (برائیاں)

غرض وغایت

ہمیشہ کیلئے کامیابی سے سرفراز ہونا۔

امام شافعی فرماتے ہیں: کہ نفس کا تزکیہ فرض عین ہے

بیعت کی پانچ اقسام ہیں:

(۱) بیعت الجہاد

(۲) بیعت الہجرۃ

(۳) بیعت الایمان

(۴) بیعت فعل الطاعات وترک المنکرات (طاعات کی پیروی اور گناہوں سے بچنے کی بیعت)

(۵) بیعت الخلافۃ

اور ہمارے زمانے میں مروجہ بیعت وہ ان میں سے چوتھی قسم کی ہے جس کو بیعت ارشاد کہا جاتا ہے اسی سلسلہ میں فضلاء حقانیہ سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنی طاقت کے موافق تمام بیعات کو اپنالیں اور میری طرف سے فضلاء حقانیہ کو یہ نصیحت ہے کہ وہ سب سے پہلے شعبہ درس و تدریس کو اپنالیں ، ورنہ پھر جہاد فی سبیل اللہ کیساتھ منسلک ہو اور یا سیاست کی ذمہ داری کو سنبھالے اور چوتھی یہ کہ دعوت و تبلیغ میں سرگرم رہے اور جب کوئی تم میں سے ایک شعبہ کو اپنالے تو باقی تین سے ہرگز اختلاف نہ رکھے اور آج کل میری نظر میں درس و تدریس کی عدم موجودگی کی صورت میں جہاد میں مشغول ہونا بہتر ہے جیسا کہ حضرت انسؓ نبی کریم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے:

مشرکین سے لڑو اپنی جان اور مال کے ساتھ (سنن نسائی: ح ۳۰۹٦)

اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کہ سلام کو خوب پھیلاؤ اور مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اور (کفار کی) گردن مارو، اپنے لئے جنت حاصل کرو'' (تمہیں جنت مل جائے گی) (ترمذی: ح ۱۸۵٤)

ضبط وترتیب: ضیاء اللہ، اقبال خان وزیر

خطبات

شیخ الحدیث حضرت مولانا

محمد ابراهیم فانی صاحبؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم فانیؒ

تعارف

ہونہار ذہین مستعد عالم، درس نظامی کے جید مدرس بالخصوص نحوادب میں مقبول استاد، پشتو میں ان کے درسی آمالی کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، عربی علوم وفنون کے ساتھ اللہ نے پشتو، عربی، فارسی میں شاعری کی عمدہ صلاحیت سے نوازا ہے، جسکے کئی مجموعے شائع ہوئے۔ ہمارے استاذ صدر المدرسین علامہ عبدالحلیم زروبویؒ کے فرزند تھے۔ انکے وفات کے بعد ان ہی کی چھوٹی سی رہائش گاہ (عقب مسجد حقانیہ) میں گذر بسر کر رہے تھے۔ دنیا کے شور شرابوں سے دور اسی گوشۂ خمولت میں اپنے فکر ونظر کی دنیا میں محو اور قناعت سے مالامال تدریسی خدمات سینتیس سال تک انجام دیئے۔ ۲۶ رفروری ۲۰۱۴ء کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ ان کے وفات کے بعد ان پر ماہنامہ ''الحق'' کا خصوصی نمبر بھی شائع کیا جو کہ ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں مرحوم کی مکمل شخصیت کا احاطہ کیا گیا۔

شیخ المشائخ مفتی اعظم

علامہ محمد فرید صاحبؒ

حقانیہ کے تعزیتی جلسہ میں خراج عقیدت

مورخہ ۹ جولائی بروز ہفتہ تقریباً دن کے گیارہ بجے دارالعلوم حقانیہ کے سابق شیخ الحدیث اور رئیس دارالافتاء مفتی اعظم پاکستان مرشد وقت پیر طریقت عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب قدس سرہ کی روح پرفتوح قفس عنصری سے پرواز کرگئی ملک کے کونے کونے سے لاکھوں افراد نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی اس کے بعد تعزیت کنندگان کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا' جس میں ہر طبقہ کے لوگوں نے شرکت کی تعزیت کے تیسرے دن جامع مسجد میں دارالعلوم حقانیہ کے استاذ حضرت مولانا محمد ابراہیم فانیؒ نے تعزیت کنندگان کے عظیم مجمع سے پراثر خطاب فرمایا جسے محفوظ کر کے اب شامل کتاب کیا جاتا ہے (ادارہ)

الحمدللّٰہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فقد قال اللّٰہ تبارك وتعالیٰ فی کلام المجید اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا وَ اللّٰهُ یَحۡكُمُ لَامعقّبَ لحكمِهٖ (الرعد: ٤١) وقال رسول اللّٰہ ﷺ العلماء ورثة الأنبيا (الترمذی: ح ٢٦٨٢)

عظیم سانحہ اور واقعہ فاجعہ

قابل احترام مشائخ عظام علماء کرام، گرامی قدر فضلاء وطلبہ اور میرے گاؤں زروبی کے غم واندوہ اور درد و کرب کے بیکراں سمندر میں ڈوبے ہوئے بزرگو اور بھائیو! آج ہم ایک عظیم سانحہ پر تعزیت کے لئے جمع ہیں، یہ بہت بڑا سانحہ ہے ایک داھیہ عظمیٰ اور واقعہ فاجعہ ہے گویا محشر کی گھڑی ہے یہ سانحہ شیخ المشائخ ،استاذ العلماء، فقیہہ النفس، رئیس الاتقیاء، فرید الدھر، عارف باللہ، مفتی اعظم پاکستان، پیر طریقت، مرشد وقت حضرت العلامہ مفتی محمد فرید صاحب نوراللہ مرقدہ کے انتقال پرملال کا سانحہ ہے جس کی شدت نے ہمارے قلوب اور ہمارے دلوں کو ہلا کے رکھ دیا ہے درحقیقت آپ کا یہ سانحہ ارتحال عالمگیر غم آفاقی درد اور جہانی ماتم کی حیثیت رکھتا ہے۔

محترم بھائیو! تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب ہلاکو، چنگیز اور تاتاری فتنہ کی یلغار سے خلافت عباسیہ تہس نہس ہوگئی، خلیفہ مستعصم کے ساتھ جو دہشت انگیز اور وحشت ناک سلوک کیا گیا اس روداد کو سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں عروس البلاد بغداد جو کہ خلافت عباسیہ کا دارالخلافہ تھا، اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی اور شہر کے گلی کوچوں میں خون کی ندیاں رواں دواں تھیں، گویا خون کا ایک سیلاب امڈ آیا تھا اس اندوہناک واقعہ سے متاثر ہوکر حکیم مشرق حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ نے ایک ایسا دلگداز مرثیہ لکھا تھا جس کی شدت کرب کو وہ خود بھی برداشت نہ کرسکا اور اس کے چند ہی دن بعد اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا اس دلگداز اور درد انگیز مرثیہ کا مطلع یہ ہے کہ......

آسمان راحق بود گرخوں ببارد برزمین
برزوال ملک مستعصم امیر المومنین

یعنی آسمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خلافت عباسیہ اور امیر المومنین مستعصم کی تاراجی وتباہی پر بجائے پانی برسانے کے خون کی بارش کرے میں اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں موقع ومقام کی مناسبت سے کچھ تصرف کرتا ہوں اور وہ یوں کہ......

آسمان را حق بود گر خوں ببارد برزمین
بروفات مفتی اعظم رئیس المتقین

حضرت مفتی صاحب کے سانحہ ارتحال اور انتقال پر ملال کا یہ واقعہ فاجعہ اس داهیہ عظمیٰ سے کم نہیں درحقیقت ہم اس کا ادراک نہیں کرسکتے کہ آپ کی وفات ملت اسلامیہ کے لئے کتنا بڑا نقصان ہے۔

صلحاء اور اولیاء کی وفات پر آسمان کا رونا

میرے انتہائی قابل احترام بزرگو! یہ بات قرآن کریم سے ثابت ہے کہ انبیاء' صلحاء اولیاء اور اللہ کے نیک بندوں کے سانحہ ہائے ارتحال پر زمین بھی گریہ زن ہوتی ہے اور آسمان بھی نالہ کناں اور اشک ریز ہوتا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ

”(فرعون اور اس کے متبعین) نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ان کو کچھ ڈھیل ملی“ (الدخان:۲۹)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں اولیاء وصلحا اور مشائخ وعلماء وغیرھم ان کی وفات پر آسمان بھی روتا ہے اور زمین بھی آسمان کے رونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ اللہ کے نیک بندے مومن کے مرنے پر آسمان کا وہ دروازہ روتا ہے جس سے اس کی روزی اترتی تھی یا جس دروازے سے اس کا عمل صالح اوپر چڑھتا تھا اور زمین کے رونے کا مطلب یہ

ہے کہ جہاں وہ نماز پڑھتا تھا، ذکر واذکار میں جس جگہ مشغول رہتا، وہ مسند ارشاد وہ مسند حدیث وہ مسند تدریس وہ تمام مقامات جہاں جہاں انہوں نے قدم رکھا ہو، نشست و برخاست کی ہو، وہ تمام مقامات روتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ ہم اس سعادت سے محروم ہوگئے ہیں تو آج یہ منبر ومحراب مسجد کا وہ گوشہ جہاں حضرت مفتی صاحبؒ مراقبہ فرمایا کرتے تھے اور وہ حجرہ جہاں وہ مطالعہ فرمایا کرتے اور مہمانوں کے ساتھ ملاقات فرماتے تھے' وہ تمام زاویے آپ کی جدائی پر نوحہ کناں اور اشک ریز ہیں اس لئے میں نے عرض کیا......

آسمان را حق بود گر خوں ببارد برزمین
بروفات مفتی اعظم رئیس المتقین

مفتی اعظمؒ کی محدثانہ جلال اور فقیہانہ بصیرت

محترم بزرگو! ہمارے حضرت مفتی اعظمؒ کی شخصیت جامع الصفات تھی' ہم آپ کی کس کس صفت کا تذکرہ کریں آپ کی مفسرانہ شان وشوکت سے گفتگو کریں، محدثانہ جاہ وجلال پر روشنی ڈالیں، فقیہانہ بصیرت سے بحث کریں آپ کے اجتہادی رنگ کو دیکھیں، احسان وسلوک اور تصوف میں آپ کے ارفع مقام پر نظر دوڑائیں، جملہ علوم (خواہ وہ عقلیہ ہوں یا نقلیہ) وفنون میں آپ کی عبقریت ومہارت کا تجزیہ کریں الغرض آپکی ذات ان تمام صفات کی جامع شخصیت تھی۔

ہشت پہلو ہیرہ

میرے بھائیو! میں دیکھ رہا ہوں کہ تین دن سے غمزدہ احباب اور تعزیت کے لئے آنے والے ارباب سلوک واہل علم آپ کے مناقب وفضائل او رمفاخر ومحاسن بیان کررہے ہیں اور اپنے جذبات محبت وخلوص اور احساسات کا اظہار کررہے ہیں لیکن

میرے خیال میں آپ کی جامع شخصیت کی صفات کے لاکھویں حصے کا بھی حق ادا نہیں ہوا ہے اور ویسے بھی کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ......

زوصف ناتمام ما جمال یار مستغنی ست
بآب ورنگ وخال وخطہ چہ حاجت روئے زیبارا

آپ کی ذات بابرکات کی مثال ایک ہشت پہلو ہیرہ جیسی ہے، جس کا ہر پہلو انتہائی جاندار وشاندار توانا وتابناک قوی اور مضبوط ہے کہ مجھ جیسے طفل مکتب کو یہ حق حاصل نہیں کہ ان پہلوؤں میں سے کسی ایک پر لب کشائی کرے اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ آپ کی ذات کو ایسی صفات کا حامل بنایا، تو میں عرض کررہا تھا کہ آپ کی شخصیت کا ہر پہلو اس قدر روشن ہے کہ عقل انسانی اس پر انگشت بدنداں رہ جاتی ہے اس لئے میں حیران ہوں کہ آپ کے اوصاف کے کس پہلو سے ایک ناتمام ومختصر گفتگو کا آغاز کروں......

فدا ہوں آپ کی کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

علوم اسلامی کا بحر ذخار

محترم بھائیو! آپ کی محدثانہ جلالت شان تو آپ کی تصنیف کردہ کتابوں سے عیاں ہے، ترمذی شریف کی آفاقی شرح منهاج السنن اور شرح مقدمہ مسلم شریف سے آپ کی محدثانہ نابغیت کا اندازہ ہوتا ہے، ہمارے دورہ حدیث کے دوران صحاح ستہ کی یہ کتابیں سنن ابی داؤد شریف اور بخاری شریف آپ کے زیردرس رہیں انتہائی پُراثر انداز میں آپ ہماری ذہنی استعداد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تشریح فرماتے یہ میں اس لئے ذکر کررہا ہوں کہ ہماری ذہنی استعداد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کیونکہ اگر آپ اپنی

علمیت کے حوالے سے بحث فرماتے تو آپ کو معلوم ہے کہ وہ تو علم کے بحر ذخار، بحر مواج اور دریائے ناپیدا کنار تھے ہمارے قاصر ذہن کب اس کا ادراک کرسکتے تھے حدیث کے متعلق بحث کے بعد آپ اپنے فقیہانہ رنگ میں آجاتے کیونکہ آپ کا درس محدثانہ فقیہانہ امتزاج کا حامل ہوتا تھا تو جب حدیث سے مسائل کا استنباط اور استخراج شروع فرماتے اس وقت یوں محسوس ہوتا تھا گویا وقت کا امام اعظم ہمارے سامنے موجود ہے بعض اوقات آپ فرماتے کہ فلاں مسئلہ کا استنباط اس حدیث سے ہوا ہے جبکہ بظاہر ان کے درمیان کوئی ربط یا تعلق موجود دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن جب آپ اس کی وضاحت شروع فرماتے اور الفاظ حدیث کا تجزیہ فرماتے تو ہم اپنی حیرت پر خود حیرت زدہ ہوجاتے کہ اس مسئلہ اور حدیث کے درمیان تو ربط وتعلق بالکل واضح ہے۔

جلالین شریف کا پہلا حصہ ہمیں آپ پڑھاتے تھے، ایسے ایسے تفسیری نکات ولطائف ذکر فرماتے کہ بے اختیار دل سے ان کی درازی عمر کے لئے دعائیں نکلتیں، علم نحو کی مشہور منتہی کتاب شرح ملا جامیؒ آپ بہت ذوق وشوق اور جوش وجذبے سے پڑھاتے اس میں آپ نکتہ آفرینیوں کے انبار لگا دیتے، ایک دفعہ ہم چند ساتھیوں نے جرأت کرکے آپ سے استفسار کیا کہ آپ جو نکات بیان فرمارہے ہیں ان کی ماخذ اور مرجع کیا ہے تو آپ نے مشفقانہ تبسم فرماتے ہوئے کہا کہ یہ صدوری نکتے ہیں سطوری نہیں، یعنی یہ نکتے ہم کو اپنے مشائخ سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوئے ہیں، یہ جواہر ریزے آپ کو کتابوں میں نہیں ملیں گے۔

اوقات میں برکت ایک زندہ کرامت

محترم بھائیو! آپ کی یہ زندہ کرامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے وقت میں بہت ہی وسعت پیدا کی تھی، باوجود کثرت مشاغل کے آپ کی زیردرس جو کتابیں

ہوتیں، وہ بروقت اختتام کو پہنچ جاتیں، ابتدائے تعلیمی سال سے لے کر آخر سال تک
آپ کا ایک ہی انداز تدریس تھا، دیگر مدرسین کی عام روش کے مطابق کہ اختتام سال
میں رات دن کتابوں کی پڑھائی میں مصروف رہتے ہیں آپ نے کبھی اضافی وقت نہیں
لیا اور اس پر طرہ یہ کہ آپ ہفتہ میں دو بار گاؤں زروبی تشریف لے جاتے، حالانکہ اس
وقت سڑکیں بھی کچی تھیں اور ذرائع آمدورفت کی بھی فراوانی نہ تھی جیسا کہ آج کل ہے
اس کے باوجود آپ کا درس چونکہ پہلے گھنٹہ سے شروع ہوجاتا' آپ اس کے لئے بالکل
وقت پر پہنچتے تھے سبق میں ناغہ کرنا آپ کی لغت میں نہ تھا۔

ضیاع اوقات سے اجتناب

ایک دفعہ ہفتہ کے دن بندہ بھی اکوڑہ آرہا تھا اور حضرت مفتی صاحب بھی چونکہ
گاڑی ہمارے گھر کے قریب سواریوں کے انتظار میں کھڑی ہوئی تھی تو اکثر میں جب گھر سے
نکل کر بڑے راستے پر آتا تو مفتی صاحب یا دس قدم آگے ہوتے یا پیچھے، پھر ہم اکٹھے گاڑی
تک جاتے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں جب گھر سے نکلا، بوندا باندی ہو رہی تھی، اتنے میں مفتی
صاحب کو بھی دیکھا کہ وہ بھی تشریف لا رہے ہیں، ہم دونوں جب گاڑی کی جگہ پر پہنچے تو
گاڑی موجود نہ تھی اور بارش بھی موسلا دھار شروع ہوگئی پانی زیادہ آ گیا، ایک دوکان کے
برآمدے میں ہم کھڑے تھے، وہاں دو بلاک پڑے تھے، ایک بلاک پر مفتی صاحب کھڑے
ہوگئے اور دوسرے پر مجھے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ
آج شاید گاڑی والے نے بارش کی وجہ سے چھٹی کی ہو، اس قریبی مسجد میں تشریف لائیں،
وہاں بیٹھیں گے، میں چائے لاؤں گا اور اکٹھے پئیں گے مفتی صاحب نے پشتو میں فرمایا کہ
بربادے مہ کوہ یعنی مزاحاً فرمایا کہ فضول باتیں مت کرو یہاں کھڑے رہو پھر دو تین منٹ
بعد بارش ذرا تھم گئی مجھے فرمایا کہ اَو اڈہ (سوزوکی، ڈاٹسن یا تانگے وغیرہ جہاں موجود ہوتے)

کو جائیں، جب وہاں گئے تو وہاں بھی وہی عالم تھا میں نے پھر عرض کیا یہاں بھی تو کوئی
سواری نہیں آپ خاموش رہے ایک دو منٹ کے بعد جہانگیرہ سے ایک ویگن آئی اس میں
ہمارے گاؤں کے کچھ لوگ کراچی سے آئے تھے، گاڑی والے نے کہا کہ آپ کہاں جا رہے
ہیں؟ میں نے کہا کہ اکوڑہ خٹک ڈرائیور نے کہا آپ یہاں کھڑے رہیں میں جلدی واپس
آتا ہوں آپ کو سیدھا جہانگیرہ پہنچاؤں گا کیونکہ میں بکنگ کے لئے جاتا ہوں، وہ آئے ہم
اس میں بیٹھ گئے اس نے جہانگیرہ تک ایک بھی سواری نہیں بٹھائی اور جہانگیرہ پہنچا دیا پھر
دوسری گاڑی میں بیٹھ کر اکوڑہ پہنچے اور کمال یہ کہ ہم گاؤں والے گاڑی کے وقت سے دس
منٹ پہلے پہنچ گئے اپنے گھر کی طرف جاتے وقت مفتی صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا اب
جاؤ اور آرام سے چائے پی لو۔

وقت کی پابندی اور ترتیب اوقات کا لحاظ

میرے محترم بزرگو! یہ آپ کی وقت کی پابندی کا حال تھا کہ ہجوم مشاغل کے
باوجود آپ اپنے کام بروقت مکمل فرماتے، ہجوم مشاغل اس طرح کہ آپ فجر کی نماز کے
بعد اپنے مسترشدین کے ساتھ مراقبہ فرماتے، اس کے بعد اسباق پڑھاتے، پھر دارالافتاء
تشریف لے جاتے' وہاں ڈاک کے ذریعہ بھیجے گئے استفتارات کے جوابات تحریر فرماتے
اکثر مستفتین زبانی سوالات پوچھتے ان کی طرف توجہ دیتے پھر تصنیف و تالیف کے لئے
وقت نکالتے، اسی طرح دعوت و ارشاد کا بھی سلسلہ جاری رہتا، جلوس اور محافل وعظ میں
شرکت کیلئے تشریف لے جاتے اور لوگوں کو اتباع سنت کی تلقین فرماتے۔

رضا بالقضاء کی ایک مجسم تصویر

محترم بزرگو! ۱۹۹۴ء میں آپ پر فجر کی نماز میں فالج کا شدید حملہ ہوا اور
۱۵؍سال تک اسی بیماری میں گزارے' لیکن اس دوران آپ کی استقامت دیدنی تھی

آپ رضاء بالقضا کی ایک مجسم تصویر تھے بظاہر جو آپ کی زبان بندتھی، یہ بھی آپکے کمال پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جب اللہ کا کوئی برگزیدہ بندہ اس کی اطاعت میں شب وروز مشغول رہتا ہو اس کے دل میں خشیتِ الٰہی رچ بس گئی ہو،مکمل متبع رسول ہو اور اطاعت سنت نبوی ﷺ کا اہتمام کرتا ہو،تو اس کو مقام قرب نصیب ہوتا ہے اس پر اسرار اور رموز کے انکشاف کے دروازے کھل جاتے ہیں،اس کیلئے حجابات اٹھائے جاتے ہیں......

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
اٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر

اللہ کریم کی طرف سے ان پر خصوصی افضال وانعام کا نزول ہوتا ہے چونکہ یہ تو خاصان خدا ہوتے ہیں یہ حضرات ان اسرار ورموز کے کشف کو برداشت کرسکتے ہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ یہ برگزیدہ ہستیاں ان اسرار و رموز کو ان حضرات کے سامنے فاش کریں،جن میں ان کے تحمل کی قوت نہ ہو،اسی وجہ سے بعض اوقات ان کی زبان بندی کی جاتی ہے،باقی رہا ذکر تو ان کا دل تو شب وروز ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔

حضرت مفتی اعظم کے مرشد اور ان کا مرتبہ

حضرت مفتی صاحبؒ کے مرشد حضرت شیخ المشائخ خواجہ عبدالمالک صاحب نقشبندیؒ یہ اپنے وقت کے بہت بڑے ولی تھے اور ان کا کمال یہ تھا کہ پاکستان کے تمام بڑے بڑے شیوخ حدیث اور علماء آپ کے دست حق پرست پر بیعت تھے،میرے والد محترم امام المتکلمین صدر المدرسین علامہ عبدالحلیم صاحب قدس سرہ امیر المومنین فی الحدیث شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد فرید صاحبؒ جیسی شخصیات آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھیں،اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ آپ کس پایہ کے بزرگ تھے،جب آپ کا انتقال ہوا تو انتقال کے بعد

بھی آپ کا دل دھڑکتا تھا ڈاکٹرز حیران تھے،انہوں نے کہا کہ ہم ڈیتھ سرٹیفکیٹ اس حالت میں نہیں دے سکتے علماء جو اس وقت موجود تھے انہوں نے ڈاکٹروں کو کہا کہ آپ اس راز کو نہیں سمجھ سکتے آپ ہر سال دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے تو آپ کے تمام خلفاء ومجازین اور مریدین ومسترشدین حقانیہ میں جمع ہوتے اور دو تین دن تک مراقبوں اور روحانی مجالس کی پررونق بہاریں ہوتیں۔

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ کا مفتی اعظم سے محبت وشفقت

اپنے شیخ خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ کی آپ سے از حد محبت تھی اور آپ کی رائے کو ترجیحی بنیادوں پر لیتے،ایک دفعہ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ مردان میں حضرت صدیقی صاحبؒ کے خلفاء کا اجتماع تھا،آپ بھی تشریف لائے تھے،حضرت خواجہ صاحب نے اپنے تمام خلفاء کو فرمایا جو کہ تمام بڑے بزرگ اور عالم تھے کہ میں آپ کے سامنے نماز پڑھتا ہوں،آپ میرے قیام وقعود اور رکوع وسجود کا بغور مشاہدہ کریں کہ میری نماز سنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ جب آپ نے نماز پڑھی تو اپنے خلفاء کے حلقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے پوچھا کہ بتاؤ! میری نماز سنت کے مطابق ہے یا نہیں، تمام خلفاء نے جواب دیا حضرت بالکل سنت کے موافق ہے، پھر حضرت نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا کہ آپ بتائیں،تو میں نے عرض کیا کہ حضرت قیام کے دوران آپ کے دونوں پاؤں کے درمیان کا فاصلہ سنت کے مطابق نہیں، پھر میں نے ان کو صحیح فاصلہ بتایا اس پر آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا لیکن دوسرے خلفاء پر برہم ہوئے کہ آپ نے میری نماز کا صحیح مشاہدہ نہیں کیا۔

دارالعلوم حقانیہ میں ہم اور حضرت مفتی صاحبؒ (اب ان کو رحمہ اللہ کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے) ایک دوسرے کی ہمسائیگی میں رہتے تھے،گرمیوں کے موسم میں آپ تہجد گھر کے

صحن میں پڑھتے تھے، اسکے بعد آپ ذکر واذکار اور تلاوت قرآن میں مشغول ہوجاتے اکثر اوقات ہم انکی پرسوز آواز کو سنتے اور اس اثر آفرینی کا عجیب عالم ہوتا۔

مفتی اعظم کی محبوبیت کا عالم

محترم بزرگو! جو شخص اپنے مرشد کا محبوب ہوتا ہے اللہ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبوبیت پیدا کرتے ہیں، آپ روزانہ مشاہدہ کرتے تھے، میرے گاؤں والوکو دور دراز علاقوں سے لوگ آپ کی زیارت کیلئے سفر کی مشکلات اور صعوبتیں برداشت کرکے آتے اور آپ نے نماز جنازہ کا عالم بھی دیکھا، کتنا عظیم جنازہ تھا اور یہ آپ کو بتاؤں کہ دو تہائی لوگ رش اور راستوں کی بندش کی وجہ سے جنازہ میں شرکت سے محروم رہے، یہ ان کی محبوبیت کا عالم تھا ہر شخص کو معلوم تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے یہ اپنے وقت کا بہت بڑا ولی ہے اس کی نماز جنازہ میں شرکت ہر آدمی اپنے لئے باعث سعادت اور لائق نجات اخروی سمجھتا تھا، میں نے بہت سے لوگوں سے سنا کہ یہ موت قابل صد رشک ہے کاش ہماری موت بھی ایسی ہو......

وہ سر کھولے ہماری لاش پر دیوانہ وار آئے
اسی کو موت کہتے ہیں تو یارب بار بار آئے

اے میرے محبوب شیخ! اے میرے محسن! اے میرے مربی! ایک دنیا آپ کی زیارت کے لئے آئی ہے ایک عالم آپ کی دید کا مشتاق ہے، آپ کس طرف جارہے ہیں آپ کی تماشا گاہ کونسی ہے......

اے تماشہ گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا میروی

شاگردوں کے ساتھ مشفقانہ رویہ

محترم بزرگو! میں تو گویا ان کی گود میں پلا ہوں، اکثر میرے ساتھ لطیف مزاح فرمایا کرتے، یہ تو آپ کی شفقت تھی، مہربانی تھی اور لطف وکرم تھا، تو اسی شفقت نے ہمیں ایک گونہ گستاخ بنایا اسی وجہ سے کبھی کبھی آپ کے ساتھ بے تکلفی کا ارتکاب کرتا، عید الاضحیٰ کے موقع پر کافی دنوں کے بعد بندہ ملاقات کے لئے حاضر ہوا (چونکہ بندہ شوگر کا مریض ہے اور اسی وجہ سے بائیں ٹانگ کی دو انگلیاں کٹوائی گئی ہیں) بندہ کو عصا کے سہارے آتا دیکھ کر تبسم فرمایا، بہت شفقت کے ساتھ اپنا ہاتھ مبارک ملانے کے لئے آگے کیا بندہ نے دست بوسی کی پھر میری طرف توجہ کئے ہوئے مسکرا رہے ہیں، بندہ بھی ان کو دیکھ کر مسکرانے لگا لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ بار بار دیکھ رہے ہیں اور تبسم فرما رہے ہیں، پھر اپنی داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھا، پھر تبسم فرمانے لگے، ان کو میری استعجابی کیفیت معلوم ہوئی تو انتہائی تکلیف سے زبان کو زور دیتے ہوئے فرمایا بوڈا اور اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا یعنی تم تو بوڑھے ہوگئے ہو آپ کی داڑھی سفید ہوگئی ہے تو بندہ نے عرض کیا جی سوار ہی گرتے ہیں، یعنی جوان بوڑھے ہوجاتے ہیں مفتی صاحب اس وقت انتہائی ہشاش بشاش تھے میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ سے نوازیں آپ کو دوبارہ جوانی نصیب ہو، آپ کی داڑھی مبارک پھر سے سیاہ ہوجائے اور آپ پھر سے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائیں اور ایوان شریعت ہال میں ہم آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہوئے آپ ہمیں ترمذی اور بخاری شریف کا درس دیں اس پر بہت دیر تک معصومانہ انداز میں تبسم فرماتے رہے، پھر اسکے بعد آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، یہ منظر دیکھ کر دل میں انتہائی شرمندگی محسوس

کی، لیکن مفتی صاحب نے دوبارہ تبسمانہ انداز میں متوجہ ہوئے اور دعائیں دے کر ہمیں رخصت کیا۔

مفتی اعظم سے آخری ملاقات

میرے محترم دوستو اور بزرگو! قسمت کی بات ہے گزشتہ بدھ بتاریخ ۶ جولائی بندہ اپنے چند تلامذہ سمیت بیمار پرسی کے لئے اکوڑہ خٹک سے آیا یہاں آ کر معلوم ہوا کہ آپ گھر تشریف لے گئے ہیں، انتہائی مایوسی ہوئی کہ اب تو ملاقات شاید نہ ہوسکے لیکن ہماری خوش نصیبی تھی کہ آپ کو جب اطلاع ہوئی تو کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیٹھک کو لائے گئے دوستوں نے کہا کہ حضرت کو تکلیف ہے، ہم نے عرض کیا کہ ہم صرف ایک جھلک دیکھیں گے، ہاتھ نہیں ملائیں گے لیکن جب ہم ان کے پاس گئے تو انتہائی محبت سے پیش آئے اور از خود ہاتھ مبارک ملانے کے لئے اٹھایا بندہ نے دست بوسی کی سعادت حاصل کی، پھر بندہ کی ناک پر اپنی انگلی رکھ لی پھر اشارہ سے پوچھا کیسے ہو؟ میں نے عرض کیا ٹھیک ہوں، اللہ کا کرم اور آپکی دعائیں ہیں پھر بندہ نے عرض کیا آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ تو آپ نے نفی میں ہاتھ مبارک ہلایا اور پیٹ کی طرف اشارہ کیا کہ ٹھیک نہیں بندہ نے عرض کیا کہ حضرت دوائی استعمال کرتے ہیں یا نہیں تو سختی سے نفی میں ہاتھ ہلائے اس کے بعد آپ نے واپس گھر جانے کا اشارہ کیا اور ویل چیئر کے ذریعہ گھر لے جائے گئے کیا خبر تھی کہ یہ اُن کے ساتھ ہماری آخری ملاقات ہوگی اس کے بعد جدائی اور ہجر کا ایک طویل سفر شروع ہوگا اے ہمارے شیخ! آپ تنہا نہیں جا رہے آپ کے ساتھ ہماری محبتیں جا رہی ہیں، ہماری عقیدتیں جا رہی ہیں، ہمارے آنسو جا رہے ہیں......

دیدہ سعدی و دل ہمراہِ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

اللہ آپ کو ارفع واعلیٰ مقامات سے نوازیں اور آپ کی تربت پر سدا رحمتوں کا نزول ہو۔

مفتی اعظم کا سانحہ ارتحال

میرے محترم بزرگو اور غمزدہ بھائیو! حضرت مفتی اعظمؒ کے سانحہ ارتحال پر غم و اندوہ کا ایک کوہ گراں ہمارے سروں پر آ گرا یہ ایسا عظیم غم ہے کہ ہم اس کو تنہا برداشت نہیں کر سکتے تھے بلکہ اگر اس غم کا نزول پہاڑ پر ہوتا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا اللہ تبارک وتعالیٰ ان لاکھوں افراد کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنہوں نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور آپ تمام حضرات کو جو ملک کے کونے کونے سے تعزیت کے لئے تشریف لائے ہیں، بہترین اجر سے نوازے کہ آپ نے ہمارے ساتھ اس غم میں شریک ہوکر ہمارے غمزدہ قلوب کے لئے تسلی وتشفی کا سامان مہیا کر دیا۔

واخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

استقامت علی الدین کی اہمیت

الحمد للّٰہ وکفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ أما بعد فقد قال تبارك و تعالیٰ فی کلامه الحمید و فرقانه المجید أعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓـؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡٓ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ (حم:۳۰ تا ۳۲) وقال رسول ﷺ قل امنت باللّٰه ثم استقم (مسند ابی داؤد الطیالسی: ح ۱۳۲۷)

زمانہ معترف ہے اب ہماری استقامت کا
نہ ہم سے قافلہ چھوٹا نہ ہم نے رہنما بدلا
رہ الفت میں گو ہم بہت مشکل مقام آئے
نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے راستہ بدلا
مابرائے استقامت آمدیم

نے پئے کشف و کرامت آمدیم
اگر گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لااله را

اللهم صلی علی محمد وعلی آل محمد کلما ذکره الذاکرون وکلما عقل عن ذکره الغافلون ......
مولای صلی وسلم دائماً ابدا
علی حبيبك خير الحلق كلهم

کلمات تشکر

محترم مشائخ عظام، علماء کرام، قابل صد، احترام طلبہ اور معزز سامعین! آپ حضرات جیسے جبال علم اور اہل تقویٰ و تدین کے سامنے لب کشائی کرنا نہ صرف بہت بڑی جرأت ہے بلکہ عظیم جسارت بھی ہے لیکن آپ حضرات کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور سوائے تعمیل حکم کے کوئی دوسرا راستہ نظر نہ آیا آپ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے صحیح اور درست بات کہنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

عقائد پر استقامت اور ثبات قدمی

محترم حاضرین میں نے آپ حضرات کے سامنے جو آیتیں تلاوت کیں ان میں دین پر اور اپنے صحیح عقیدے پر استقامت اور ثابت قدمی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے جنت کی بشارتیں اور حسن خاتمہ کی دلکشا اور دلربا نویدیں ہیں اللہ تعالیٰ نے عہد الست کے موقع پر تمام ارواح سے اپنی ربوبیت کا وعدہ لیا تھا اس کو میثاق عام کہا جاتا ہے قرآن کریم میں اس کا تذکرہ موجود ہے : وَ اِذۡ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَ اَشۡهَدَهُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡؕ قَالُوۡا بَلٰى (الاعراف:۱۷۲)

حب اللہ جل جلالہٗ نے تمام ارواح سے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو تمام ارواح نے یک زبان ہو کر جواب دیا بلیٰ ہاں تو ہمارا رب ہے......

کان میں جس دم پڑی بانگ الست کی صدا

قلب نے صدق و صفا کہہ دیا قالوا بلیٰ

اب اللہ نے یہاں پر لفظ رب کا انتخاب فرمایا اس کے بارے میں علماء نے عجیب تحقیقات کی ہیں یہ موقع ان تحقیقات میں الجھنے کا نہیں انشاء اللہ اس کے متعلق پھر کبھی بات کریں گے۔

میثاق عام

محترم حضرات ! جو آیت کریمہ میں نے ابتداء میں آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی اس میں اسی میثاق اول و عام اور عہد الست کیطرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جنہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور پھر اسی عہد پر ثابت قدم اور محکم رہے مبتلائے الام و مصائب بدنے باد مخالف چلی لوگ دشمن جاں بن گئے خلقت درپے آزار ہو گئی لیکن انہوں نے ان حالات اور خطرات سے بے پروا ہو کر اپنا وعدہ نبھایا اپنے رب کے ساتھ جڑے رہے اپنے عہد سے چمٹے رہے تو ایسے اولوالعزموں پر بوقت مرگ رحمت کے ملائک نازل ہوں گے اور اپنی بشارت دیں گے کہا اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کہ بعد از مرگ جو مراحل آنے والے ہیں قبر، سوال جواب اور حشر ونشر اس سے آپ بے خوف رہیں اور دنیا میں جو نعمتیں آپ کو میسر تھیں اس بارے میں آپ فکر مند نہ ہوں اور آپ کو جنت کی بشارت ہے جس کا وعدہ تم سے دنیا میں کیا جاتا رہا تھا ہم تمہارے دوست میں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے لئے جنت میں وہ سب کچھ ہو گا جس کو تمہارا دل چاہے گا اور تم کو وہ سب کچھ ملے گا جو کچھ تم مانگو گے یعنی جنت

میں مہمانوں کی طرح رہو گے اور جس طرح دنیا میں مہمان کی خاطر مدارات میں میزبان کوئی کوتاہی نہیں کرتا اور اپنے مہمان کی راحت اور آرام کا پورا خیال رکھتا ہے اسی طرح یہ حضرات بھی جنت میں اللہ کریم کے مہمان ہوں گے۔

دین پر استقامت اور حضور ﷺ کو امت کی فکر

محترم حضرات آپ نے استقامت کے متعلق قرآنی بشارتیں سنیں استقامت کا کتنا بڑا اور بلند و بالا مقام ہے لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں یہ انتہائی مشکل اور انتہائی صبر آزما کام ہے میرے والد محترم حضرت امام المتکلمین صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم نور اللہ مرقدہ اس موقع پر علامہ اقبال کے یہ شعر سنایا کرتے تھے فرماتے ہیں......

اگر گویم مسلمانم بلرزم

کہ دانم مشکلات لا الہ را

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

سورہ ھود میں ارشاد ربانی ہے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کی داڑھی مبارک کے بال سفید ہو گئے آپ پر بہت جلد بڑھاپے کے آثار نمایاں ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورہ ھود نے بوڑھا کر دیا شیبتنی ھود اس کے بارے میں علماء و مفسرین اور محدثین فرماتے ہیں کہ چونکہ سورہ ھود میں امم سابقہ کی ہلاکتوں کے بارے میں سنا تو اپنی امت کے بارے میں فکر مند ہو گئے ایسا نہ ہو کہ میری امت بھی ان سابقہ امم کی طرح ہلاک نہ ہو جائے کیونکہ آپ اپنی امت پر بہت شفیق اور مہربان تھے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا

عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ(التوبۃ:۱۲۸) دوسری توجیہ رسول ﷺ کے قول مبارک شیبتنی ھود کی یہ کرتے ہیں کہ سورہ ھود میں رسول ﷺ کو استقامت کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ اس توجیہ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی یہی سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورہ ھود نے مجھے بوڑھا کر دیا خصوصاً اسی آیت نے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ اسی طرح بھی فرماتے ہیں کہ استقامت تو آپ کی فطرت تھی لیکن خوف اس بات کا تھا کہ كَمَآ اُمِرْتَ یعنی الٰہی امر کے مطابق استقامت ہونی چاہیے اور یہ حکم پوری امت کو بھی دیا گیا ہے تو آپ ﷺ کے ساتھ یہ فکر دامن گیر تھی کہ امت امر الٰہی کے مطابق استقامت کر سکے گی یا نہیں بس اسی غم نے آپ کو بوڑھا کر دیا صاحب تفسیر روح المعانی علامہ محمود بغدادی الوسی نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ کبھی مسکرائے نہیں۔

استقامت کا درجہ کرامت سے بڑھ کر ہے

محترم حضرات! حضرت جنید بغدادیؒ سے آپ کے ایک پرانے بے تکلف مرید نے پوچھا کہ حضرت! میں اتنے سالوں سے آپ کی خدمت میں رہا ہوں اور سفر وحضر میں آپ کا ساتھی ہوں لیکن اس تمام عرصہ میں میں نے نہیں دیکھا ہے کہ آپ سے کرامت کا ظہور ہوا ہو عوام بیچارے تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ پیر اور بزرگ وہ ہے جو ہوا میں اڑے، دریا کے اوپر چلے اور پاؤں گیلے نہ ہوں تو وہ مرید بے چارہ بھی اسی انتظار میں تھا حضرت الشیخ جنید بغدادی نے یہ سنا تو جلال میں آگئے اور فرمایا کہ اس تمام عرصہ میں آپ نے مجھ سے کسی خلاف سنت کام کا مشاہدہ کیا ہے مطلب کہ استقامت علی الدین استقامت علی السنۃ بہت بڑی کرامت ہے پھر فرمایا کہ......

ما برائے استقامت آمدیم
نے پے کشف و کرامت آمدیم

اس لئے صوفیاء کرام حضرات فرماتے ہیں الاستقامہ فوق الکرامۃ اور بعض حضرات فرماتے ہیں۔ اطلبو ا الا ستقامۃ ولا تطلبو ا الکرامۃ ہم روزانہ نماز پڑھتے ہیں اور اس میں قرأت سورہ فاتحہ کرتے ہیں اسی سورہ فاتحہ میں یہ دعا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اسی آیت میں بھی طلب استقامت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی صحابی رسول ہیں آپ نے رسول ﷺ سے سوال کیا قل لی للاسلام قولا لاأسئل احداً بعد ''اسلام کے متعلق مجھے ایسی بات بتلائیں کہ پھر کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے'' آپ نے ارشاد فرمایا قل امنت باللّٰہ ثم استقم تو اس مختصر جواب میں ایک دریائے معانی موجزن ہے استقامت کا یہ مطلب ہے کہ ایک مسلمان دین کے دائرے اور شریعت کی حدود میں رہ کر دین کے تمام شعبوں پر سختی سے کار بند رہے خواہ وہ اعتقادات ہوں عبادات و معاملات ہوں یا معاشرت و اخلاق الغرض تمام اعمال و اعتقادات اس کے اللہ اور رسول ﷺ کے بیان کردہ احکامات کے مطابق ہوں۔

عقائد پر استقامت بنیاد ہے

محترم حضرات! عقائد میں استقامت یہ ہے کہ مسلمان کیلئے جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے اس ایمان پر سختی سے کار بند رہے کیونکہ اگر ایمان میں خلل ہو اور اعتقاد میں فساد ہو تو اعمال کا کوئی فائدہ نہیں ارشاد ربانی ہے من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مومن تو عمل صالح کی قبولیت کا دارومدار ایمان پر ہے تو سب کے پہلے اعتقادات پر استقامت ضروری ہے اسی طرح اعمال میں بھی استقامت کا لحاظ رکھنا

چاہیے عمل تھوڑا لیکن مسلسل اور بلا ناغہ ہو اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ احب الاعمالاالی اللہ ما دیم علیہ یعنی محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک وہی ہے جو دائمی اور مسلسل ہو اس کے بعد فرماتے ہیں ان قل اگر چہ وہ عمل تھوڑا ہی ہے اسی طرح دعا میں استقامت اپنائے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تو عجلت پسند ہیں خلق الانسان من عجل ہاتھ دعا کیلئے اٹھایا نہیں اور بس انتظار میں بیٹھ گئے کہ بس اب میری دعا قبول ہوئی اور مجھے میرا مطلوب مل جائیگا پھر جب مطلوب نہ ملے تو پھر بادل نا خواستہ دو ایک دفعہ دعا کیلئے اٹھاتا ہے اور پھر مایوس ہو کر دوبارہ دست دعا اور دست سوال دراز نہیں کرتا ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ مسلسل دعا مانگنی چاہیے کبھی تو آپ کی دعا قبول ہوگی ......

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے میں خطاب آخر اٹھتے ہیں حجاب آخر

جب انسان کا عقیدہ یہ ہے ایک مسلماں کا یہ ایمان ہے کہ مرادیں برلانے والا اللہ ہی ہے تو پھر اللہ کے در کو چھوڑ کر کہاں جائیگا اس کا کام چلے یا نہ چلے اللہ کو پکارتا ہے......

پایم اور ایا پایم جستجو ئے مکینم
حاصل آید یا نہ آید آرزوئے میکنیم

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کریم سے سوال کرتے دعا مانگتے اور حضرت ہارون علیہ السلام اس پر آمین کہتے اسی وجہ سے دونوں کی دعا کی نسبت کی گئی ورنہ دعا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام مانگ رہے تھے اللہ کریم نے فرمایا کہ آپ دونوں کی دعا قبول ہوئی یہ دعا بھی

بقول مفسرین حضرات چالیس سال بعد قبول ہوئی تھی تو اندازہ لگائیں تو ایک پیغمبر اولوالعزم پیغمبر دعا مانگ رہا ہے اور دوسرا پیغمبر اس پر آمین کہتا ہے ان کی دعا کی قبولیت میں چالیس سال لگ گئے تو ہماری دعاؤں کا کیا حال ہوگا لیکن مایوس نہیں ہونا چاہیے لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ارشاد ہے الإيمان بين الخوف والرجاء قرآن کریم میں اللہ جل شانہٗ فرمائے رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ یقین

من دوزخ وسیع ہے تو جنت وسیع تر
لَا تَقْنَطُوا خواب ہے ھل من مزید کا

یہی استقامت ہے۔

ایک فقیر اور ایک انوکھا اور دلچسپ واقعہ

محترم حضرات! کتاب القیلوبی میں ایک حکایت ہے کہ ایک فقیر ایک پہاڑ کی چوٹی پر کئی سالوں سے عبادت میں مصروف تھا وہاں پر پانی کا چشمہ تھا تو پانی کا انتظام موجود تھا اور روٹی کے لانے پر اللہ نے ایک پرندے کو مقرر کیا تھا وہ باقاعدگی سے وقت پر اس کیلئے روٹی اور اس کے ساتھ بوٹی وغیرہ لاتا اور یوں فقیر صاحب فکر معاش سے بے نیاز ہو کر اپنی عبادت میں شب و روز مصروف رہتا ایک دفعہ ایسا ہو کہ اس پرندے نے روٹی لانے میں دیر کر دی فقیر صاحب وقت مقررہ اور حسب معمول روٹی کے انتظار میں تھا لیکن پرندے کا کوئی سراغ نہ ملا کچھ دیر انتظار کے بعد فقیر صاحب پہاڑ سے نیچے اتر آیا اور نیچے ایک ہندو کا گھر تھا فقیر صاحب ان کے دروازے میں کھڑے ہوئے اور ان سے روٹی مانگی گھر والوں نے اس کو کچھ روٹیاں اور سالن دیدی یہ جب واپس اپنے مستقر کو جا رہا تھا تو اس ہندو کا ایک کتا تھا وہ اس کے پیچھے ہو گیا اور بھونکنا شروع کر دیا فقیر نے روٹی کا ٹکڑا کتے کے سامنے پھینکا کتے نے جب وہ کھایا تو پھر اس

فقیر کے پیچھے ہوگیا اس پر اس نے مزید ایک ٹکڑا دے دیا یہ معاملہ دو تین بار پیش آیا فقیر نے تنگ آ کر کتے کو کہا کہ بے حیا اب میں کیا کھاؤں گا اب تو میرے پاس صرف ایک ٹکڑا بچا ہے تو کتے نے فقیر صاحب کو کہا کہ بے حیا تم ہو یا میں میں اتنے سالوں میں اس ہندو کے گھر کے دروازے پر پڑا ہوں کبھی دو دو تین تین دن گزر جاتے ہیں ان کے گھر سے مجھے کھانے کو کچھ نہیں ملتا لیکن میں نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ میں اس کے ہمسائے کے دروازے پر بیٹھ جاؤں تا کہ یہ لوگ مجھے کھانا دیدیں اور تم کو اتنے سالوں میں ایک دن بروقت کھانا نہیں ملا تو نیچے اتر آئے اور خدا کے دشمن کے دروازے پر کھڑے ہوگئے اور ان سے بھیک مانگنا شروع کیا تو بتاؤ بے حیاء کون ہے میں ہوں کہ تم کتے کے اس واقعہ میں استقامت کا کتنا عظیم سبق موجود ہے۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب کی استقامت کا واقعہ

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب جو کہ حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ اور مرید تھے اور اپنے مرشد کے عاشق زار تھے حضرت تھانویؒ کے ساتھ ہر وقت اپنے متعلقین کی اصلاح کی فکر رہتی ایک دفعہ آپ جلال میں آ گئے اور حضرت خواجہ صاحب کو خانقاہ سے نکال دیا خواجہ صاحب نے بوریا بستر سمیٹا اور خانقاہ کے باہر دروازے پر ڈیرہ جما لیا وہ جگہ خانقاہ کی حدود سے باہر تھی کئی روز تک اسی جگہ پڑے رہے لیکن استقامت یہ تھی کہ وہاں سے قطع تعلق نہیں کیا بلکہ فرمایا......

وہ اپنا در نہ کھولیں گے ہم ان کا در نہ چھوڑیں گے
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں ان کی کہیں میری

یہ اسی استقامت کی برکت تھی کہ حضرت خواجہ صاحب کا نام حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں شمار ہونے لگا اور حضرت تھانویؒ کی سوانح حیات آپ کی علمی شاہکار ہے۔

محترم ساتھیو! آپ نے سنا کہ استقامت کتنی عظیم نعمت ہے اور اسکی کتنی اہمیت ہے اس پر کس قدر بشارتیں ہیں ہمیں چاہیے کہ اسی راہ استقامت جو کہ راہ عزیمت اور جادہ عظمت ہے اسکو اپنا لیں اسی پر چلیں تو انشاء اللہ دنیا و آخرت کی کامرانیاں ہمارا استقبال کریں گے آخر میں دعا فرمائیں کہ اسی پرفتن دور میں اللہ ہمیں دین پر استقامت کی توفیق مرحمت فرمائیں۔آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۲۰

خطاب

مولانا مفتی غلام قادر نعمانی صاحب

مولانا مفتی غلام قادر نعمانی صاحب

تعارف

دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مدرس ومفتی،اور شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء کے رئیس،کئی کتابوں کے مصنف،فتویٰ دینے میں نہایت احتیاط اور تدین سے کام لیتے ہیں۔

حلال وحرام آ گاہی

۲۔۳/جمادی الاولی بمطابق ۲۶/مارچ ۲۱۰۲ء کو جامعہ الرشید کراچی میں حلال آ گاہی سے متعلق مختلف موضوعات پر ملک بھر کے مفتیان کرام کے لئے ایک فقہی اجتماع کا انعقاد کیا گیا، جس میں جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کی طرف سے مفتی غلام قادر صاحب، صدر دارالافتاء جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک نے شرکت کر کے زیر نظر مقالہ پیش کیا، واضح رہے کہ یہ مقالہ کوئی باقاعدہ فتویٰ یا فیصلہ نہیں، بلکہ اس کی حیثیت ایک تحقیق کی ہے، جس کو منعقدہ فقہی اجتماع میں شرکاء کے غور وخوض کے لئے پیش کیا گیا (س)

الحمدللّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین أصطفی أمابعد!

کلمات تشکر

محترم ومکرم محققین علماء کرام اور حاضرین مجلس!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اولاً اللہ تعالیٰ کا انتہائی شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنے فضل وکرم سے اس عظیم اجتماع میں حاضر ہونے اور ملک کے نامور علماء کرام اور بزرگان دین سے استفادہ حاصل کرنے اور ان کے ساتھ بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اور ثانیاً اس عظیم جامعہ کے منتظمین اور عاملہ کو اپنی طرف سے اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس فتنوں اور گمراہی کے دور میں وقت کے اہم موضوع اور مسلمانوں کو حلال وحرام کے درمیان تمیز کی خاطر اس عظیم اجتماع کا انعقاد کیااور ہمیں بھی اس پرنور اور بابرکت محفل سے مستفید ہونے کا موقع دیا، اگرچہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اپنے کم وسائل اور بے سروسرمایہ ماحول کی خاطر ان جیسوں محفلوں کے انعقاد کا متحمل نہیں ہے، لیکن جب کبھی بھی اس جیسی محفلوں میں ضرورت پڑے گی تو جامعہ کے اراکین ایسی مثبت سوچ اور امت محمدیہ ﷺ کی صحیح رہنمائی کی خاطر حاضر خدمت ہوں گے اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی تائید ہمیشہ اس جیسی محفلوں کو حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ایسی محفلوں کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور ان کے انعقاد کرنے والوں اور منتظمین اور حصہ لینے والوں کو مزید توفیق عطا فرمائے اور اس اجتماع کو پوری امت کی ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ بنائے (آمین) اس تحقیقی مجلس کے موضوعات سے متعلق چند گزارشات اور معروضات پیش خدمت ہیں۔

اشیاء میں اصل اباحت ہے

جمہور فقہائے کرام کی رائے یہ ہے کہ تمام اشیاء اصلاً مباح ہیں، جس پر چند دلائل یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرة:۲۹)

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِىْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (الاعراف:۳۲)

اس آیت کے ذیل میں علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں:

وبھٰذا الأية يثبت ان الأصل فى المطاعم والمشارب والملابس الحل مالم يثبت تحريمها من اللّٰه تعالىٰ (المظهرى۔ ج ۳/ ص ۳٤٧)

اورامام رازیؒ لکھتے ہیں: فهذهٖ الاية تقتضى حل كل المنافع وهذا اصل معتبر فى كل الشريعة (تفسیر کبیر' ج ١٤ ص ٢٣١)

اورعلامہ حمویؒ رقمطراز ہیں: ذكر العلامه قاسم بن قطلوبعافى بعض تعاليقه أن المختار أن الاصل الاباحة عند جمهور أصحابنا (شرح الاشباه والنظائر للحموى ج ١/ ص ٢٠٩)

اورعلامہ آفندیؒ لکھتے ہیں: واعلم أن الاصل فى الاشياء كلها سوى الفروج الاباحة وانما تثبت الحرمة بعارض نص مطلق أوخبرمروى فمالم يوجد شئ من الدلائل المحرمة فهى على الاباحة (مجمع الانهر ج ٢/ ص ٥٦٨)

اورعلامہ شامیؒ مذکورہ بالا اصل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ففى تحرير ابن الهمام المختار الاباحة عند جمهور الحنفية والشافعية وفى شرح اصول البزدوى للعلامة الاكمل قال أكثرأصحابنا واكثر اصحاب الشافعىؒ أن الأشياء التى يجوز أن يرد الشرع بأباحتها وحرمتها قبل وروده على الأباحة وهى الاصل فيها (شامى ج ٣ ص ٢٦٧)

قال العلامة وهبة الزحيلى الأصل فى الأشياء الاباحة (الفقه الاسلامى وأدلته ج ٤/ ص ٢٦٢٧)

وقال ايضاً اتفق العلماء على أن الأصل فى الأشربة والأطعمة الاباحة (الفقه الاسلامى ج ٤/ ص ٢٦٢٣)

وقال العلامة عبدالرحمن العبيد والأصل فى الطعام والشراب الحل لأنها داخلان فى عموم العادات الا ماجاء النص بتحريميه فى الكتاب والسنة (أصول المنهج الاسلامى ص ٢٩٦)

ان ذکر کردہ قرآنی آیات اور فقہی عبارات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تمام اشیاء اصلاً مباح ہیں' لہٰذا جب تک کسی چیز کی حرمت کی تصریح قرآن وحدیث میں نہ ہو اور نہ ہی کتاب وسنت کے بیان کئے ہوئے حرمت کے اصول کے تحت آتی ہو تو وہ چیز مباح سمجھی جائے گی۔

موجودہ زمانہ میں جدید ایجادات واختراعات اورمختلف مصنوعات کے احکام پراس قاعدہ کوخصوصیت کے ساتھ منطبق کیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا اصل کی رُو سے درآمدشدہ مصنوعات کا حکم

بیرونی ممالک سے درآمدشدہ اشیاء چارقسم کے ہوسکتے ہیں۔

(۱) **خالص حلال اشیاء:** اس کا استعمال اورخرید وفروخت تو بلاشبہ درست ہے۔

(۲) **خالص حرام اشیاء:** ان اشیاء کا استعمال اورخرید وفروخت بلاشبہ ناجائز ہے۔

(۳) **درآمدشدہ ذبیحہ اورگوشت:**

دیگر اشیاء میں اگرچہ اصل اباحت ہے لیکن گوشت کا معاملہ اس سے مختلف ہے، کیونکہ گوشت توشرعی لحاظ سے اس وقت حلال ہوجاتا ہے، جب کسی حلال جانور یا مرغی کوشرعی طریقہ کے مطابق ذبح کیا جائے، لیکن عام طور پر چونکہ آج کل بیرونی ممالک کے اکثر مذبح خانوں میں مشینی آلہ کے ذریعے ذبح کیا جاتا ہے اور باقاعدہ ذبح کے شرعی تقاضوں کوپورا نہیں کیا جاتا ہے' اس لئے جب تک اس کی پوری تحقیق نہ ہو کہ اس کوکس طرح ذبح کیا جاتا ہے، اس وقت تک استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔

(۴) **چوتھی قسم ان اشیاء کی ہے جومخلوط چیزوں سے مرکب ہے:**

ایسی اشیاء جومخلوط چیزوں سے بنی ہوئی ہوخواہ وہ اشیاء غذائی ہو یا دیگر مصنوعی اشیاء اولاً تو اس کے بارے میں یہ تحقیق ضروری ہے کہ کسی مصنوعی یامخلوط مرکب چیز میں حرام کی آمیزش ہوئی ہے یانہیں، اگر ہوئی ہے تو کتنی مقدار میں ہوئی ہے، کسی چیز کی حلت یا حرمت کا فتویٰ تواس وقت دیا جاسکتا ہے، جب کسی چیز کی حقیقت کے بارے میں پہلے سے معلومات میسر ہوں۔

البتہ فقہی ذخائر کی رو سے مصنوعی اورمرکب اشیاء میں حرام چیز کے استعمال کا

یقین ہویا اس چیز کا بننا بغیر حرام چیز کے استعمال کے عقلاً یا عرفاً ممکن نہ ہو، تو جب تک اس حرام چیز کا استحالہ یعنی حقیقت اور ماہیت تبدیل نہ ہوا ہو تو اس وقت تک اس کا استعمال درست نہ ہوگا۔

اور اگر کوئی چیز خواہ غذائی ہو یا دیگر مصنوعی جو عموماً حلال اشیاء کے امتزاج سے بنتا ہو اور کسی حرام چیز کا اس کے ترکیب میں یقین نہ ہو بلکہ فقط احتمال ہو تو صرف احتمال کی بنیاد پر اس چیز کو حرام نہیں کہا جاسکتا ہے، بلکہ عام مسلمان کیلئے بغیر تحقیق اور تعمق کے اس کا استعمال درست ہوگا قال العلامة ابن نجیم یجوز الوضوء بماء أنتن بالمکث وهو الاقامة والدوام قید بقوله بالمکث لأنه لو علم انه انتن للنجاسة لا یجوز به الوضوء واما لوشك فیه فانه یجوز ولا یلزمه السوال عنه (البحرالرائق ج ۱/ص ۶۸)

البتہ مشتبہات سے بچنا ہی احتیاط اور اولیٰ ہے:

و قال العلامة ابن نجیمؒ: من الکراهية غلب علی ظنه أن اکثربیاعات اهل السوق لاتخلو عن الفساد فان کان الغالب هو الحرام یتنزه عن شرائه ولکن مع هذا لواشتراه یطیب له' وقال الحموی: قوله یطیب له: ووجهه أن کون الغالب فی السوق الحرام لایستلزم کون المشتری حراماً لجواز کونه من الحلال المغلوب والاصل الحل (الاشباه والنظائر ج ۱/ص ۳۰۹)

متروك التسمية عامداً اور مشینی ذبیحہ

اس موضوع کے تحت دو مسئلے ہیں، پہلا مسئلہ متروك التسمیه عامداً کا ہے، اس بارے میں نہ تو کسی تحقیق کی ضرورت ہے اور نہ اجتہاد کی کیونکہ یہ تو ایک منصوص مسئلہ ہے، کہ عمداً کسی مذبوحہ پر تسمیہ چھوڑنے سے وہ ذبیحہ حرام ہی ہوگا۔

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ (الانعام:۱۲۱)

دوسرا مسئلہ مشینی ذبیحہ سے متعلق ہے، اس بارے میں ہمارے علماء اسلاف مفتی محمد شفیعؒ نے جواہر الفقہ ج ۲/ ص ۴۲۱، مفتی رشید احمد صاحبؒ، احسن الفتاویٰ ج ۷/ ص ۴۶۱ اور خصوصاً شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے فقہی مقالات ج ۴/ ص ۲۵۴ پر جو تحقیق کی ہے وہ کافی ہے۔

اگر مشین کے ذریعے ذبح کرنے کی صورت میں شرعی طریقہ ذبح کی شرائط پوری ہوں تو ذبیحہ حلال ہوگا' ورنہ نہیں لہٰذا اس بارے میں یہ تحقیق ضروری ہے کہ کسی غیر ملکی مذبح خانوں میں شرائط ذبح کی رعایت رکھی جاتی ہے اور کس میں نہیں صرف لیبلوں کی وجہ سے کسی چیز پر حلت یا حرمت کے احکام جاری نہیں کئے جاسکتے۔

انقلاب ماہیت کی حدود و قیود: حلال میں حرام یا ناپاک چیز کے قلیل مقدار کا استعمال زیر بحث مسائل میں سے سب سے اہم مسئلہ یہی مسئلہ ہے اور مصنوعات کے استعمال، جواز اور عدمِ جواز میں ایک بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے بندہ اس بارے میں قلت وقت کی وجہ سے کسی حتمی رائے اور فیصلے پر نہیں پہنچا، البتہ فقہی عبارات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عمومِ بلویٰ ضرورت شدیدہ کے وقت جہاں کسی نجس چیز سے احتراز کرنا ممکن یا آسان نہ ہو تو وہاں فقہاء کرام نے قلیل مقدار میں عفو سے تعبیر کر کے نجاست کے حکم کو ساقط قرار دیا ہے اگر موجودہ حالات میں اس عموم بلویٰ کی وجہ سے بیرونی مصنوعات' مشروباتِ وغیرہ میں جہاں یقینی حرمت اور نجاست نہ ہوں' اگر جواز کا قول کیا جائے تو فقہاء کرام کی تحقیقات سے متصادم نہیں ہوگا چنانچہ فقہ کے باب الانجاس وتطهیرها کی مندرجہ ذیل عبارات سے یہی بات معلوم ہوتی ہے' جیسا کہ علامہ ابن الہمام لکھتے ہیں۔

☆ وقوله وقدر الدرهم وما دونه من النجس المغلظ کالدم

والبول والخمرجازت الصلاة معه وان زادلم تجز ولنا ان القليل لايمكن التحرزعنه فيجعل عفوا و قدر ناه بقدر الدرهم اخذا عن موضع الاستنجاء ويروى من حيث الوزن الخ (فتح القدير ج ۱/ص۱۷۹، ۱۷۷)

☆ وقال العلامة جلال الدين الخوارزميؒ: روى عن النبى ﷺ انه قال من اكتحل فليوتر ومن لافلاحرج عليه ومن استجمر فليوتر ومن لا فلاحرج عليه، فعلم انه، سقط حكمه لقلة النجاسة وان ذلك القدر عفو فان قيل عفى عن الغسل لدفع الحرج قلنا ثبت ان الحرج مسقط حكم النجاسة والحرج قائم هنا لان الاحترازى عن النجاسة القليلة متعذر علينا(الكفاية فى ذيل فتح القدير ج/۱ ص ۱۷۸)

☆ وقال العلامة المرغينانيؒ: وان اصابه خرء مالا يوكل لحمه من الطيور اكثر من قدر الدرهم جازت الصلاة فيه عند أبى حنيفة وأبى يوسف ولهما انها تزرق من الهواء والتحامى عنه متعذر فتحققت الضرورة ولو وقع فى الاناء قيل يفسده، وقيل لايفسده، لتعذر صون الأوانى عنه (الهداية ج ۱/ص ۷۳، ۷٤)

☆ وقال العلامة ابن الهمامؒ: وما قيل ان البلوىٰ لاتعتبر فى موضع النص عنده، كبول الانسان النافى للحرج وهو ليس معارضة للنص بالرأى والبلوىٰ فى بول الانسان فى الانتضاح كرؤس الابر لافيما سواه، لانها انما تحقق باغلبية

عسر الانفكاك وذلك ان تحقق فى بول الانسان فكما قلنا وقدر تبنا مقتضاه، اذ قد أسقطنا اعتباره (فتح القدير ج ۱/ص۱۷۹)

☆ وقال العلامة عبدالرحمن الجزائرىؒ: ازالة النجاسة عن بدن المصلى وثوبه ومكانه واجبة الاماعفى عنه، دفعاً للحرج والمشقة قال تعالىٰ: وَ مَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ (الحج:۷۸)
قال الحنيفه ويعفى فى الجناسة المغلظة عن امور: منها قدر الدرهم...... ومنها بول الهرة والفأرة وخرؤهما فيما تظهرفيه حالة الضرورة فيعفى عن خرء الفارة اذا وقع فى الحنطة ولم يكثر حتى يظهر اثره ويعفىٰ عن بولها اذا سقط فى البرء لتحقق الضروة ...... ومنها رشاش البول اذا كان دقيقا كرؤس الابر، بحيث لايرى، ولو ملاء الثوب أو البدن فانه يعتبر كالعدم للضرورة ومثله الدم الذى يصيب القصاب "اى الجزار" فيعفى عنه، فى حقه للضرورة......ومنها طين الشوارع ولو كان مخلوطاً بنجاسته غالبة ما لم يرعينها......الخ (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ج/۱ ص ۲۳،۲٤)

حلال اورحرام کے شرعی معیارات، اسکار، نجاست وغیرہ

انسان کے اخلاق پرگردوپیش کے حالات، ماحول اورسوسائٹی کا اثر انداز ہونا بدیہی بات ہے اور ظاہر ہے کہ جب گردوپیش کی چیزوں سے انسانی اخلاق متاثر ہوتے ہیں تو جو چیزیں انسانی بدن کے جزء بنتی ہیں ان سے اخلاق انسانی اوراعمال انسانی کس قدر متاثر ہونگے اسلئے اسلام نے نظام اکل وشرب میں انسان کی راہنمائی فرما کرحکم دیا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرة :١٦٨)

اوراسی طرح ارشادفرمایا:

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا (النحل:١١٤)

اورایک اورجگہ پرحکم دیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (المؤمنون:٥١)

کہ حلال اور پاک غذا کھاؤ جس سے آپ کے اخلاقی اور عملی زندگی پر اچھا اثر پڑے گا اوراس کے برعکس حرام اور ناپاک چیزوں سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ وہ انسانی زندگی پر برا اثر کرتا ہے اب وہ خارجی عوامل جو کسی چیز کے عدم اباحت کے لئے ذریعہ بنتے ہیں کل پانچ ہیں۔

(۱) نجاست کی وجہ سے کسی چیز کا استعمال ناجائز ہوتا ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ (المائده : ٩٠)

وقال وهبه الزحيلىؒ ويحرم جميع ماهوضار ومن الاشربة كالسم وغيره وكل ماهو نجس كالدم المسفوح والبول ولبن الحيوان غير المأكول عدا الانسان وكل ماهو متنجس كالمائع الذى وقعت فيه نجاسة "(الفقه الاسلامى : ٢٦٢/٤)

(۲) ضرر کی وجہ سے کسی چیز کا استعمال ناجائز ہوتا ہے۔

كما قال قاضى خان: ويكره أكل الطين لان ذلك يضره فيصير قاتلانفسه (خانيه على هامش العالمگيريه ٤٠٣/٣)

وقال وهبة الزحيلىؒ: واما الضار فلا يحل أكله كالسم والمخاط والمنى والتراب والحجر لقوله تعالىٰ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (الفقه الاسلامى ٢٥٩٢/٤)

(۳) خباثت کی وجہ سے کسی چیز کا استعمال ناجائز ہوتا ہے۔

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف :١٥٧)

وقال الامام الغزالىؒ : ولم تهرت نملة اوذباب فى قدرلم يجب اراقتها اذا المستقذر هو جرمه' إذا بقى له جرم ولم ينجس حتى يحرم بالنجاسة وهذا يدل على ان تحريمه للاستقذار (احياء العلوم ٩٣/٢)

(۴) کرامت کی وجہ سے کسی چیز کا استعمال ناجائز ہوتا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل: ٧٠)

وفى الهندية الانتفاع بأجزاء الأدمى لم يجزوقيل للكرامة هوالصحيح (الفتاوى الهندية ٣٥٤/٥)

وقال العلامه ابن العابدينؒ والأدمى كا لخنزير فيما ذكر تعظيما له (اى للأدمى) (ردالمحتار ٩٧/٢)

وقال العلامه الامام الغزالىؒ وكذلك نقول لو دفع جزء من ادمى ميت فى قدرولو وزن دانق حرم الكل لالنجاسته فان الصحيح أن الأدمى لاينجس بالموت ولكن لان اكله محرم احتراماً لااستقذاراً (احياء العلوم ٩٣/٢)

(۵) سکر (نشہ) کی وجہ سے کسی چیز کا استعمال ناجائز ہوتا ہے۔

لقوله ﷺ :كل مسكر خمرو كل مسكر حرام (مشكوة ۳۱۷/۲)

وقال العلامة ابن العابدينؒ حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون

لكن دون الخمر والسكرباكله لايحد بل يعزر وفى النهر

التحقيق مافى العنايه ان النبج مباح لانه حشيش اما السكر

منه فحرام (ردالمحتار ٤٢/٤)

ان علتوں کے بارے میں یہ بات ملحوظ نظر رکھنی چاہیے کہ ضرر کے علاوہ دیگر علتیں جس ماکول یا مشروب میں پائی جائے وہ تو حرام ہی سمجھی جائے گی البتہ اگر کسی چیز میں صرف ضرر والی علت موجود ہو اور اس کے علاوہ دیگر علتوں میں سے کوئی علت موجود نہ ہوں، توان کا استعمال طبی کراہت کی بنیاد پر شرعاً غیر مباح اور مکروہ ہوگا۔

لہٰذا اس تمہید کے پیش نظر اگر جدید مصنوعات میں ضرر کے علاوہ دیگر علتوں میں سے کوئی علت موجود ہو تو اس چیز کا استعمال جائز نہ ہوگا اور اگر کسی مصنوعی اشیاء میں صرف ضرر والی علت موجود ہو تو اس بارے میں تھوڑی بہت تفصیل یہ ہے۔

☆ جس چیز کے ظاہری یا باطنی استعمال سے انسانی بدن کو ضرر لاحق ہوتی ہو اگر اس چیز کی قلیل مقدار ضرر رساں نہ ہو تو قلیل مقدار میں اس کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ اس میں حرمت کی کوئی دوسری علت موجود نہ ہو۔

لمافى الهندية: وسئل بعض الفقهاء عن أكل الطين البخارى

ونحوه قال لابأس بذلك مالم مالم يضر (الهندية ج/٥ص٣٤١)

اسی طرح علامہ رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں مٹی کی حرمت بسبب ضرر ہے اگر کوئی مستند طبیب کہہ دے یا تجربہ سے ثابت ہوجائے کہ اس خاص مقدار میں ضرر نہیں

ہے تو اتنی مقدار کھانا جائز ہے، اس سے زیادہ نہیں (احسن الفتاویٰ ج/۸ ص۱۲۵)

☆ جو چیزیں بدن کیلئے ضرر رساں ہوں، اگر کسی چیز کے ملانے سے اس کے ضرر کا خاتمہ ہو، حتیٰ کہ اس سے بننے والے مخلوط مرکب کے استعمال میں کسی قسم کا ضرر نہ ہو اور نہ ہی اس میں نشہ کی کیفیت پیدا ہو تو اس مخلوط مرکب کا استعمال جائز ہوگا۔

☆ اسی طرح اگر کوئی ضرر رساں چیز کسی دوسری چیز میں کسی معتدبہ نفع کے حصول یا اس سے بھی زیادہ ضرر والی کیفیت کے خاتمہ کیلئے استعمال ہو تو اس استعمال میں کوئی قباحت نہیں لما فى شرح المجلة الضرر الأشد يزال بالضرر الاخف (شرح المجلة ص ٣١)

خطاب
مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب

تعارف

دارالعلوم حقانیہ کے جید مدرس ومفتی،اور شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء کے نگران ،کئی تحقیقی کتابوں کے مصنف،فتاوی حقانیہ کے مرتب کرنے میں پیش پیش رہے۔

اجتہاد کی اہمیت، ضرورت اوراس کی شرعی حیثیت

الحمدللّٰہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعده اما بعد:

عن عمرو بن العاص قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله أجران واذا حکم فاجتهد فأخطأ فله اجرٌ (سنن ابی ابو داود: ح ۳۵۷٤)

”حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حاکم نے جب اجتہاد سے فیصلہ کیا اور درست کیا تو اسکو دو اجر ملتے ہیں اور اگر غلط فیصلہ کیا تو اس کو ایک اجر ملتا ہے“

اجتہاد کی لغوی اصطلاحی تعریف

میرے عزیز طلباء کرام ! آپ شعبہ تخصص فی ا لفقه والافتاء کے شرکاء ہیں آپ لوگ درس نظامی کی تکمیل کر چکے ہیں آپ نے فقہ اوراصول فقہ کی کتابوں میں اجتہاد اور مجتہد کے الفاظ سنے ہوں گے اور ان کے متعلق پڑھا بھی ہو گا میں آپ کے سامنے اختصار کے ساتھ اجتہاد کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اجتہاد لفظ جهد سے ماخوذ ہے اور جهد کا معنی ہے مشقت اور اجتہاد میں بھی کلفت اور مشقت کا معنی پایا جاتا ہے مگر اجتہاد کا لغوی معنی ہے کسی بات کی تحقیق میں انتہائی جدوجہد کرنا، مشقت اور کلفت برداشت کرنا عربی زبان میں یہ لفظ اس جدوجہد اور مشقت کیلئے استعمال ہوتا ہے جس میں انتہائی محنت شاقہ برداشت کرنی پڑتی ہے۔

اور اصطلاح میں:

استفراغ الجهدوبذل غاية الوسع امافی درك الاحکام الشرعية واما فی تطبیقها (الموافقات للشاطبی)

اور بعض علماء نے یوں کہا:

بذل الوسع فی نیل حکم شرعی وعملی بطریق الاستنباط(ارشاد الفحول ۱۲۰ المقصدالسادس)

اور بعض دیگر ارباب علم نے دیگر الفاظ سے لفظ اجتہاد کی اصطلاحی تعریفات کیے ہیں مگر ان سب تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ نئے مسائل کے استخراج اور پرانے اور موجودہ مسائل کے موقع ومحل متعین کرنے میں اپنی پوری توانائی صرف کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔

اجتہاد کے انواع

چونکہ اجتہاد میں صرف نئے مسائل کے حل میں توانائی صرف نہیں کی جاتی بلکہ اجتہاد کے ذریعے موجودہ مسائل کے موقع ومحل بھی متعین کیا جاتا ہے اس لئے اجتھاد کے دوانواع بیان کیے جاتے ہیں:

(۱) اجتہادتام (۲) اجتہاد ناقص

اجتہاد تام وناقص

وہ اجتہاد ہے کہ کسی مسئلے میں مجتہد اپنی انتہائی طاقت صرف کرے اور اس سے

زیادہ میں مجتہد اپنے آپ کو عاجز محسوس کرے اور اجتہاد ناقص وہ اجتہاد ہے جس میں حکم کی شناخت میں مطلقاً غور وفکر کیا جائے۔

مگر ان دونوں طرح کے اجتہاد میں انتہائی صلاحیت و استعداد طاقت کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے صاحب فن (فقیہ) کے علاوہ کوئی غیر فقیہ سے اس کی توقع ممکن نہیں ہے مگر یہ بات بھی غلط ہے کہ اجتہاد سے شارع کی نصوص کو محدود کر کے اپنی رائے اور خواہش کے دائرہ کو وسیع کر دیا جاتا ہے بلکہ اجتہاد کے ذریعہ تو نصوص اور شارع کی ہدایات وتعلیمات کے دائرہ کو اور بھی وسیع کیا جاتا ہے کیونکہ اجتہاد کے ذریعے ان صورتوں کو بھی آیات مبارکہ اور روایات نبوی ﷺ کے ذیل میں لایا جاتا ہے جن کا نصوص میں صراحت کے ساتھ ذکر نہیں ہوتا اس لیے اجتہاد کوئی غلط عمل نہیں۔

مشروعیت اجتہاد

اور اس عمل کی مشروعیت کے لیے نقلی اور عقلی بہت سارے دلائل موجود ہیں

مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (البقرة:۱۵۰)

"اور جہاں سے بھی آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیجئے اور جہاں بھی تم رہو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو"

اب اگر خانہ خدا کسی کے سامنے ہو اور وہ اُسکو دیکھ رہا ہو پھر تو خانہ خُدا کی طرف رخ کرنا مشاہدہ کی وجہ سے ممکن ہے لیکن مسجد حرام سے دوری کی صورت میں جہاں سے خانہ خُدا نظر نہ آ رہا ہو وہاں سے خانہ خدا کی طرف منہ کرنا لازماً اجتہادی رخ ہوگا اور نماز میں خانہ خُدا کی طرف رخ کرنا بنیادی شرائط میں سے ایک اہم شرط ہے اور جب اِسمیں اِس

اجتہادی رخ کو صحیح تسلیم کیا گیا تو زندگی کے دیگر مسائل میں بدرجہ اولیٰ اجتہاد تسلیم ہوگا۔

اسی طرح قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ (الحشر:۲)

"بس اعتبار کرو اے! آنکھوں والو"

اور اعتبار رَدّشئ الی نظیرہ کو کہا جاتا ہے یعنی جو حکم اِس خاص واقعہ اور مسئلہ کے نظیر کا ہے وہی حکم اِس واقعہ اور مسئلہ کا بھی قرار دینا چاہئے اور اسی کا نام اجتہاد ہے علی هذا القیاس قرآن کریم کے دیگر آیات مبارکہ بھی اجتہاد کی مشروعیت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے احادیث مبارکہ سے بھی اجتہاد کی مشروعیت کا ثبوت ملتا ہے مثلاً جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا عامل مقرر کر کے روانہ فرمایا تو آنحضرت ﷺ نے آپؓ سے پوچھا

كيف تصنع ان عرض لك قضاء قال أقضى بمافى كتاب الله قال فان لم يكن فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله قال فان لم يكن فى سنة رسول الله ﷺ قال أجتهد رأى ولا آلو قال فضرب رسول الله ﷺ صدرى ثم قال الحمد لله الّذى وفق رسول رسول الله لما يرضى رسول الله

(ابو داود ۵۰۵/۲ كتاب الاقضية باب اجتهاد الرأى فى القضاء)

"جب کوئی فیصلہ تمہارے سامنے آجائے تو تم کیا کروگے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں جو کچھ ہے اسی پر فیصلہ کروں گا" تو رسول اللہ ﷺ نے پھر پوچھا اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ ہو تو" آپؓ نے جواب دیا تو سنت رسول اللہ ﷺ پر فیصلہ کروں گا، تو آنحضرت ﷺ نے پھر پوچھا اگر اِس مسئلہ

کا حل ظاہری طور پر سنت رسول ﷺ میں بھی نہ ہو تو پھر؟'' تو آپؐ نے
جواب دیا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوئی
کوتاہی نہیں کروں گا تو حضرت معاذ بن جبلؓ کا یہ جواب سن کر آنحضرت ﷺ
خوشی سے جھوم اٹھے حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے
سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جنھوں نے اپنے
رسول کے فرستادہ کو اِس بات کی توفیق دی جس کو رسول اللہ ﷺ پسند
کرتا ہے''

اگر چہ اس حدیث پر بعض حضرات نے تنقید کی ہے لیکن تم اصول حدیث
میں پڑھ چکے ہو کہ جس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہوجائے تو اگر چہ وہ حدیث سند
کے لحاظ سے کمزور ہو مگر وہ حدیث صحیح تصور ہوتا ہے اور اس حدیث کے تلقی بالقبول
میں کوئی شک وشبہ نہیں اس کے علاوہ علامہ حافظ ابن قیمؒ اور علامہ ابوبکر ابن عربیؒ اور دیگر
ارباب علم نے یہ جواب دیا ہے کہ اگر اس روایت کو روایتی اعتبار سے ضعیف اور کمزور ہی
تسلیم کیا جائے لیکن درایتی معیار سے اسکی کمزوری باقی نہیں رہتی اسلیے کہ قرآنی آیات
اور آنحضرت ﷺ کے دیگر روایات سے اس روایت کی صحت کی تائید ہوتی ہے اور اِس
روایت میں واضح الفاظ کے ساتھ اجتہاد کی مشروعیت کو بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح سنن ابی داوٗد کی جو روایت بیان کی گئی وہ بھی وضاحت کے ساتھ
اجتہاد کی مشروعیت اور اہمیت کو بیان کرتی ہے۔

عن عمرو بن العاص قال قال رسول اللهﷺ اذا حكم
الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا فاجتهد فأ خطاء
فله اجرٌ (سنن ابی دواد: ح ٣٥٤٧)

اور اس سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بہ نفس نفیس اجتہاد کا

دروازہ کھولا ہے اور بے شمار مواقع پر اجتہاد کر کے فیصلے ارشاد فرمائے ہیں، مثلاً حضرت
خولہ بنت ثعلبہؓ نے آنحضرت ﷺ سے ظہار کے ایک مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا تو
آپ ﷺ نے جواب دیا:

ما اراك الا قد حرمت عليه(ابو دائود ٢ /٥٠٥)

''میری رائے یہ ہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو''

دراصل آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اجتہاد عربوں کے مروجہ قانون کے مطابق درست
تھا اس لیے کہ عربوں میں جب کوئی اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کرتا تو اسکی بیوی اس پر
ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی چنانچہ عربوں کا یہ قانون قابل اصلاح تھا اس لیے اس قانون
میں کچھ ترمیم اور کچھ اضافہ کردیا گیا اور قرآن حکیم میں ظہار سے متعلق آیات نازل
ہوئیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیوی کو ماں، بہن اور دیگر محرمات ابدیہ کے
ساتھ تشبیہ دے دے تو اس پر بیوی ہمیشہ کے لیے حرام نہیں بلکہ اس میاں بیوی میں
حرمت تب تک باقی رہتا ہے جب تک میاں کفارہ ظہار ادا نہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ کے اِس اجتہاد کے بارے میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

يا أيها الناس ان الرأى انما كان من رسول اللهﷺ مصيبًا لان
الله كان يريه وانما هومنا الظن والتكلف (ابوداود: ح ٣٥٨٦)

''اے لوگوں بیشک رسول اللہ ﷺ کی رائے درست اور صحیح ہوتی تھی اسلئے کہ اللہ
تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو دکھاتا تھا ہماری اور رائے محض ایک ظن اور تکلف ہے''

رسول اللہ ﷺ کا اجتہاد

اگر چہ علماء اصول کے ہاں آنحضرت ﷺ کا خود اجتہاد کرنا اختلافی مسئلہ ہے
چنانچہ اس میں علماء کرام کے تین گروہ ہیں۔

پہلی رائے

امام مالکؒ ،امام شافعیؒ، امام احمد ابو یوسفؒ، امام ابو اسحاق شیرازیؒ، امام رازیؒ اور قاضی بیضاویؒ کی ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ شرعی احکام اور انتظامی معاملات میں اجتہاد کے مکلّف یا کم از کم اسکے مجاز تھے اور یہی رائے علماء احناف کے ہاں بھی مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیش آمدہ مسائل میں اولاً وحی کا انتظار فرماتے تھے ورنہ پھر اجتہاد کے ذریعے اس مسئلے کو حل فرماتے تھے البتہ اگر اس میں لغزش ہو جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ متنبہ فرماتے تھے (اصول سرخسی) اسی لئے آپ ﷺ کا اجتہاد نص کے درجہ میں ہے۔

دوسری رائے

اشاعرہ اور اکثر معتزلہ اور متکلمین کی ہے کہ آپ ﷺ اجتہاد نہیں فرماتے تھے یا اجتہاد پر مامور ہی نہیں تھے امام ابو منصور ماتریدی نے اسی کو ترجیح دی ہے بلکہ امام ابن حزمؒ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر کسی نے یہ خیال کیا کہ انبیاء کرام نے اجتہاد سے کام لیا ہے تو اُس نے کفر کیا ان من ظن ان الاجتهاد يجوزلهم فى شرع شريعة لم يوح لهم فيها فهو كفرعظيم (الاحكام لابن حزم) اور ان کا استدلال **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى**(النجم:۳تا٤) سے ہے۔

تیسری رائے

توقف کی ہے اور یہ رائے قاضی ابوبکر باقلانیؒ اور امام غزالیؒ کی ہے علامہ صیرفیؒ نے امام شافعیؒ کی طرف بھی اس قول کو منسوب کیا ہے (ارشاد الفحول ۲۲٦)

ترجیح

مگر ان تینوں آراء میں جمہور کی رائے راجح ہے اس ترجیح پر بہت سارے دلائل دلالت کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (النسآء:۱۰۵)

وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (ال عمران:۱۵۹)

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (النسآء:۸۳)

ان تینوں آیات میں آنحضرت ﷺ کے اجتہاد کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔

اور اس طرح ایک خاتون نے والد کے حج کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ قرض پر قیاس کرتے ہوئے والد صاحب کی طرف سے حج بدل ادا کرنے کی اجازت دی حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ روزہ دار کا بوسہ ناقص صوم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے پانی سے کلی کی اور اسے منہ میں حرکت دی تو کیا تم پانی پینے والے سمجھے جاؤ گے؟(ابو داؤد ۳۲٤/۱ كتاب الصوم باب القبلة لصائم)

اسی طرح یعنی منہ میں جس طرح پانی ڈالنا پینے کا ابتدائی عمل ہے جب پانی پیا نہ ہو اُس وقت تک روزہ نہیں ٹوٹتا تو اسی طرح بوسہ بھی ہمبستری کا ابتدائی مرحلہ ہے مگر جب تک جماع متحقق نہ ہوا ہو تو اس وقت تک محض بوسے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لیے صحیح اور راجح یہی ہے کہ انحضرت ﷺ نے دینی مسائل کے حل میں اجتہاد کیا ہے جو امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کا اجتہاد

صرف اتنا ہی نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اجتہاد کیا بلکہ جمہور اہل علم کے ہاں آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں بعض صحابہ کرامؓ نے بھی اجتہاد کیا ہے اگر چہ یہ مسئلہ بھی اہل علم کے ہاں اختلافی ہے۔

(۱) جمہور علماء کا کہنا ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے عہدنبوی ﷺ میں آپ ﷺ کے سامنے اجتہاد کیا ہے اور آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں بھی، امام محمدؒ، قاضی بیضاویؒ، امام غزالیؒ، اور علامہ آمدیؒ کی یہی رائے ہے۔

(۲) بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے صحابہ اجتہاد نہیں کرتے تھے البتہ آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں کرتے تھے امام جوینیؒ اور معتزلہ میں قاضی عبدالجبار کی یہی رائے ہے۔

(۳) بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں صرف قاضیوں اور والیوں کو اجتہاد کی اجازت تھی دوسروں کو نہیں۔

(۴) چوتھی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عہد میں صحابہ کرام کو اجتہاد کی گنجائش نہ تھی ابوعلی جبائی، ابوہاشم وغیرہ کی یہی رائے ہے۔

ترجیح

مگران آراء میں جمہور علماء کی رائے راجح ہے اور اس پر کافی دلائل موجود ہیں

(۱) رسول اللہ ﷺ حضرت معاذؓ کو یمن کا قاضی مقرر کیا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سوال کے جواب میں بعض مواقع پر اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرنے کی بات کی اور اس سے آنحضرت ﷺ کو خوشی ہوئی(سنن ابی دائود ۲/۵۰۵)

(۲) اسی طرح عہد نبوی ﷺ میں حضرت عمرؓ اور یاسر کو سفر میں غسل کی ضرورت پیش آئی اور ان کے پاس پانی نہیں تھا تو حضرت عمرؓ نے تیمّم کو وضو کا بدل نہیں سمجھا اور آپؓ نے نماز قضاء کر دی بعد میں جب پانی میسر ہوا تو غسل کر کے نماز پڑھی اور حضرت عمارؓ ریت

میں لوٹ پوٹ ہوگئے اور پورے جسم پر ریت مل لیا جب سفر سے واپس ہو کر آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو پورا واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیمّم جس طرح بوقت ضرورت وضو کا قائم مقام ہے تو اسی طرح جنابت میں بوقت ضرورت غسل کا قائم مقام ہے۔

(۳) ایسا ہی حضرت عمرو بن العاصؓ کو غزوہ ذات السلاسل میں رات کے وقت جنابت پیش آئی اور اس رات بڑی ٹھنڈک تھی غسل کی جگہ تیمّم کیا اور نماز پڑھائی چونکہ صحابہ کرام کو اس پر تأمل ہوا اس لیے جب غزوہ سے واپس ہوئے تو صحابہ کرام نے سارا واقعہ آنحضرت ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ کہ اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو تو اس لیے میں نے تیمّم کیا تو آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اس کے علاوہ بھی بہت واقعات موجود ہیں جو اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام نے اجتہاد کیا ہے۔

صحابہ کرام کا اجتہاد

رسول ﷺ کی وفات کے بعد جب دنیا میں اسلام پھیلنا شروع ہوا اور صحابہ کرام کے زمانہ میں فتوحات کی کثرت ہوئی تو صحابہ کرام کا مختلف اقوام اور تمدنوں کے ساتھ واسطہ پیش آیا تو نئے پیش آنے والے مسائل کی شرعی حل کے لئے صحابہ کرام کے ساتھ اجتہاد کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا حق اجتہاد رکھنے کے باوجود صحابہ کرامؓ نے نئے مسائل کے حل میں نہایت محتاط رویہ اختیار کیا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس کا عملی نمونہ

تھے چنانچہ علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے:

کان أبوبکرالصدیقؓ اذاورد علیه حکم نظرفی کتاب اللّٰه فان وجد فیه مایقضی به قضی به وان لم یجد فی کتاب اللّٰه نظر فی سنة رسول اللّٰه فان وجد فیها ما یقضی به قضی به فان اعیاه ذلك سأل الناس هل علمتم ان رسول اللّٰه ﷺ قضی فیه هکذا وکذافان لم یجد سنة سنّها النبی ﷺ جمع روساء الناس فاستشار هم فاذا اجتمع رائهم علی شئ قضی به"

(اعلام المؤقعین ۷۹/۱ محاولة الدفاع عن الرای)

"جب حضرت ابوبکرؓ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپؓ پہلے اس مسئلے کے حل کو کتاب اللہ میں تلاش کرتے تھے اگر وہاں مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے اور اگر وہاں نہ ہوتا تو سنت رسول ﷺ میں تلاش کرتے تھے اگر وہاں مل جاتا اس کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے اگر وہاں بھی نہ ملتا تو پھر لوگوں سے پوچھتے کہ کیا تمہیں اس بارے میں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کوئی فیصلہ کیا ہے اگر ان کے پاس بھی کوئی معلومات نہ ہوتے تھے تو پھر رؤسا قوم کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے تھے اگر ان کی رائے متفق ہو جاتی تھی تو اس پر فیصلہ کرتے تھے"

یہی طریقہ حضرت عمرؓ کا بھی تھا مگر آپؓ کتاب وسنت کے بعد ابوبکرؓ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتے تھے اور پھر مشورہ اور اجتہاد کرتے تھے۔(اعلام المؤقعین ۷۰/۱)

اور یہی طریقہ عبداللہ ابن مسعودؓ، عبداللہ ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہ کرام کا بھی تھا (اعلام الموقعین ۷۱/۱) مگر صحابہ کرام روح شریعت اور مقاصد دین کو مدنظر رکھ کر

اجتہاد کیا کرتے تھے اور روح شریعت تک رسائی کبھی الفاظ ومعانی اور ان کے موقع ومحل کی تعین سے حاصل کرتے تھے اور کبھی مزید گہرائی میں جا کر (علت) تلاش کرتے تھے اور اس میں اشباہ ونظائر پر نئے مسئلہ کو قیاس کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی جس کی مثالیں کتب شریعت میں موجود ہیں۔

انفرادی واجتماعی اجتہاد

صحابہ کرام نے انفرادی اجتہاد کے علاوہ اجتماعی اجتہاد کو زیادہ استعمال کیا جس کا بعد میں اجماع نام رکھا گیا اور اِس اجتہاد کے لئے انہوں نے ایک مجلس قائم کی تھی جن میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، وغیرہ کبار صحابہؓ شامل تھے اور جن نو پیدا شدہ مسائل جن میں مشورہ اور اجتہاد کی ضرورت ہوتی تھی ان کو صوافی الامر کہا جاتا تھا چنانچہ علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کان اذا جاء الشئ من القضاء لیس فی الکتاب ولا فی النسة سمی صوافی الا مر (اعلام المؤقعین ۱/ ۸۵ النوع الثالث من الرای المحمود)

تابعین کا اجتہاد

جس طرح صحابہ کرام کے دور میں اسلام دنیا میں پھیلنے لگا اور مسلمانوں کا مختلف تمدنوں کے ساتھ واسطہ پڑا اور اس سے مختلف نئے مسائل پیش آئے تو صحابہ کرام نے ان نئے مسائل کو اجتہاد کے ذریعے حل کیا تو اس طرح تابعین کے دور میں بھی فتوحات کی کثرت اور تمدنوں کی وسعت اور علمی ترقی وجہ سے نئے مسائل اور حوادث پیش آنے کی وجہ سے صحابہ کرام کے مقابلے میں تابعین کو اجتہاد کی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی جس کی وجہ سے تابعین نے اجتہاد کے دائرہ کو مزید وسیع کیا اور اسکے لئے انہوں نے تین بنیادی کام کیے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کے احادیث کو جمع کیا۔

(۲) صحابہ کرام کے فتاویٰ، اقوال اور ان کے اجتہادات کی تالیف کی۔

(۳) اجتہاد کے ذوق کو علمی رنگ دیا۔

اور ان بنیادی کاموں کی ضرورت اسلئے محسوس ہوئی کہ صحابہ کرام مختلف ملکوں اور شہروں میں دین اسلام کی اشاعت کے لئے پھیل چکے تھے۔ صحابہ کرام کو چونکہ اپنے سینوں اور حافظوں پر اعتماد تھا اسلئے انہوں نے احادیث جمع نہیں کیا اس کے علاوہ قرآن پاک سے اختلاط اور کاتبان کی کمی کی وجہ سے بھی جمع احادیث انہوں نے نہیں کیا اگرچہ بعض صحابہ کرام نے از خود کچھ صحیفے تیار کئے تھے مگر زیادہ تر انکا اعتماد اپنی حافظوں پر تھا اور احادیث کے ضائع ہونے کا اندیشہ بھی نہیں تھا مگر جب صحابہ کرام دنیا سے رخصت ہونے لگے تو تابعین نے ان احادیث کو ذخیرہ کیا اور اسکے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سرکاری طور پر توجہ دی اور ملک بھر کے کبار علماء اور حکام کی طرف خطوط روانہ کئے چنانچہ کافی محنت شاقہ کے بعد یہ عمل تکمیل کو پہنچا اسکے ساتھ تابعین نے صحابہ کرام کے اقوال، اجتہادات کو جمع کیا اور ان دونوں یعنی جمع احادیث اور جمع اقوال و اجتہادات صحابہ سے چونکہ تابعین کو نئے مسائل کو حل کرنے اور اجتہاد کرنے میں سہولت معلوم ہوئی اس لئے تابعین نے ذوق اجتہاد کو علمی رنگ دینے کی کوشش کی اگرچہ تابعین نے اجتہاد کی وہی شکلیں رہنے دیں جو صحابہ کرام کے دور میں رائج تھیں لیکن اسکے باوجود زیادہ شہرت حالات اور اسکے تقاضوں کی وجہ سے اسکو علمی رنگ دیا گیا اور اسکے بعد باقاعدہ اصول فقہ کی بنیاد ڈالی گئی اور اجتہاد کیلئے یہ تین قسم کے مسائل متعین کیے گئے

(۱) علمی ترقی، فتوحات کی کثرت اور تمدن کی وسعت کی وجہ سے جو نئے مسائل پیدا ہوئے

(۲) پہلے سے اجتہادی مسائل جواب حالات کی تبدیلی کی وجہ سے ان

مسائل پر عمل میں دشواری پیش آرہی تھی

(۳) وہ مسائل جو نصوص میں تو مذکور تھے مگر صحابہ کرام نے کسی وقتی مصلحت کی بناء پر انکے نفاذ کا موقع و محل متعین کیا تھا جیسے مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینے کی ممانعت، کتابیہ سے نکاح کی ممانعت وغیرہ۔

تابعین اور اسکے بعد ائمہ مجتہدین نے اجتہاد کو علمی ذوق دینے کے لئے نہ صرف حالات کا مقابلہ کیا بلکہ اجتہاد کے لئے ایسے زرین اصول وضع کیے جنکے ذریعے ہر دور اور ہر زمانہ بلکہ آج تک کے نئے مسائل کے حل میں راہنمائی ملتی ہے

اجتہاد کی شکلیں

مگر ان تمام ادوار میں اجتہاد مذکورہ تین شکلوں سے خارج نہ ہوتی تھی۔

اجتہادی توضیحی

وہ اجتہاد ہے جس میں کسی مسئلہ کے متعلق قرآنی آیت و حدیث نبوی ﷺ کے معنی و مفہوم کی وضاحت کر کے اسکے ذریعے مسائل کو حل کیا جائے، اجتہادی توضیحی میں الفاظ معانی موقع و محل سب کو مدنظر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اس اجتہاد کے لئے عبارۃ النص، اشارۃ النص اور اقتضاء النص اور اس کے علاوہ نص کے مفہوم موافق اور مفہوم مخالف سے مدد لی جاتی ہے جس کی مثالیں تم اصول فقہ میں پڑھ چکے ہوں۔

اجتہاد استنباطی

کسی مسئلے کے متعلق آیت قرآنی یا حدیث نبوی ﷺ میں مزید غور و فکر کرنے سے حکم کی علت کو تلاش کر کے اس کے ذریعے مسائل حل کیے جائے ائمہ مجتہدین نے اس اجتہاد کے قواعد و اصول کو قیاس، استحسان اور استصحاب الحال کے تحت بیان کیا ہے۔

اجتہاد استصلاحی

وہ اجتہاد ہے جس میں شریعت کی روح اور انسانی مصلحت پر مشتمل قاعدہ کلیہ بیان کیا جائے اور پھر اُس کے ذریعے مسائل کا حل نکالا جائے اسلئے ایک طالبعلم کے لئے مصالح معتبرہ اور مصالح غیر معتبرہ کا جاننا بہت ضروری ہے اور خصوصاً مصالح معتبرہ کے تینوں درجات یعنی مصلحت ضروریہ، مصلحت حاجیہ اور مصلحت تحسینیہ کی پہچان بنیادی ضرورت ہے اور اس اجتہاد کے ذریعے علماء فقہ نے بہت سارے مسائل کو حل کیا ہے اور خصوصاً امام احمدؒ نے اس سے بہت کام لیا ہے امام مالکؒ نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے اور علماء احناف نے انّ الأحکام تغیر بتغیر الزمان کا اصول اسی استصلاحی اجتہاد کے ذریعے مرتب کیا ہے۔

اجتہاد توضیحی کی مثال

رسول اللہ ﷺ کی وفات بعد صحابہ کرامؓ کے اجتماعی زندگی میں اہم مسئلہ زمین کے تنظیم وتقسیم کا پیش آیا عراق اور شام کے فتح کے بعد اس کے زمین کی تقسیم وتنظیم کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے دوگروہ میں اختلاف پیدا ہوا ایک گروہ جس میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت بلالؓ وغیرہ شامل تھے ان کی یہ رائے تھی کہ ان اراضی کو فوجیوں میں تقسیم کیا جائے اور دلیل میں وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ پیش کی کہ آیت میں ۱/۵ حصہ کا مصرف بیان کیا اور باقی ۴/۵ فوجیوں کے لئے چھوڑ دیئے گئے اور تائید کے لئے رسول اللہ ﷺ کا فعل پیش کیا کہ انہوں نے بنوقریظہ اور بنونظیر کی زمینیں فوجیوں میں تقسیم کی تھیں۔

دوسرے گروہ جن میں حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ وغیرہ شامل ہیں انکی رائے تھی کہ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے اور اس کا اختیار ہے

آیت کے جواب میں ان کا کہنا تھا کہ آیت میں صرف خمس کا حکم ومصرف بیان کیا گیا ہے اور آیت کریمہ بقیہ چار اخماس سے خاموش ہے جسکا مطلب ہے کہ خلافت کو اختیار ہے کہ وہ مفاد عامہ کو مدنظر رکھ کر تقسیم وتنظیم کریں اگر خلافت سمجھے کہ فوج میں زمینوں کو تقسیم کیا جائے تو فوجیوں میں تقسیم کریں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنوقریظہ اور بنونظیر کے اراضی میں کیا تھا اور اگر خلافت مناسب سمجھے کہ ان اراضی کو وہاں کے باشندہ گان کے حوالے کردیئے جائیں جیسا کہ آپ ﷺ نے خیبر اور وادی القریٰ اور مکہ میں کیا تھا چنانچہ صحابہ کرام کی یہ پہلی مجلس بغیر کسی فیصلہ کے ختم ہوئی حالت کی نزاکت کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے جلد دوسری میٹنگ بلائی جس میں انصار صحابہ میں سے مزید دس معزز صحابہ بلوائے گئے حضرت عمرؓ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ جس بار امانت کو آپ لوگوں نے میرے سر پر رکھا ہے اس میں میرے شریک بنیں اس وقت میری حیثیت خلیفہ کی نہیں بلکہ ایک فرد کی ہے اس مجلس میں ہر شخص کو اپنی رائے پیش کرنے کا پورا اختیار ہے پہلی مجلس میں بعض نے میری مخالفت کی اور بعض نے موافقت کی میں ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ میری مرضی کا اتباع کریں اور حق بات کو چھوڑیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ والی آیت کی وضاحت کی اور اپنے موافق چند آیات سے استدلال کیا اور فرمایا کہ دشمن سے لیا گیا مال صرف فوجیوں کا حق نہیں بلکہ اس میں آئندہ لوگ بھی شریک ہیں تاکہ دولت کسی ایک طبقہ میں سمٹ کر نہ رہ جائے اور آیات ہی میں اللہ، رسول، اقرباء، یتیم، مسکین، مسافر، مفلس، مہاجر اور دیگر مدینے کے باشندے، اور بعد کے تمام مسلمانوں کا ذکر ہے سورہ حشر کی آیات میں فوجیوں وغیر کی کوئی تخصیص نہیں بیان کی گئی ہے حضرت عمرؓ کی اس وضاحت کے بعد تمام صحابہ کرام نے اتفاق کیا اور فیصلہ کیا کہ خلافت کو حق حاصل ہے کہ

وہ ان زمینوں کے ساتھ جو کرنا چاہے کرسکتی ہے اور سب نے کہا الرأی رأیك فنعم ما قلت ومارأیت (کتاب الاموال کتاب الخراج لابی یوسف)

اجتہاد استنباطی کی مثال

رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں بعض قبائل نے تو بالکل زکوۃ دینے سے انکار کیا اور بعض نے ریاست کو دینے سے انکار کیا تو ابوبکرؓ نے انکے خلاف جہاد کا اعلان کیا اس پر عمرؓ نے مخالفت کی اور فرمایا:

کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ ﷺ امرت ان اقاتل حتی یقولو لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله عصم منی ماله ونفسه الا بحقه وحسابه علی الله (بخاری:ح ۷۲۸۴)

حضرت عمرؓ کے اس قول کے جواب میں حضرت ابوبکرؓ نے اس آیت قرآنی سے استدلال کرکے فرمایا فَإِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (التوبة:۵) فرمایا کہ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ کا تعلق دونوں کیساتھ ہے لہٰذا اگر کوئی نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا تو ان کے ساتھ جہاد کیا جائے گا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قبیلہ بنو ثقیف کا وفد آیا تھا انہوں نے کچھ شرائط رکھے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا لاخیر فی دین لیس فیه رکوع تو ابوبکرؓ نے زکوۃ کو نماز پر قیاس کرکے فرمایا واللہ لأقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال اور مزید فرمایا ارأیت لوسألوا ترك الصلوٰۃ ارأیت لو سألوا ترك الصیام ارأیت لو سألوا ترك الحج فاذاً لایبقی عروۃ من عری الا سلا م الا انحلت تو ابوبکرؓ نے ترک صلوٰۃ کے مطالبہ پر وجوب قتال کی علت اسلام کے ایک اہم رکن سے اجتماعی دست برداری کا مطالبہ قرار دیا تو یہ علت جس طرح نماز میں ہے تو اسی طرح ترک زکوٰۃ، ترک صوم اور ترک حج میں

بھی ہے اور یہ جو استدلال آپ نے پیش کیا ہے تو یہ بھی اس لا الہ الا اللہ کے حق کی بنا پر ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آپ ﷺ کا سینہ کھول دیا ہے۔

اجتہاد استصلاحی کی مثال

مدینہ منور کے قریب چراگاہ تھی جس پر اہل مدینہ کی ملکیت تھی حضرت عمرؓ نے مصلحت عامہ کے پیش نظر اس کو بلا معاوضہ سرکاری تحویل میں لے لیا حالانکہ اسلام قبول کرنے کے بعد عام قانون کے مطابق دست اندازی کی اجازت نہیں ہونی چاہئے تھی لیکن اس واقعہ کے بعد ایک بدوی نے آکر کہا یا امیر المؤمنین بلادنا قاتلنا علیها فی الجاهلیة وأسلمنا علیها فی الاسلام تحمٰی علینا جب اس بدوی نے اصرار کیا تو عمرؓ نے فرمایا المال مال الله والعباد عبادالله ماأنا بفاعل گویا حضرت عمرؓ نے عوام الناس کی مصلحت کی وجہ سے یہ اقدام کیا اگرچہ علامہ ابن حجرؒ نے اس اراضی کو بنجر زمین قرار دیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی چراگاہ تھی جس سے اہل مدینہ اور قرب و جوار کے لوگ فائدہ اٹھاتے تھے اور اسی پر اہل مدینہ کی ملکیت مسلّم تھی مگر حضرت عمرؓ نے مصلحت عامہ کو مدنظر رکھ کر سرکاری تحویل میں لیا۔

ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں یہ مذکورہ تینوں طرح کے اجتہادات رائج تھے چونکہ اس میں عقل اور رائے کو دخل تھا اس لیے ان سب میں اختلاف ناگزیر تھا اس لئے صحابہ کرام سے تینوں طرح کے اجتہادات میں اختلاف بھی ثابت ہے۔

اجتہاد توضیحی میں اختلاف

چنانچہ اجتہاد توضیحی میں اختلاف کی مثال یہ ہے کہ اگر حاملہ عورت کا شوہر وفات پا جائے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں عورت وضع حمل کے بعد عدت

سے فارغ ہوجائے گی جبکہ حضرت علیؓ کے ہاں ابعدالاجلین حاملہ عورت کی عدت ہے حاملہ عورت کی عدت کے بارے میں قرآن کریم نے أُولَاتُ الْأَحْمَالِ اور عدت وفات أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا قرار دیا ہے عبداللہ بن مسعود نے پہلی آیت أُولَاتُ الْأَحْمَالِ الخ کو خاص حاملہ کے لئے قرار دیا اور دوسری آیت أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا کو غیر حاملہ کے ساتھ مختص کیا ہے جبکہ علیؓ نے دونوں آیات کو عام رکھتے ہوئے دونوں پر عمل کرنے کی صورت أبعدالْأَجَلَيْن کالی ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے بشرطیکہ وہ چار ماہ دس دن سے کم نہ ہو۔

اجتہاد استنباطی میں اختلاف کی مثال

ابوبکر صدیقؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ دادا کی موجودگی میں بھائی میراث سے محروم ہوتا ہے اورانہوں نے دادا کو باپ پر قیاس کیا ہے جبکہ حضرت زیدؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے ہاں دادا کی موجودگی میں بھائیوں کو میراث ملے گی کیونکہ دادا بہت سی باتوں میں باپ جیسا نہیں ہے تو بھائیوں کو میراث سے محروم کرنے میں بھی باپ جیسا نہیں ہوتا۔

اجتہاد استصلاحی میں اختلاف کی مثال

ایک مطلقہ عورت نے عدت کے دوران دوسری شادی کی تو حضرت عمرؓ نے شوہر ثانی کو چند کوڑوں کی سزادی اور دونوں کو الگ کیا اور فرمایا کہ جو عورت عدت گزرنے سے پہلے نکاح کرے اوراسی حالت میں شوہر نے قربت کی تو یہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی جبکہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پہلے شوہر کی عدت گزرنے کے بعد اِسی شخص سے دوبارہ نکاح کرسکتی ہے، تو اس مسئلے میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ مفاد عامہ کے تحت تھا اور حضرت علیؓ کا فیصلہ عام اصول کے مطابق تھا۔

صحابہ کرام کے اختلاف سے فائدہ

صحابہ کرام کے اختلاف سے امت مسلمہ مرحومہ کو اختلاف امتی رحمۃ کا فائدہ ہوا ہے اس لئے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ میں صحابہؓ کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ صحابہؓ آپس میں اختلاف کرتے تھے کیونکہ انکا اگر ایک قول ہوتا تو لوگ تنگی میں مبتلا ہوجاتے چونکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ امت کے لئے مقتدی ہیں لہٰذا امت میں سے جو بھی جس صحابی کا اتباع کرے گا سنت پر عمل پیرا ہوگا۔

محدود دور اجتہاد

مگر اس کے باوجود صحابہ کرام محض حقیقی اور واقع شدہ مسائل میں اجتہاد کرتے تھے نظری یا متوقع مسائل میں اجتہاد نہیں کرتے تھے البتہ صحابہ کرام میں بعض زیادہ اجتہاد سے کام لیتے تھے جیسے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور بعض بہت کم جیسے حضرت ابوبکرؓ حضرت عثمانؓ حضرت زیدؓ وغیرہ اس کی وجہ یا تو ذوق اجتہاد میں تفاوت تھا یا اجتہاد کے مواقع میں تفاوت، مگر صحابہ کرام کا اجتہاد مذکورہ بالا تین شکلوں سے خارج نہ تھا اجتہاد کی کوئی بھی شکل ہو اس میں رائے سے کام لینا ناگزیر ہے تو صحابہ کرامؓ نے بھی رائے سے کام لیا لیکن انہوں نے رائے کا استعمال آزادانہ نہ کیا بلکہ رائے کا استعمال بھی اصول پر مبنی تھا مثلاً:

☆ قرآن وحدیث سے استدلال کیا گیا جیسے تنظیم وتقسیم اراضی کے لئے آیات فئے سے استدلال۔

☆ اشباہ ونظائر پر قیاس کی گئی جیسے ابوبکرؓ نے زکوٰۃ کو نماز پر۔

☆ وہ شریعت کے کسی قاعدہ کے تحت ہو جیسے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا

وُسْعَهَا (البقرہ: ۲۸۶) یالاضرر ولاضرار فی الاسلام اور یہ تینوں اصول نہایت وسیع ہیں۔

شرائط اجتہاد

مگر اجتہاد کوئی کھیل نہیں کہ ہر کوئی اجتہاد کرتا پھرے اجتہاد ایک اہم ذمہ داری ہے اس کے چند شرائط ہیں اور جن میں وہ شرائط موجود ہوں وہی اجتہاد کر سکتا ہے۔

(۱) کتاب اللہ کی ان آیات سے واقفیت ضروری ہے جن کا احکام سے تعلق ہو عام طور علماء نے اس تعداد ۵۰۰ آیات بیان کی ہے البتہ محققین کے ہاں یہ بات کافی نہیں اس لئے کہ احکام کا تعلق صرف اوامر اور نواہی سے نہیں ہے قصص واقعات مواعظ کے ساتھی بھی انکا تعلق ہے

(۲) حدیث کا علم جن سے فقہی احکام مستنبط ہوسکتے ہوں مواعظ واثرات والے احادیث پر غور ضروری نہیں

(۳) اجماعی احکام کا علم امت کے مجتہدین کیلئے اجماع کے احکام سے واقفیت ضروری ہے اس لئے کہ وہاں اختلاف درست نہیں

(۴) قیاس کے اصول وطریق کار کا علم

(۵) عربی زبان کا علم

(۶) مقاصد شریعت سے آگاہی

(۷) زمانہ اور اس کے تقاضوں سے آگاہی

(۸) ایمان وعدل

امام غزالیؒ نے ان اوصاف کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ علمی اعتبار سے احکام شرعی کے مراجع قرآن، حدیث، اجماع، قیاس وعقل کا احاطہ کیا ہوا ہو۔ شرائط کی تفصیل کچھ یوں ہے:

قرآن کریم سے واقفیت

قرآن پاک کی کم ازکم ان آیات سے آگاہی ضروری ہے جن کے ساتھ احکام کا تعلق ہے عموماً اس کی تعداد پانچ سو بیان کی جاتی ہے اس کے علاوہ قرآن پاک کے ناسخ ومنسوخ کا علم بھی رکھتا ہو اور وہ صرف احادیث سے استدلال کیا جاتا ہو البتہ مجتہد کے لئے پورے قرآن یا آیات احکام کا حفظ ضروری نہیں اگرچہ محققین کی رائے یہ ہے کہ چونکہ احکام کا تعلق صرف اوامر اور نواہی سے نہیں بلکہ قصص اور واقعات حتیٰ کے مواعظ سے بھی احکامات کا استنباط ممکن ہے اس لئے اس کی تحدید صحیح نہیں اور قاضی شوکانیؒ نے اسکی صراحت کی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ سے واقفیت

اسی طرح مجتہد کے لئے شرعی احکام سے متعلق احادیث سے واقفیت بھی ضروری ہے جن کے ساتھ احکام کا تعلق ہو مواعظ وآخرت وغیرہ سے متعلق احادیث پر عبور حاصل کرنا ضروری نہیں گو احکامات سے متعلق احادیث کی تعداد ہزاروں میں ہے بعض نے بارہ سو بیان کی ہے لیکن تحدید سے اتفاق مشکل ہے اسی طرح مجہتد کے لئے حدیث کے صحیح ومعتبر ہونے سے واقف ہونا ضروری ہے خود تحقیق کرے یا کسی ایسے مجموعہ سے نقل حدیث کرے جس کو آئمہ فن نے قبول کیا ہو متواتر، مشہور، خبر واحد کا علم روای سے آگاہی۔

اجماع امت سے آگاہی

جن مسائل پر امت کا اجماع منعقد ہو اس سے مجتہد آگاہ ہوں البتہ یہ جاننا ضروری نہیں کہ اس پر اجماع کیوں ہوا ہے۔

قیاس کے اصول سے واقفیت

چونکہ شرعی احکام کا بہت بڑا حصہ قیاس پر مبنی ہے اور یہ مجتہد کی صلاحیت اجتہاد کا بھی اصل مظہر ہے اس لئے مجتہد کے لئے قیاس کے اصول وقواعد اور شرائط وطریق کار سے واقفیت ضروری ہے اس لئے کہ قیاس اجتہاد کے لئے اہم اور ضروری شرط ہے، امام غزالیؒ نے قیاس کی بجائے عقل کا ذکر کیا ہے۔

عربی زبان کا علم پر عبور

چونکہ احکام شرع کے دو اہم مصادر قرآن وسنت عربی میں ہیں اس لئے مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ اسکو عربی زبان پر عبور حاصل ہو اور اسکے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ عربی لغت اور قواعد سے واقفیت رکھتا ہو اور اتنی واقفیت ہو کہ محل استعمال سے معنی متعین کر سکے صریح اور مبہم میں فرق کر سکے اور اسی طرح حقیقی اور مجازی معانی کے استعمال کو سمجھ سکے۔

مقاصد شریعت کا علم

اسی طرح اجتہاد کے لئے ایک اہم اور ضروری شرط مقاصد شریعت سے واقفیت بھی ہے اور یہ واقفیت اجتہاد میں بہ درجہ کمال مطلوب ہے، امام ابو اسحاق شاطبیؒ نے اجتہاد کے لئے دو بنیادی وصف ضروری قرار دی ہیں:

(۱) مقاصد شریعت

(۲) استنباط کی صلاحیت

زمانہ سے آگاہی

اور ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ مجتہد کو زمانہ کے تقاضوں سے آگاہی حاصل ہو زمانہ کے تقاضوں سے آگاہی یعنی لوگوں کے عرف، عادات، معاملات کی مروجہ صورتوں اور لوگوں کی اخلاقی کیفیت سے مجتہد آگاہی رکھتا ہو اس کے بغیر اس کے لئے احکام شرع کا صحیح انطباق ممکن نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ محققین اہل علم نے لکھا ہے:

من لم يعرف أحوال زمانه فهو جاهل

"جو اپنے زمانے کے حالات نہ جانتا ہو وہ جاہل ہے"

تو مجتہد کے لئے زمانہ سے آگاہی دو وجوہ سے ضروری ہے۔

(۱) ان مسائل کی تحقیق کیلئے جو پہلے نہیں تھے اب پیدا ہوئے ہیں اس لئے کہ نئے ایجادات کے محض ظاہر پر حکم لگانا درست نہیں جب تک اس نو ایجاد کا پس منظر معلوم نہ ہوا اس کے مقاصد کا علم نہ، اس کے اصل محرکات کا علم نہ ہو اور معاشرے پر اُسکے اثرات ونتائج کا علم نہ ہوا ور یہ معلوم نہ ہو کہ سماج کس حد تک ان کی ضرورت مند ہے۔

(۲) دوسرے بعض ایسے مسائل میں بھی جو گو اپنی نوعیت کے اعتبار سے نو پید نہ ہو لیکن بدلتے ہوئے نظام وحالات میں ان کے نتائج میں فرق واضح ہو گیا ہو غور وفکر مکرر کی ضرورت ہوتی ہے۔

زمانہ سے آگاہی نہایت اہم پہلو ہے جو فقہ اسلام کو زمانہ اور اس کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھتا ہے علامہ حافظ ابن قیمؒ نے اعلام میں اور علامہ شامیؒ نے عرف وعادت میں تغیر پر مستقل رسائل تالیف کیے ہیں جو ایک مفتی کے لئے دیکھنا لازمی ہے۔

ایمان وعدل

اجتہاد کے لئے ایک اہم اور نہایت ضروری شرط شریعت اسلامی پر پختہ ایمان ویقین اور اپنی عملی زندگی میں فسق وفجور سے گریز واجتناب ہے، علامہ آمدیؒ اِس شرط کو اجتہاد کے شرائط میں اولین شرط قرار دیا ہے کہ وہ خدا کے وجود اسکی ذات وصفات اور کمالات کی بنیاد پر ایمان رکھتا ہو رسول ﷺ کی تصدیق کرتا ہو شریعت کے جو احکامات ہیں اس کی تصدیق کرتا ہو اور ایمان کی تخم سے جو برگ وبار وجود میں آتا ہے وہ عمل صالح ہے اس لئے مجتہد کو گناہوں سے دور اور شریعت کے اوامر کا متبع ہونا ضروری ہے اور اسی کا نام عدالت ہے کیوں کہ اس کیفیت کے پیدا ہوئے بغیر کسی شخص کی رائے پر اعتماد اور اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

قومی وملکی مصالح

ایک مجتہد کے لئے اہم اور ضروری امر یہ ہے کہ وہ قومی اور ملکی مصالح سے واقفیت رکھتا ہو۔

اختلافات میں تطبیق

اسی طرح ایک مجتہد کیلئے بھی یہ ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ وتابعین کے اختلافات سے استفادہ اور انکو منطبق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

صحابہ وتابعین کے اقوال کا علم

اور مجتہد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صحابہ وتابعین کے اقوال وفتاوی پر گہری نظر رکھتا ہو اور اسکے محل وموقع سے واقفیت رکھتا ہو، کیونکہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے براہ راست استفادہ کیا ہے ان میں آپ ﷺ کی فکری وعملی زندگی

رچی بسی ہے جو کچھ انہوں نے آپ ﷺ سے سُنا، یا آپ ﷺ کو کرتے دیکھا اسی پر عمل کیا اور تابعین نے صحابہ کو دیکھا ان سے سیکھا اس لئے شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ:

یعرف أقاویل الصحابه والتابعین فی احکام ومعظم فتاوی فقهاء الأمه۔

"صحابہ وتابعین کے اقوال کی معرفت ہو اور فقہاء دامت کے اہم فتاوی سے واقفیت ہو"

فقہی اصول وکلیات کا علم

اور ان تمام شرائط کے ساتھ ساتھ چونکہ استدلال واستنباط میں فقہی اصول وکلیات سے بڑی مدد ملتی ہے کیونکہ فقہاء کرام نے ان اصول وکلیات کے تحت احکام مسائل کی ترتیب وتدوین کی ہے اس لئے ایک مجتہد کے لئے فقہی اصول وکلیات علم بھی ضروری ہے۔

فقہی جزئیات کا علم

اور موجودہ دور میں مجتہد کے لئے فقہی جزئیات کا علم بھی ضروری ہیں اسلئے امام غزالیؒ نے لکھا ہے ہمارے زمانہ میں اجتہاد کا درجہ فقہی مہارت سے حاصل ہوتا ہے اس زمانہ میں فقہی فہم حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے صحابہ کے زمانہ میں نہ تھا۔

مجتہدین سے خطاء کا مسئلہ

یہ تو معلوم ہوا کہ جن اشخاص میں اجتہاد کی صلاحیت موجود ہے ان کو اجتہاد کرنا چاہیے لیکن ایک اہم بات یہ ہے کہ کیا کوئی مجتہد خاطی کہلایا جاسکتا ہے یا ہر مجتہد صائب ہی ہوگا؟ تو یہ مسئلہ بھی اہل علم کے ہاں اختلافی ہے معتزلہ اور بعض دیگر حضرات کا خیال ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے وہ حق تک پہنچا ہوا ہے اور کسی مجتہد کے اجتہادی رائے قائم کرنے میں خطاء کا احتمال نہیں ہوتا اس کی رائے میں کتنا ہی تضاد اور تعارض ہوں جب

که اکثر فقہاء کرام کے ہاں مجتہد خاطی ہوسکتا ہے بعض حضرات نے پہلی رائے کی نسبت
امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ، قاضی ابوبکر باقلانیؒ اور امام غزالیؒ کی طرف کی ہے جبکہ
امام شاہ ولی اللہؒ کے بعض عبارات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ اسی کے قائل ہیں کہ
اختلافی مسائل میں کوئی مجتہد خطاء پر نہیں ہوتا ہر مجتہد مصیب کہلایا جائے گا شاہ صاحبؒ
مسائل میں اختلاف کو مختلف قرأت پر قیاس کرتے ہیں یعنی جس طرح مختلف قرأت میں
جو بھی قرأت کرے گا وہ قاری مصیب کہلائے گا تو اسی طرح اختلافی مسائل میں بھی ہر
مجتہد مصیب کہلایا جائے گا جہاں تک دوسری رائے کا تعلق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ
اختلافی مسائل میں ایک مجتہد کی رائے صواب پر ہوگی اور دوسرا مجتہد خاطی شمار ہوگا علامہ
آمدیؒ نے ائمہ اربعہ کے علاوہ دوسرے علماء مثلاً امام ابوالحسن اشعریؒ وغیرہ سے بھی یہی
رائے نقل کی ہے بلکہ بعض اہل علم نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے علامہ ابن عابدینؒ
فرماتے ہیں:

ان المجتهد يخطى ويصيب اى فلا نجزم بأن مذهبنا
صواب البتة ولا بأن مذهب مخالفنا خطأ البتة (ردالمحتار)

یہ اختلاف درحقیقت اس بات پر مبنی ہے کہ اکثر فقہاء کرام کا خیال ہے کہ اختلاف کے
موضع میں حق ایک ہی ہوتا ہے اب جس مجتہد کی اجتہادی رائے اس حق کے مطابق ہے تو
وہ مصیب ہے اور جس مجتہد کی رائے حق کے مخالف ہو وہ مخطی ہے۔

لیکن معتزلہ اور دوسرے اہل علم کا کہنا ہے کہ مقام اختلاف میں حق متعدد
ہوسکتا ہے لہٰذا ان کے ہاں ہر مجتہد کا قول حق ہے دراصل یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر
مبنی ہے۔

اور وہ اختلاف یہ ہے کہ ہر وہ مسئلہ جو اجتہادی حیثیت رکھتا ہو اس کے بارے

میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم متعین ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم متعین
نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے اجتہادی واقعات اور مسائل کے متعلق مجمل
طور پر یہ حکم دیا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں حکم وہی ہے جس پر ایک مجتہد اجتہاد
کے ذریعے پہنچ جائے اس لئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اجتہادی واقعات اور مسائل
کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی ایک حکم متعین نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ مجتہد اپنی اجتہادرائے کے ذریعہ جس نتیجہ پر پہنچ جائے وہ میرا
حکم ہے، لہٰذا مجتہد اپنی اجتہادی رائے قائم کرتے وقت مصیب ہے اور حق تک پہنچا
ہوا ہے اور اس کی رائے اللہ تعالیٰ کے اس مجمل حکم کے موافق ہے۔

لیکن اہل السنة والجماعة کا کہنا ہے کہ ہر ایک اجتہادی مسئلہ اور ہر ایک
جزوی واقعہ کے متعلق، نفس الامر میں اللہ کی طرف سے ایک متعین حکم ہوا ہے اب اگر
مجتہد اپنی اجتہادی رائے کے ذریعہ سے اپنے فیصلے میں اس متعین حکم کے مطابق
اجتہادی رائے قائم کرے تو وہ مجتہد مصیب ہے اور اگر مجتہد نے ایک ایسی اجتہادی
رائے قائم کی جو اللہ کے نزدیک نفس الامر میں اس متعین حکم کے خلاف ہے تو وہ مجتہد
مخطئی ہے اس رائے کی تائید میں بہت نظائر ہیں مثلاً، وراثت میں عول کے مسئلہ کے
بارے عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا اختلاف تھا، حضرت علیؓ
اور عبداللہ بن مسعودؓ عول کے قائل نہ تھے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مخالفین کو مباہلہ کی
دعوت دیتے تھے اور ایک بار حضرت زید بن ثابتؓ کو ایک فقہی مسئلہ پر فرمایا کہ کیا ان
کو اللہ کا خوف نہیں۔

اسی طرح حضرت ام المومنین عائشہؓ نے کسی فقہی اختلاف کی بناء پر حضرت زید
بن ارقمؓ کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ تائب نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس کے حج اور رسول اللہ ﷺ

کے ساتھ جہاد کو باطل کردے گا اسی طرح امام شافعیؒ نے فقہاء احناف اور مالکیہ کے ایک فقہی
ماخذ (استحسان) کے بارے میں فرمایا کہ یہ ایک نئی شریعت کے مترادف ہے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کلالہ کے بارے میں فیصلہ سُناتے ہوئے
فرمایا کہ یہ میری رائے ہے اگر درست ہو تو اللہ کی توفیق ہے اور اگر غلط ہو تو میری اور
شیطان کی طرف سے ہے۔

ایسا ہی حضرت عمرؓ نے کسی مسئلے کے بارے میں فرمایا کہ یہ عمرؓ کی رائے ہے اگر
غلط ہے تو عمرؓ ذمہ دار ہے اور اگر درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اس سے معلوم ہوا
کہ اجتہادی مسائل میں صواب ایک طرف ہے ورنہ صحابہ کرام اتنی سختی نہیں فرماتے تھے۔

اجتہادی غلطی کا حکم

اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام مجتہدین اور محدثین کا اتفاق ہے کہ اجتہادی غلطی نہ
صرف عنداللہ معاف ہے بلکہ مجتہد کو اجتہاد کی اس کوشش کا اجر بھی ملے گا بشرطیکہ اُس نے
استنباط اور نتائج اخذ کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو مگر اعتقادی مسائل اس سے مستثنیٰ ہیں
البتہ اہل ظواہر، امامیہ اور دیگر بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگر کسی مجتہد سے اجتہاد
میں غلطی ہو جائے تو وہ عنداللہ مأخوذ ہوگا۔

کن مسائل میں اجتہاد؟

اب سوال یہ ہے کہ اجتہاد کن مسائل میں کیا جائے گا تو اس سوال کا جواب یہ
ہے کہ اجتہاد ان مسائل میں کیا جائے جو عملی اور فروعی ہوں جن میں کوئی قطعی دلیل موجود
نہ ہو اس لئے اعتقادی مسائل میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں اور اس میں غلطی بھی باعث
گناہ ہے اسی طرح جن مسائل میں قطعی دلیل موجود ہو جیسے نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کی

فرضیت تو ان جیسے مسائل میں اجتہاد کی گنجائش نہیں اس لئے بعض فقہاء کرام نے کہا ہے
کہ اجتہادی مسائل وہ ہیں جن میں فقہاء کرام کا اختلاف ہو اس تعریف سے یہی معلوم
ہوتا ہے کہ جو احکام قطعی اور یقینی دلیلوں سے ثابت ہوں وہ عام طور پر امت کے درمیان
مسلمات کا درجہ رکھتے ہیں اور ان پر اجماع اور اتفاق پایا جاتا ہے اس لئے ان میں اجتہاد
کی ضرورت نہیں ہوتی دراصل احکام شرع کے استنباط میں دو بنیادی باتوں کا لحاظ رکھنا
ضروری ہے (۱) نصوص کا ذریعہ ثبوت (۲) نصوص کا اپنے معنی پر دلالت اس لئے کہ بعض
نصوص قطعی اور یقینی ذریعہ سے ثابت ہوتے ہیں جیسے قران اور حدیث متواتر اس قسم کے
نصوص کو قطعی الثبوت کہا جاتا ہے اور جن نصوص کا نقل اور ثبوت یقینی نہ ہو وہ نصوص ظنی
الثبوت کہلائے جاتے ہیں۔

اسی طرح دونوں قسم کے نصوص کی دلالت اپنے معنی پر کبھی اس درجہ واضح
اور صریح ہوتی ہے کہ اس میں کوئی ابہام نہیں ہوتا ایسے نصوص کو قطعی الدلالت کہا جاتا
ہے اور کبھی نصوص کے بعض الفاظ اور عبارات اپنے مضمون اور معنی پر واضح دلالت
نہیں کرتے بلکہ اس میں ایک سے زیادہ مضمون اور معنی کا احتمال ہوتا ہے ایسے نصوص
کو ظنی الدلالت کہا جاتا ہے تو جو نصوص قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہوں اُس میں
اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں البتہ جو نصوص دونوں طرح ظنی ہوں یا کسی ایک رخ سے ظنی
ہوں تو اُس میں اجتہاد کی گنجائش ہوتی ہے اور اسی طرح غیر منصوص مسائل میں اجتہاد
کیا جاتا ہے آج کل بعض نام نہاد سکالر احکام قطعیہ میں اجتہاد کے درپے ہوتے ہیں
مثلاً تعدد ازواج، حق طلاق، حدود و قصاص جیسے احکامات میں اجتہاد کی کوشش کرتے
ہیں وہ اجتہاد نہیں بلکہ بالکل واضح تحریف ہیں۔

تجزی اجتہاد

اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اجتہاد سے متعلق ایک اہم مسئلہ تجزی اجتہاد بھی ہے یعنی کیا مجتہد کے لئے تمام مسائل واحکام میں اجتہاد کی صلاحیت کا حامل ہونا ضروری ہے یا بعض مسائل میں تقلید اور بعض میں اجتہاد؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام غزالیؒ، علامہ ابن ہمامؒ، امام رازیؒ، قاضی بیضاویؒ اور علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں کہ تجزی فی الاجتہاد جائز ہے کہ ایک مجتہد بعض شعبوں میں اجتہاد کریں اور بعض میں کسی مجتہد کی تقلید کریں۔

اور ان حضرات کا یہ نظریہ ہے کہ اگر مجتہد کے لیے تمام مسائل میں اجتہاد کی بصیرت ضروری قرار دی گئی تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص عالم الکل ہے اور ایسا ممکن نہیں اس لئے کہ اگر یہ شرط رکھی جائے پھر تو مجتہدین کا وجود ہی ایک سوالیہ نشان بن جائے گا جبکہ اجتہاد کے منصب پر فائز مسلمہ شخصیت سے ایسی صراحتیں منقول ہیں کہ انہوں نے بعض مسائل میں سائل کے جواب میں لاعلمی کا اظہار کیا ہے جیسے امام مالکؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان سے چالیس مسائل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے چار کا جواب دیا اور ۳۶ سے لاعلمی ظاہر کی۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ اسی تجزی اجتہاد میں خاص اس مسئلہ اور اسکے ضروری متعلقات سے واقفیت ضروری ہے مثلاً قیاسی مسئلہ ہے کہ قیاس سے واقفیت ضروری ہے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زندگی کے کسی خاص شعبہ میں اجتہاد کیا مثلاً فرائض، قانون حدود میں اجتہاد کی جائے اور وہ مجتہد دوسرے مسائل میں اجتہاد نہ کرے۔

فائدہ

تجزی فی الإجتہاد کے اصول سے وقتی اور زمانی ضروریات کو پورا کیا جا سکتا ہے اور اس سے ہر زمانہ کے مسائل کو حل کرنے میں کافی فائدہ ہوگا اور ایسا زمانہ حال میں بھی ممکن ہے۔

کیا کوئی عہد مجتہد سے خالی ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی زمانہ مجتہد سے خالی ہے یا نہیں تو حنابلہ اور شوافع کے بعض علماء کے ہاں کوئی زمانہ مجتہد سے خالی نہیں مگر اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ بعض ادوار مجتہد سے خالی ہوسکتے ہیں اور اسی رائے کو علامہ آمدیؒ نے صحیح قرار دیا ہے اور یہی رائے علامہ ابن ہمامؒ اور علامہ ابن رجبؒ کی بھی ہے چنانچہ علامہ آمدیؒ نے احکام الاحکام میں دونوں کے دلائل ذکر کئے ہیں اور ان حضرات کی رائے کو رد کیا ہے جو ہر دور میں مجتہد کے وجود کو لازمی قرار دیتے ہیں اور یہی حقیقت ہے اس لئے کہ ہر دور میں مجتہد کے لازمی طور پر پائے جانے کے سلسلہ میں کوئی قوی دلیل موجود نہیں چنانچہ امام غزالیؒ، امام رازیؒ اپنے اپنے زمانے کو مجتہد سے خالی مانتے تھے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی چوتھی صدی ہجری کے بعد اجتہاد کے دروازے کے عملاً بند ہونے کا اعتراف کیا ہے اور اگر ہوئے بھی تو ان کی آراء کو امت میں قبولیت حاصل نہ ہوئی مگر ساتھ حضرت شاہ صاحب مختلف ادوار میں مجتہد منتسب کے وجود کے قائل ہیں۔

البتہ مجتہد منتسب تقریباً ہر دور میں پیدا ہوئے ہیں البتہ اجتہاد کی ایک قسم ایسی ہے کہ جب تک دنیا باقی رہے گی اس اجتہاد کا سلسلہ بھی جاری رہے گا چنانچہ علامہ شاطبیؒ نے لکھا ہے کہ اجتہاد دو قسم پر ہے ایک وہ ہے کہ وہ اس وقت تک ختم ہونا ممکن نہیں جب تک انسان سے شریعت کا خطاب منقطع نہ ہو اور دوسرا وہ جو قیامت قائم کیے جانے سے پہلے ختم ہونا ممکن ہے والثانی ممکن ان ینقطع قبل فناء الدنیا جو اجتہاد رہتی دنیا تک باقی رہے گا وہ تحقیق مناط سے متعلق ہے جن کا امت مسلمہ میں اس کے مقبول ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

مجتہدین کے درجات

علماءامت نے مجتہدین کے تین درجات بیان کئے ہیں

(۱) مجتهد مطلق جس کو مجتہد مستقل بھی کہا جاتا ہے یہ وہ فقہاء کرام ہیں جنہوں نے استنباط احکام کے لئے اصول وقواعد بھی وضع کیے ہوں اور ان اصول کی رو سے فروعی احکامات بھی مستنبط کیے ہوں جیسے ائمہ اربعہ اجتہاد کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں۔

(۲) مجتهد فی المذهب دوسرا درجہ فی المذہب کا ہے اس سے مراد وہ فقہاء کرام ہیں جنہوں نے مجتہد مطلق کے وضع کردہ اصول و قواعد کی روشنی میں شرعی احکام مستنبط کئے ہوں اور اس کی صلاحیت رکھتے ہوں امام محمدؒ، امام شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا ہے کہ مجتهد فی المذهب کو احادیث و آثار کا اس درجہ علم رکھتا ہو کہ اس کی وہ حدیث (جس سے وہ استنباط کرتا ہے) صحیح اور سلف صالحین کی اتفاقی رائے سے مخالف نہ ہو اور ساتھ یہ وصف بھی اس میں ہو وہ فقہی احکامات کے متعلق دلائل پر اس درجہ علم رکھتا ہو کہ اپنے فقہاء کرام کے اقوال کے مأخذ کو سمجھ سکے۔

(۳) مجتهد فی المسائل علامہ شامیؒ نے اس درجہ کے مجتہد کے بارے میں فرمایا ہے ایسے لوگ اصول اور فروع دونوں میں اپنے مجتہد مطلق کے ساتھ اختلاف نہ کریں البتہ جن مسائل میں مجتہد مطلق نے اجتہاد نہ کیا ہو تو اس میں وہ اجتہاد کرسکتا ہے احناف میں اس

درجے میں امام حصاف، امام طحاویؒ، کرخیؒ، حلوائیؒ اور سرخسیؒ وغیرہ حضرات شامل ہیں مالکیہ میں اس درجہ کے مجتہد مخرج کہلاتے ہیں اور شوافع وحنابلہ انکو اصحاب وجوہ کہتے ہیں۔

ان تینوں درجات میں چوتھی صدی کے بعد جس اجتہاد کے دروازہ بند ہونے کا قول کیا گیا ہے اس سے مراد درجہ اول یعنی مجتهد مطلق ہے، باقی مجتهد فی المذهب یا مجتهد فی المسائل تقریباً ہر دور میں پائے گئے ہیں کیونکہ ہر دور میں نئے مسائل اور حوادث کا پایا جانا مسلم ہے اور ان مسائل کو حل کرنے کے لئے آخر الذکر دونوں درجات کافی ہیں اجتہاد کا موضوع بہت وسیع ہے مگر میں نے چند اہم باتیں آپ کے سامنے ذکر کردیں۔ واللہ اعلم بالصواب

خطاب
مولانا فیض الرحمٰن صاحب

مولانا فیض الرحمٰن صاحب

تعارف

موضع لکی مروت سے تعلق رکھنے والے ،جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قابل فاضل،جید مدرس، کئی کتابوں کے مصنف، معقولات کے ماہر، جامعہ میں عرصہ سے شعبہ تدریس سے منسلک ہیں۔شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی معرکۃ الاراء کتاب حجة الله البالغة سے بڑا شغف ہے،طلباء دارالعلوم کی ایک بڑی جماعت کو یہ کتاب پڑھاتے بھی ہیں۔عربی و ادبی نادر علوم کے شروح کی بیروت سے بھی اشاعت کا اعزاز حاصل ہے۔

درس نظامی کی اہمیت اور جامعیت

تدریب المعلمین کی ضرورت کیوں پیش آئی!

مدارس اسلامیہ کا یہ سلسلہ صدیوں سے جاری وساری ہے اللہ تعالیٰ اس طرح جاری وساری رکھے، مختلف ادوار وحالات گذر چکے ہیں مگر کسی کے خیال میں یہ نہ آیا کہ باقاعدہ تدریب المعلمین کے کورس کا انتظام کیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ اگر اس کورس کا مقصد طریقہ تدریس سمجھانا ہو تو ماشاء اللہ یہ انتہائی مبارک سوچ ہے مگر اس کے لیے پانچ سال تدریسی تجربہ شرط قرار دینا سمجھ سے بالاتر ہے بلکہ یہ تو نئے فضلاء کیلئے مناسب ہے اور طریقہ کار یہ ہونا چاہیے کہ جن مدارس میں دورۂ حدیث شریف ہے ان کے طلباء کو اپنے اساتذہ یکے بعد دیگرے ایک ماہ یا دو ماہ بیس منٹ نکال لیں اور طریقہ تدریس ہر فن اور ہر کتاب کا بتائیں اور سمجھائیں۔

ہر عمل کا باعث خیالات اور خیالات کے پیچھے کچھ اسباب

اصل مسئلہ یہ ہے کہ بعض نیک نیت علماء کرام کو یہ فکر لاحق ہوا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمارے ادارے کمیت کے لحاظ سے ترقی کرتے ہیں اور اس طرح پڑھنے والوں کی کمیت میں بھی کمی نہیں بلکہ زیادتی اضعافاً مضعفۃً ہے الحمد للہ اور اس

طرح ہمارے ادارہ جات میں نظم وضبط (ڈسپلن) کی بھی کوئی کمی نہیں ہے، پھر بھی دینوی ادارہ جات سے نکلنے والے لوگ اپنے اپنے پیشہ میں ماہر ہوتے ہیں جیسا کہ میڈیکل کالج سے نکلنے والے سٹوڈنٹ ماہر ڈاکٹرز بن جاتے ہیں انجینئرنگ کالج سے نکلنے والے ماہر انجینئرز بن جاتے ہیں وھکذا اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اداروں سے نکلنے والے فضلاء اپنے میدان میں اتنے کامیاب نظر نہیں آتے بلکہ الحق مر وان کان درا ہمارے 70/60% فیصد فضلاء عربی عبارت صحیح پڑھنے پر بھی قادر نہیں ہوتے بلکہ اردو شروحات کی مدد سے بھی کتاب کے حل کرنے پر قادر نہیں ہوتے، یہ تو انکا تدریسی حال ہوتا ہے اور اگر کہیں جا کر خطیب ہو جاتے ہیں تو افسر لوگ ان سے اسلام کے متعلق پیچیدہ قسم کے سوالات کرتے ہیں تو وہ جواب دینا تو درکنار اس پر بھی قادر نہیں ہوتے کہ جواب کس جگہ مطالعہ کر کے اسکو دیا جائے اسی طرح اگر سکول جاتے ہیں تو یہ حال ہوتا ہے کہ انگلش ٹیچر زبانی لیکچر دے کر سٹوڈنٹ کو مطمئن کر سکتے ہیں ہمارے عربی اساتذہ کے اکثریت کا یہ حال ہوتا ہے کہ عبارت کے نیچے خلاصہ سے تشریحات لکھ کر بھی پڑھنے میں جھجک محسوس کرتے ہیں آخر یہ کیوں؟

آمدم برسر مطلب

معلوم ہوتا ہے کہ ایسے پروگراموں کا مقصد صرف یہ خلاء پر کرنا ہے اور یہ کوتاہی دور کرنا ہے، ماشاء اللہ انتہائی نیک مقصد ہے مگر جہاں مرہم لگایا جاتا ہے وہ زخمی نہیں اور جہاں زخم ہے اسکو چھوڑ دیا جاتا ہے اور بالکل دانائے شیراز شیخ سعدیؒ کے اس شعر کے مصداق ہیں ....

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
ایں رہ کہ تو میروی بترکستان است

بالفاظ دیگر حافظ شیرازی کے قول کا مصداق ہیں............

صلاح کار کجاؤ من خراب کجا

ببیں تفاوت رہ از کجا است تابکجا

صحیح تشخیص نہ کرنے کی وجہ سے یہ علاج ممکن نہیں

اب اس حل کیلئے بعض علماء کرام آتے ہیں اور نصاب میں تبدیلی کی باتیں کرتے ہیں کہ یہ کوتاہی ہے کہ فلان کتاب کو نکالا جائے یہ مشکل ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں فلاں کو داخل کیا جائے کہ وہ انتہائی آسان ہے اور اسکا فائدہ زیادہ ہوگا اور پھر سارے اراکین مجلس اسکو داد دیتے ہیں کہ ماشاء اللہ کیا بہترین سوچ ہے واہ واہ اب ہر شخص اس میں اپنی سوچ اور مبلغ علم کے مطابق اس ترمیم کا حقدار اور مجاز ٹھہرے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ نصاب تعلیم کا مقصد معلومات اکٹھا کرنا ہوتا ہے یا معلومات جمع کرنے کیلئے استعداد بنانا ہوتا ہے یقیناً کسی بھی ذی عقل سے یہ پوشیدہ نہیں کہ نصاب تعلیم کا مقصد استعداد بنانا ہوتا ہے تاکہ پختہ استعداد حاصل ہو جائے پھر ہر فن کے بڑے مجلّات کے مطالعہ میں آسانی ہو اور اس سے موتیاں نکالنا دشوار نہ ہوں، جیسا کہ سکول کے لڑکے میٹرک، ایف اے، بی اے تک انگریزی کی چند کتابیں اور گرامر یاد کرتے ہیں اور پھر اسکی بدولت ہر قسم انگریزی اخبارات رسائل، جرائد دانشوروں کے انگریزی کتب سمجھنے میں ان کو دقت اور مشکل نہیں ہوتی، اب خدارا! سوچ کی بات یہ ہے کہ نصاب تعلیم جتنا مشکل اور دقیق ہو اس سے اتنا ہی پختہ استعداد حاصل ہوگا اور جتنا آسان ہو اتنا ہی کچا استعداد بنائے گا، سوچنے کی بات یہ ہے کہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں نصاب تعلیم مشکل سے مشکل بنایا جاتا ہے، مجھے یاد ہے کہ جو انگریزی کتاب ہم پانچویں میں پڑھتے تھے اب وہ پہلی کلاس میں پڑھائی جاتی ہے اسکا فائدہ یہ

ہے کہ پہلے میٹرک پاس آدمی بمشکل چند جملے انگریزی پڑھ سکتا تھا اور اب دوسری اور تیسری کلاس کے لڑکے انگریزی میں تقریریں کرتے ہیں، اس پر قیاس کرو آج کے انجینئر جو نقشے بناتے ہیں پہلے اس فن کے ماہرین اسکا سوچ بھی کر سکتے تھے؟ دنیا تغیر پذیر ہے اور آج کل تو سائنسی انکشافات، اکتشافات اور ایجادات نے جہاں لوگوں کو محیر العقول اشیاء سے متعارف کرایا وہاں دینی اور فقہی اعتبار سے لحاظ نئے نئے مسائل پیدا کئے، ظاہر ہے کہ ان کے مطابق مسائل کا حل تلاش کیا جائیگا۔ آج کے ڈاکٹروں نے جو آپریشنز کے طریقے ایجاد کئے ہیں سابقہ ڈاکٹرز اس پر قادر تھے؟ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے اپنے شعبہ جات کے نصاب تعلیم میں بجائے اس کے کہ آسانی کو کوشش کریں مشکل سے مشکل مضامین داخل کرتے ہیں تاکہ خوب استعداد پیدا ہو جائے۔

آیئے اور اپنے حال پر سوچیں

ہمارے ساتھی اس پر سوچ رہے ہیں کہ فلاں کتاب مشکل ہے اس کے بدلہ فلاں کتاب رکھی جائے فلاں فن کا فائدہ نہیں ہے اسکو یکسر ختم کیا جائے۔ فلان فن کے فلاں فلاں کتاب کو نکال دیا جائے............

بدیں عقل و دانش بباید گریست

اگر کسی کے ذہن میں یہ اشکال آجائے کہ یہ دنیوی ترقی تو نظام عالم کا حصہ ہے یعنی یہ ارتقاقات ہوتے چلیں گے اور یہ دینی تنزل بھی نظام عالم کا حصہ ہے کیونکہ کتنا بھی حضور ﷺ سے زمانہ دور ہوتا جائیگا دینی تنزل آتا رہیگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا یہ مطلب نہیں کہ ہم دینی تنزل کے اسباب پیدا کریں۔

علماء کرام احساس کمتری کا شکار کیوں؟

ہمارے بعض علماء کرام پر احساس کمتری کا بت سوار ہے اب وہ کوشش کرتے ہیں کہ یہ

بت سب کے سروں پر بٹھایا جائے، طول میں جانا نہیں چاہتا ہوں، مختصراً عرض یہ ہے کہ
یہ مسلم حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مادہ سے بنایا ہے اب اسکی کچھ مادی
ضروریات بھی ہونگی جس سے ہم معاشی ضروریات سے تعبیر کرتے ہیں مگر اصل روح
ہے جس کی غذا علوم شریعت ہے، اب بعض ساتھیوں کی سوچ یہ ہے کہ آخر دنیا کیساتھ
چلنا ہے لہٰذا پرانے فرسودہ نظام تعلیم کی اب ضرورت نہیں ہے اس کی جگہ انگلش، کمپیوٹر
سیکھنا ضروری ہے تاکہ ہم دنیوی لوگوں کے شانہ بشانہ چل سکیں۔

من طمع فی الکل فاتہ الکل

یہ ضرب المثل ایک مسلم حقیقت ہے واضح رہے کہ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ یہ
چیزیں نہ سیکھی جائیں البتہ اتنا ضرور کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس کیلئے مقصود میں کوتاہی
کرنا خلاف رائی صواب ہے، ویسے ہی ہمارا تعلیمی مرحلہ ناکافی ہے اور جب اس میں
مزید کام بھی شامل کیا جائے تو اللہ خیر کرے، کیا ایک اعلیٰ ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان آٹھ
سال میں بن سکتا ہے آٹھ سال تعلیم پر تو حکومت کلاس فور کی نوکری بھی نہیں دیتی ہے اور
ہم فراغت کی سند دیتے ہیں، اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہم نے آٹھ سال اس لئے
مقرر کئے ہیں کہ اگر اس سے زیادہ مقرر کیا جائے تو آدمی ایک کا بھی نہ رہے گا کیونکہ
ہمارے ہاں جو آتے ہیں وہ اکثر میٹرک ایف اے پاس ہوتے ہیں تو اگر دس بارہ سال
مزید بھی وہ تعلیم حاصل کرنے میں لگے رہیں تو یہی عمر ہے۔

ہم جواب میں کہتے ہیں کہ انکا ایف اے، بی اے سے ہمارا کیا کام اس کے
لئے ہم پورا نظام تعلیم تباہ کریں یہ نامناسب ہے اگر آپ کہیں کہ ان کی استعداد کافی ہو
گئی ہے وہ آٹھ سال میں کورس مکمل کر سکتے ہیں اور معیاری علماء بن سکتے ہیں تو جواب یہ
ہے کہ یہ مشاہدہ کے خلاف ہے ''عیاں راچہ باشد بیاں'' ہمارے نظام تعلیم کیساتھ ان

کے سکول کا صرف اتنا تعلق ہے کہ پرچہ لکھ سکے اس سے زیادہ نہیں ہے ورنہ یہ لوگ ان
علماء سے جنہوں نے سکول دیکھا بھی نہ تھا قابل ہوتے، والأ مرلیس کذلک

اصل بات احساس کمتری ہے، ہم ان لوگوں سے متاثر ہیں اور وہ ہم سے متاثر
نہیں وہ تو کبھی یہ نہیں کہتے کہ سکولوں اور کالجوں یونیورسٹیوں میں عربی زبان سیکھا جائے
کیونکہ یہ قرآن اور جنتی زبان ہے بلکہ جو مضامین اسلامی نظر آتے ہیں ان کو خارج کر
دیتے ہیں ہم ہر وقت یہ کہتے ہیں کہ انگریزی سیکھی جائے کمپیوٹر سیکھا جائے ورنہ بھوک
سے مر جائیں گے، آپ دیکھئے! کتنے لوگ اس وجہ سے مر گئے ہیں کہ ان کو انگریزی نہیں
آتی تھی ایسے لوگ ہیں کہ انگریزی کے اے بی سی ان کو نہیں آتی ہے اور وہ اربوں کے
مالک ہیں ہمارے ادارے بھی چلاتے ہیں اور خود بھی کھاتے ہیں، ہاں اس غرض سے
سیکھی جائے کہ ہم انکو اسکے ذریعہ تبلیغ کریں گے تو درست ہے مگر اس کے لئے تعطیلات
میں یا پھر علیحدہ فراغت کے بعد معتد بہ وقت دیا جائے۔

کیا کمپیوٹر میں ترقی منحصر ہے؟

کمپیوٹر کی افادیت سے ہم انکار نہیں کرتے مگر اس کی مضرت بھی مخفی نہیں ہے
خصوصاً دینی تعلیم کے دوران میں، ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ جو طلباء کمپیوٹر کے دلدادہ ہو
جاتے ہیں پھر وہی شوق اسباق کا باقی نہیں ہوتا ہے باقی یہ بات کہ اس پر تصنیفی کام ہوتا
ہے وغیرہ ہم بلاشک یہ مانتے ہیں مگر یہ پوچھتے ہیں کہ اس سے پہلے لوگ کس طرح
کتابیں لکھتے اور چھاپتے تھے بلکہ پہلے لوگوں نے جو تصانیف کی ہیں آج کل کے اردو
رسالے اگر اس سے بنائے جائیں تو میرا خیال ہے لاکھوں سے زیادہ ہونگے، یعنی پہلے
کتاب لکھنے کا ذریعہ کتابت تھا مگر ضروری نہیں تھا کہ ہر ایک مصنف کا تب ہوتا، اس
طرح آج کتابت کا ذریعہ کمپیوٹر ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر کوئی خود سیکھ لے اور

خریدے اور اس پر کتاب لکھے، بہرحال انگریز خبیث اس منصوبے میں کامیاب ہوا کہ دینی اداروں میں ٹی وی، وی سی آر کس طرح رکھ دیا جائیگا تو تعبیر بدل کر کمپیوٹر کے ذریعہ منصوبے کا تکمیل کیا أعاذ نا اللّٰه من شرورهم

بعض ساتھیوں کا خیال اور ان کا رد

بعض احباب کا خیال ہے کہ آج کل جدید خیالات کے فرقوں نے سر اٹھایا ہے لہٰذا انکی جوابات کی کوشش میں طاقت صرف کی جائے اور قدیم علم کلام کے سمجھنے کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم ایسے لوگوں کے مثبت مدعی کو جانتے ہیں البتہ منفی مدعی کو نہیں مانتے کیونکہ قدیم علم کلام کے سمجھنے سے ذہن میں باریک بینی پیدا ہوتی ہیں اور سوال وجواب کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اس وجہ سے وہ بھی سیکھا جائے اور جدید بھی سیکھا جائے اس میں کوئی منافات نہیں ہے اور اگر اس طرح جدت پسندی ان لوگوں پر سوار رہی تو کل کہیں گے کہ لونڈی اور غلام کے متعلق جتنے ابحاث قرآن وحدیث اور فقہ میں ہیں اب انکی بھی ضرورت نہیں ہے پھر کچھ مدت بعد دوسرے قسم کے مسائل کی ضرورت باقی نہ رہے گی وھکذ ھلم جرا پھر خدا خیر کرے دین کی اور دین وہ شیر بن جائے گا جس کی تصویر کسی نے اپنی کمر پر کھینچوانی چاہی تھی لیکن دم، ہاتھ، پاؤں، ناک، کان اور ہر ایک کے بنانے میں جو تکلیف ہوتی تو وہ یہ کہہ کر انکار کرتا رہا کہ بقیہ دم کے بغیر بھی شیر ہوتا ہے اور بغیر ہاتھ کے بھی تو شیر ہوتا ہے۔

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اب منطق اور فلسفہ کی کتابوں کا پڑھنا بے سود ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یقیناً اس کو مقصود بنانا جیسا کہ ایک دور تھا کہ سات آٹھ سال صرف یہی کتابیں پڑھتے تھے یہ مناسب نہیں ہے مگر ایک بار پڑھنا تو ضروری ہے کیونکہ ان میں

جو اصطلاحات ہیں وہ ہماری متقدمین کی کتابوں میں ایسی شامل کی گئی ہیں کہ ان کتابوں کے سمجھنے کیلئے ان اصطلاحات کا جاننا ضروری بن گیا ہے یا پھر مکمل کتابوں کو دریا میں ڈال دیا جائے گا اور مصر کے یونیورسٹیوں کے ریش تراش پروفیسروں کے رسالے پڑھے جائیں گے۔ ماشاء اللہ یہ کیا مزہ کرے گا مطالعہ سے بھی نجات ہوگی، افسوس کی بات ہے کہ بعض علماء صرف ایڈیٹر ہوتے ہیں وہ بھی اس پر تبصرے کرتے ہیں کہ فلاں کتاب کو خارج کیا جائے اور فلاں کو داخل کیا جائے اذا وُسِّد الا مرالی غیر أهله فأنتظر الساعة

سب سے زیادہ مظلوم کون ہے؟

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دینی نصاب تعلیم کی زبان نہیں ہے ورنہ اتنی چیختا اور روتا کہ ساری دنیا اسکی آوازیں سنتی اور کہتی کہ یہ کتنا مظلوم ہے، کون اس پر ظلم کر رہا ہے آخر اس بے چارے نے کونسی غلطی کی ہے کہ جبر وتشدد کا شکار ہے جب لوگ تحقیق کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ اسکی غلطی یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے قوم کے رہبر و قائدین بن گئے تھے مرشدین اور مصنفین بن گئے تھے محدثین اور مفسرین بن گئے تھے خطباء اور واعظین بن گئے تھے یہود ونصاری کیلئے دردسر بن گئے تھے پھر جب یہ تحقیق کرتے کہ آخر یہ ظالم لوگ کون ہیں تو دیکھتے کہ اس کے اپنے احباب ہیں پیروکار ہیں لوگ انگشت بدنداں ہوتے اور بزبان حال کہتے کہ یہ بیچارہ اس شعر کا مصداق ہے......

من از بیگانہ گاں ہرگز نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آن آشنا کرد

اور یقیناً نصاب تعلیم والے کو مشورہ دیتے کہ آئندہ آپ ایسے لوگوں کو پیدا نہ کریں بلکہ صرف ماسٹر، فوج میں خطیب، اردو اور پشتو شروحات کی مدد سے بمشکل گوٹہ لگانے والے

ناقص مدرسین، صرف اردو فتاوی جات سے ناقلین مفتیان حضرات پیدا کرنے کا وعدہ کریں پھر آپ کو چھوڑ دیا جائیگا۔

کیا نصاب تعلیم منصوص ہے؟

ایک ساتھی نے سوال کیا کہ کیا نصاب تعلیم پر نص وارد ہوا ہے میں نے جواباً کہا کہ نہیں البتہ اس میں تبدیلی کی بھی کسی کو الہام اور وحی نہیں ہوئی ہے تو جب قدیم نصاب تعلیم کی افادیت مسلم ہے برسوں سے چلا آرہا ہے تو پھر تبدیلی کے مرجحات کیا ہے اور اب بعض ہٹ دھرمی اور تعصب سے کام لیتے ہیں حالانکہ جب سے تبدیلیاں شروع ہوئی ہیں اس وقت سے انحطاط شروع ہوا ہے فیا أسفا

کیا جدید عربی سیکھنا ضروری ہے؟

کیوں نہیں مگر اسکا یہ مقصد نہیں ہے کہ قدیم ادب عربی نصاب سے خارج کیا جائے کیا کوئی بھی ذی عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے نصاب میں ادب عربی صرف عربی بول چال کیلئے ہے نہیں بلکہ ادب عربی کا اصل مقصد کتب تفسیر وحدیث ضخیم مجلّات فتاویٰ جات کے عبارات سے صحیح مقصد نکالنا ہے باقی بول چال ثانوی درجہ ہے یہ تو مشق (پریکٹس) کیساتھ متعلق ہے اور اگر کوئی صرف عربی بول چال کتابوں کے سمجھنے کیلئے کافی سمجھتا ہے تو پھر مہتممین کو مشورہ دیدے کہ جو پاکستانی ابوظہبی، سعودی عرب میں ٹیکسی چلاتے ہیں ان کو جدید عربی آتی ہے لہٰذا دارالافتاء وغیرہ کا کام ان کے حوالے کیا جائے کیونکہ وہ شامی، عالمگیری سے مسئلہ نکال سکتے ہیں کیا کوئی ایسا کرے گا؟

بہرحال جدید عربی سیکھنے کا انتظام مدارس میں کیا جائے مگر اس کے ساتھ ساتھ اگر قدیم ادب عربی میں بھی مہارت ہو تو کیا خوب نہیں ہوگا؟

جہاں زخم ہے وہاں مرہم لگایا جائے؟

تمام کمزوریوں کا محور (نصاب تعلیم میں تبدیلیاں ہیں) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کیا خوب لکھا ہے وان من الانسان الیقضان بطبع الخ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ فطری طور پر بیدار طبیعت ہوتے ہیں اور بعض خوابیدہ طبیعت۔ جو لوگ بیدار عقل ہوتے ہیں وہ حضرات متعدد چیزوں کے درمیان جوامر جامع ہوتا ہے اس کو سمجھ لیتے ہیں۔ ان کا دل معلولات میں الجھنے کے بجائے علت کو ڈھونڈتا ہے۔ لہٰذا علماء کرام کو چاہیے کہ ان تمام کمزریوں کی اصل علت معلوم کریں اور پھر اس نقصان کی تلافی کریں تاکہ آئندہ نسلیں اس سے محفوظ ہو جائیں۔

مقتدر حضرات سے گذارش

سوچ کی بات ہے کہ درجہ عالیہ میں شرح العقائد اور فہم الفلکیات دونوں کے مضامین میں کافی فرق ہے دونوں کو یکجا کرنا جمع بین النصب والنون کا مصداق ہے البتہ ہدایۃ الحکمۃ کے مضامین شرح العقائد کے مشکل مسائل کیلئے معین اور ممد ہیں لہٰذا اس کو شرح العقائد کیساتھ ملایا جائے اور سلم العلوم کے مسائل کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر درجہ خامسہ میں پھر شامل کیا جائے۔

(۱) فہم الفلکیات میں جتنی بھی Calculation ہیں یہ مشکل اور بڑے اعداد کے ضرب وتقسیم پر مشتمل ہے جس کیلئے Calculator کا ہونا ضروری ہے جبکہ مدارس میں صرف درجہ اعدادیہ میں ریاضی کے بنیادی تعاملات، فنکشن پڑھائے جاتے ہیں۔

(۲) اسمیں جیومٹری کا استعمال ہے جس کیلئے بنیادی قابلیت کم از کم میٹرک ریاضی لازمی ہے جیومیٹری مسائل حل کرنے کی مشق کم از کم مسلسل ۶

سال تک ہو یعنی پھر مدرسہ میں داخلہ کی شرط میٹرک رکھی جائے اور پھر درجہ بندی کے لحاظ سے ہر درجہ میں ریاضی کی ایک کتاب سالانہ کے طور پر پڑھائی جائے حالانکہ درس نظامی میں ایسا ممکن نہیں اور جدید تعلیمی نفسیات کے مطابق بھی کتب کا بوجھ بڑھتا ہے۔

(۳) طلوع وغروب اور اوقات نماز کیلئے جو فارمولہ جات استعمال ہوئے ہیں ان میں درج ذیل اشیاء کا استعمال ہے۔

مساوات کا حل

مساوات میں چونکہ الجبری استعمال ہوتے ہیں اس لئے طلباء کو الجبراء سکھانا پڑے گا اور الجبری مساوات کے حل کیلئے میٹرک ریاضی پڑھانی لازمی ہے یعنی مدارس میں عصری سکولوں کی دہم ریاضی لازمی رکھنا پڑے گی۔

تکونیات (ٹرگنومیٹری)

جدید فلکیات میں اوقات نماز اور طلوع وغروب کے اوقات معلوم کرنے کیلئے تکونیاتی نسبتوں کا مسلسل استعمال ہے اور اس میں اچھی مہارت اس وقت تک ناممکن ہے جب تک ایف، ایس، سی کے معیار کی ریاضی میں مہارت نہ ہو کیونکہ دہم ریاضی میں ٹرگنومیٹری تعارفی طور پر شامل ہے اور اس میں مزید مہارت کیلئے ایف، ایس، سی ریاضی کے کم از کم تین ابواب، جو کہ ٹرگنومیٹری کے متعلق ہیں، میں مہارت ضروری ہے۔

سائنٹفک کیلکو لیٹر

اس کیلکو لیٹر کے استعمال کیلئے بھی میٹرک، ریاضی اور ریاضی (ایف ایس سی) کے ابواب کو خوب سمجھنا ضروری ہے تب کہیں سائنٹفک کیلکو لیٹر کا استعمال اچھی طور پر کیا

جا سکتا ہے یا پھر میٹرک پاس طلباء کو ایک سال ٹرگنومیٹری اور الجبری مساوات کی مشق کروائی جائے تو تب کہیں فلکیات جدیدہ کے فارمولوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس کے ذریعے سے عملی مسائل کے مشق کروائی جا سکتی ہے۔

بہر حال مندرجہ بالا فلکیات سامنے رکھ کر یہ بھی مد نظر رکھنا چاہیے کہ جدید فلکیات کی بنیاد پر اب تک جتنے اوقات نماز، طلوع وغروب کے جتنے کیلنڈر یا نظام الاوقات مرتب ہو رہے ہیں وہ سب پہلے نظام الاوقات میں کسی قسم کی غلطی نکالنے میں ناکام ہیں، بلکہ وہ پہلے نظام الاوقات کی تصدیق کر رہے ہیں تو اس سے پہلے طریقوں و قواعد کی مزید تصدیق ہوتی ہے تو پھر تو اصل کو نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ اگر جدید فلکیات کی کتب ضروری ہیں تو پھر فلکیات تو اصل میں تعبیر عملی تجربہ گاہ سے ہے تو کیوں نہ ان دینی مدارس میں فلکیات کی تجربہ گاہیں قائم کر کے انکو جدید آلات فلکیہ سے آراستہ کیا جائے اور اس کے لئے پڑھانے کیلئے عصری علوم (ایم ایس سی) کی آسامی بھی رکھنی پڑے گی۔

دوسری گذارش

اہل نظر انصاف کریں کہ موقوف علیہ میں شرح عقود رسم المفتی پڑھانا مذاق کی بات نہیں، کیا دورۂ حدیث شریف سے پہلے طلباء کرام سے مفتیان کرام بنانا ہے عجیب بات ہے التبیان مطالعہ کی کتاب ہے یا پڑھانے کی، ان کتابوں کی جگہ تمام علماء دیو بند کے سندات کی ستون حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی مایہ ناز کتاب حجۃ اللہ البالغہ کو موقوف علیہ میں شامل نصاب کیا جائے تا کہ طلباء کرام کو اسرار شریعۃ کا فلسفہ معلوم ہو جائے اور اسلام کے احکامات پر اعتراضات کرنے والون کیلئے عقلی جوابات کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

بندہ کی طرف سے ایک سوال

میرے ناقص ذہن میں ایک سوال ہے اب تک کسی نے اطمینان بخش جواب نہیں دیا امید ہے کسی کے ذہن میں جواب آجائے اور بندہ کو مطلع کرے، مہربانی ہوگی، سوال یہ ہے کہ ہمارے اسلاف کے اوقات انتہائی قیمتی تھے اصل سیاسی تحریکیں انہوں نے چلائیں جہادین انہوں نے کیں، تصنیف و تالیف کے میدان میں آگے آگے تھے تصوف وسلوک میں کسی سے پیچھے نہیں تھے ان تمام مصروفیات کے باوجود نحو، صرف، منطق، ہیۃ، علم المناظرہ، علم ہندسہ، فارسی ادب، عربی ادب وغیرہ خود بھی پڑھے ہیں اور دوسروں کو بھی پڑھاتے رہیں، آخر اب کیا آسمانی بجلی گرگئی ہے کہ یہ فضول اور بے ہودہ علوم ہو گئے ہیں اور جس کو جو بھی زبان پر آتا ہے کہتا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہمارے اکابر فضول اوقات ضائع کرتے تھے بعض اکابر کے اقوال نقل کرتے ہیں کہ فلاں نے فرمایا کہ فلان علم کی ضرورت نہیں ہے میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا اکابر فرد واحد کا نام ہے خدارا! انصاف کریں ایسے امور میں کسی کے تفرد کو اعتبار نہیں ہوتا بلکہ اکثریت کے رجحان کو دیکھا جائے گا۔

دوسرا سوال

یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے فلاں درجے کا سند ایف اے کے برابر ہے فلاں درجے کا بی اے کے برابر ہے وہکذا، اب سوال یہ ہے کہ ہمارے استاد کی دو حیثیتیں ہیں، ایک دینی اعتبار وحیثیت دوسرا دنیوی اعتبار وحیثیت، اگر اول حیثیت و اعتبار سے برابری مراد ہے تو یہ اسناد دینی کی توہین ہے کیونکہ مسلم حقیقت ہے کہ مشبہ بہ وجہ مشبہ میں مشبہ سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے تو پھر یہ کہنا چاہیے کہ انکا سرٹیفکیٹ ہمارے

فلاں درجے کے سند کیساتھ برابر ہے اگر دوسری حیثیت کے اعتبار سے برابری مراد ہو تو عجیب انصاف ہے کہ ایک آدمی گیارہ سال محنت کرتا ہے اور اسکو جو صلہ دیا جاتا ہے دوسرے کو دو سال محنت کے بعد دیا جائے۔

تیسری گذارش

ادب فارسی کو یکسر ختم کر دیا گیا ہے جسکی بدولت علماء وطلباء اکابر صوفیاء کے کلام کے استفادہ سے محروم ہوگئے ہیں مثلاً حضرت شیخ تھانوی صاحبؒ کی کلید مثنوی، التکشف عن مهمات التصوف، بو ادر النوادر اس طرح شیخ الاسلام قاسم نانوتویؒ کی تصنیفات اور علامہ اقبال کے خودی سے پر اشعار کا سمجھنا بھی دشوار ہوگیا حالانکہ جس طرح عصر حاضر کے دینی تقاضوں کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے اسی طرح اسلاف کے علمی ورثے کی حفاظت بھی ہمارا اولین فرض ہے۔

چوتھی گذارش

یہ ہے کہ اصول فقہ میں بنیادی مسائل قیاس کی طرف میں ہیں حالانکہ قیاس کا حصہ کہیں نظر نہیں آتا صرف اصول الشاشی میں طلباء پڑھتے ہیں مگر اس وقت استعداد انتہائی ناقص ہوتی ہے۔

ایک غلطی اور اس کا ازالہ

بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ کوئی بھی فن ہو اسکا ایک یا دو کتاب پڑھنا اس فن کے سمجھنے کیلئے کافی ہے کیونکہ اس فن کے ایک کتاب میں وہی اصطلاحات ہیں جو بعد کے کتابوں میں آتے ہیں، عرض یہ ہے کہ خدارا! یہ کوئی دانشمندی کی بات ہے تمام علوم پر نظر کیا جائے خواہ دینی علوم ہو یا دنیوی، سب کا حال یہ ہے کہ کسی مضمون

میں مہارت پیدا کرنے کیلئے یا صحیح سمجھنے کیلئے بتدریج ترقی کرنی پڑے گی، کیا ایک ہی کتاب پڑھنے سے کوئی سیاستدان بن سکتا ہے، کوئی انجینئر بن سکتا ہے کوئی ڈاکٹر بن سکتا ہے اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر ایک کتاب صرف کے پڑھنے سے کوئی طالب علم کس طرح صرفی بن سکتا یا ایک کتاب نحو اور منطق کے پڑھنے سے کس طرح نحوی اور منطقی۔

خطاب

مولانا سید یوسف شاہ صاحب

مولانا سید یوسف شاہ صاحب

تعارف

موضع لکی مروت سے تعلق رکھنے والے، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قابل، ہونہار فاضل، جید مدرس، سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے ، جمعیۃ علماء اسلام صوبہ خیبر پختونخوا کے امیر، جامعہ میں عرصہ سے شعبہ تدریس سے منسلک ہیں۔

علم، تعلیم اور تعلم کی اہمیت اور حیثیت

۲۴ شوال ۱۴۲۲ھ کو علم منطق کے معروف کتب ایساغوجی اور مرقات کے پریڈ کے افتتاح کے موقع پر استاد محترم مولانا سید یوسف شاہ صاحب (عرف شاہ جی) نے طلبہ درجہ ثانیہ سے علم کی اہمیت اور حیثیت پر ایک جامع اور پرمغز خطاب کیا جسے راقم الحروف نے ضبط کر کے اب شامل خطبات کیا جارہا ہے

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر:۲۸)

وقال النبی ﷺ طلب العلم فریضة علی کل مسلم

علم کیا ہے؟

محترم طلبہ کرام! علم کا مطلب جاننا، پہچاننا، یقین کرنا اور ایسی چیز کا ادراک کر لینا ہے جو انسان کو پہلے سے معلوم نہ ہو۔

اسلاف اور ائمہ کرامؒ کے ہاں علم کا مفہوم

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ’’علم وہ ہے جس کے ذریعے سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور نیکی و بدی میں تمیز کا ملکہ پیدا ہو جائے‘‘

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ فرماتے ہیں ’’حقائق کی دریافت علم ہے جو پیغمبروں کے توسط سے ہمیں ملا ہے‘‘

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ’’علم وہ ہے جس کے ذریعے سے خیر و شر کا شعور پیدا ہوتا کہ خیر کو اپنایا اور شر کو دبایا جا سکے‘‘

علم کو اتنی بلند درجہ مرتبہ اور فضیلت کیوں حاصل ہے؟

احادیث مبارکہ میں علم کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے کہیں تو فرمایا گیا:

اَلدُّنیا مَلْعُوْن،مَلْعُوْن مَّا فِیهَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالاَ هُ وَعَالِم اَوْ مُتَعَلِّم (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

اس حدیث میں اللہ کے ذکر کے بعد عالم اور متعلم کے سوا باقی ہر چیز کو ملعون قرار دیا گیا ہے ایک اور حدیث مبارکہ میں ذکر ہے اَلنَّاسُ رَجُلَانِ عَالِم وَمُتَعَلِّم وَسَائِرِ النَّاسِ هَمَج لَا خَیْرَ فِیْهِمْ ’’کام کے آدمی صرف دو ہی ہیں ایک عالم، دوسرا متعلم، باقی تو سب بے کار ہیں ان میں کوئی خیر نہیں‘‘ ایک اور حدیث میں ہے:

یُؤتٰی بِمِدَ ادِ طَالِبِ الْعِلْمِ وَدَمِ الشَّهِیْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَایَفْضُلُ اَحَدُ هُمَا عَلَی الْاٰخِرِ وَفِیْ رَوَایَةٍ فَیَرْجحُ مِدَادُ الْعُلَماءِ

’’قیامت کے دن شہید کا خون اور طالب علم کی سیاہی کو تولا جائے گا تو طالب علم کے علم کی سیاہی وزن اور فضیلت کے اعتبار سے بڑھ جائے گی‘‘

طالب علم کی اتنی فضیلت کیوں؟

سوال یہ ہوتا ہے کہ ’’طالب علم‘‘ میں ایسی کون سی خاصیت ہے کہ طالب علم کے علاوہ باقی لوگوں کے کو بے کار کہا جا رہا ہے اور اس کے قلم کی سیاہی کو شہید کے خون پر فضیلت دی جا رہی ہے، بلکہ یہاں تک فرمایا گیا ہے کُنْ عَالِماً اَوْ مُتَعَلِّماً اَوْ مُسْتَمِعاً اَوْمُحِباًّوَلَا تُکُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلِكُ (روی الطبرانی فی الثلاثة)

یعنی چار گروہوں میں شامل ہونے کی اجازت ہے (۱)عالم (۲)متعلم (۳)سامع (۴) یا ان سے محبت کرنے والے لیکن پانچوں گروہ میں شامل ہونے سے ڈرایا گیا ہے اور پانچویں گروہ والے کون ہیں؟ وہ ان علماء اور طلباء سے نفرت اور بغض رکھنے والے ہیں ایسے لوگوں کو ہلاکت کی دھمکی دی گئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض خصوصیات علم میں ایسی ہیں جن کی بناء پر ’’طالب علم‘‘ کو اتنی زیادہ فضیلت سے نوازا گیا ہے۔

علم کے مقصد کی بلندی

علم کے حصول کا مقصد انتہائی اعلیٰ وارفع ہے

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت

☆ رضائے الٰہی کا حصول

لہٰذا مقصد کے بلند ہونے کی وجہ سے علم کو فضیلت دی گئی۔

علم صفت الٰہی ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ علم خدا تعالیٰ کی صفات عظیمہ میں سے ایک صفت ہے، طالب علم گویا صفت باری تعالیٰ کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے اسے فضیلت دی گئی۔

منصب خلافت کی اچھی طرح ادائیگی

محترم طلبہ! تخلیق انسان کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو اپنے ارادے کی خبر دی تو فرمایا:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ (البقرہ: ۳۰)

''میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں'' کیا آپ ایسی مخلوق کو پیدا کر رہے ہیں جو زمین میں فساد مچائے گی اور خون خرابہ کرے گی''؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم سکھایا پھر فرشتوں کے سامنے کھڑا کر کے علم کی بنیاد پر انسان کی فضیلت و برتری ثابت کر دی۔

اور انسان کی تخلیق کا مقصد زمین میں خلافت الٰہیہ کا قیام تھا، فرشتوں نے تخلیق کے عناصر اربعہ کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ یہ زمین میں فساد مچائیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے علم سکھا کر فرشتوں کے سامنے پیش کیا تو یہ بتانا مقصود تھا کہ انسانی علم کی بنیاد پر ان کے عناصر کے تقاضوں کو زیر کرے گا اور علم ہی کی روشنی میں منصب خلافت کو سنبھالے گا۔

انسان کی زندگی کا مقصد اول علم کے حصول پر موقوف تھا، تو علم کی فضیلت بہت زیادہ بیان کی گئی تا کہ علم کی طرف توجہ، رغبت اور شوق زیادہ ہو۔

حصول علم کے اعراض و مقاصد کیا ہے؟

اسلامی نظریات کی روشنی میں حصول علم کے مقاصد بتدریج بیان کر دینا چاہوں گا:

معرفت الٰہی

اسلامی تعلیمات میں سب سے عظیم مقصد اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اور اس

کی صفات کی پہچان ہے تا کہ انسان خلافت کے قیام کا اہل ہو سکے اور مقام عبدیت کی شان کو سمجھ سکے اور بحسن و خوبی عبادت کو انجام دے سکے۔

اطاعت الٰہی

دنیا دار العمل ہے، دنیا کی ساری زندگی عمل سے عبارت ہے، علم حاصل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے عمل اور اپنی سرگرمیوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈال دے اور اس کے مقرر کردہ طریقوں کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔

رضائے الٰہی

علم کے حصول کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے، علم اس لئے حاصل کیا جاتا ہے تا کہ انسان اپنے عقائد و افکار، سیرت و کردار اور عمل کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈال کر اللہ کی خوشنودی حاصل کر لے اور محبت خداوندی کا اہل بن جائے۔

نیابتِ الٰہی

علم اس لئے حاصل کیا جاتا ہے تا کہ انسان اللہ کی خلافت کی حقیقت اور اس کے قیام کی ضرورت اور طریقوں سے واقفیت حاصل کر لے، اور اپنے آپ کو اس قابل بنا لے کہ وہ منصب خلافت پر متمکن ہو سکے اور اس کا حق ادا کر سکے۔

عبادتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات:۵۶)

''جن وانس کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ میری عبادت کریں''

علم کے بغیر انسان عبادت صحیح طریقے سے سر انجام نہیں دے سکتا، عبادت کا صحیح طریقہ اختیار کرنا اور اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سر انجام دینا علم ہی کی روشنی میں ممکن ہے۔

فرد کے لئے علم کا حصول ضروری کیوں؟

جیسے کہ میں نے پہلے حدیث مبارک بیان کی نبی علیہ السلام فرماتے ہیں:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ

''علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''

ہر شخص کیلئے علم کا حصول کیوں ضروری قرار دیا گیا؟ تو حصول علم کو ضروری قرار دینے کے بہت سے وجوہات علماء نے بیان فرمائی ہے جسے میں نمبروار بیان کروں گا۔

مقصد کی تکمیل

اس دنیا میں آنے کا جو مقصد ہے (قیام خلافت اور عبادت) علم کے بغیر ممکن نہیں۔

حالات سے نمٹنا

زندگی میں انسان کو مختلف حالات اور حوداث کا سامنا کرنا پڑتا ہے، علم رکھنے والے شخص دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ حوصلے کے ساتھ اور اچھی طرح سے حالات کا مقابلہ کرتا ہے۔

آخرت کی تیاری

انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمام تر کوششوں میں اپنی آخرت کو مدنظر رکھے۔ آخرت کی تیاری علم کی روشنی میں ہی ہوسکتی ہے۔

صلاحیتوں کا نکھار اور شخصیت کی متوازن نشوونما

علم کی وجہ سے ایک انسان کی باطنی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آجاتی ہیں اور وہ معاشرے کا ایک بہترین فرد بن کر معاشرے کی اچھی طریقے سے تربیت کرنے کے قابل ہوں گے۔

تعمیر کردار

علم کی روشنی میں انسان معاشرے کے اچھے اور برے رویوں اور اطوار و عادات کا موازنہ کر کے اپنے لیے اچھے سے اچھے راستے کا انتخاب کرسکتا ہے، علم کی روشنی میں انسان اپنی عادات کا جائزہ بھی لے سکتا ہے جب کے جاہل اپنے بارے میں خوش فہمی کا شکار رہتا ہے اور معاشرے کا عضو صالح نہیں بن سکتا۔

علم معاشرے کے لیے ضروری کیوں؟

علم جس طرح ایک فرد کی ضرورت ہے اسی طرح معاشرے کی بھی ضرورت ہے، معاشرہ، بحثیت معاشرہ، علم کا محتاج ہے۔

معاشرے کی اصلاح

معاشرے میں اکٹھے رہنے والے افراد مختلف طبیعتوں کے مالک ہوتے ہیں معاشرے میں جب ہر فرد تعلیم سے بہرہ ور ہو تو معاشرے میں ہم آہنگی رہتی ہے تو معاشرہ تندرست سمجھا جاتا ہے۔ بصورت دیگر فرد کے دل سے اپنی ذمہ داری کا احساس ختم ہو جاتا ہے اور وہ شعوری یا لاشعوری طور پر معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔ مہذب معاشرہ وہی ہوتا ہے جس کے زیادہ سے زیادہ افراد تعلیم یافتہ ہوں۔

معاشرے کے وقار میں اضافہ

ہر معاشرہ اپنے مخصوص اقدار، روایات، تعلیمات، عقائد، تاریخ اور کارنامے رکھتا ہے علم کی وجہ سے معاشرہ کے تشخص میں قابل قدر تبدیلیاں آتی ہیں جس کی وجہ سے معاشرے کے وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔

معاشی استحکام

عملی طور پر پسماندہ معاشرے معاشی بے اصولیوں کا شکار ہو جاتے ہیں کہ سارا معاشی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، جب کے تعلیم یافتہ معاشرے تعلیم کی وجہ سے اپنی معیشت کو مستحکم کر لیتے ہیں۔

عسکری طاقت میں اضافہ

علمی طور پر مستحکم قوم عسکری طور پر مضبوط ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ دشمن کا مقابلہ کر سکتی ہے علاوہ ازیں عسکری طاقت کی مضبوطی باطل کو دبانے میں معاون ہوتی ہے۔

بین الاقوامی اہمیت

تعلیم یافتہ معاشرے بین الاقوامی سطح پر اپنی اہمیت منوا لیتے ہیں جس کی وجہ سے عالمی فیصلوں میں اپنے مفادات کا تحفظ بہترین طریقے سے کر سکتے ہیں فرد کی انفرادی اصلاح اور معاشرے کی اجتماع اصلاح اور فلاح علم کے ذریعے ہی ممکن ہے، افراد کی صلاحیتوں کو ابھارنا نکھارنا اور استفادہ کے قابل بنانا علم ہی کے ذریعے ممکن ہوتا ہے، معاشرہ اور اس کا تشخص علم کی بدولت برقرار رہتا ہے ورنہ پہلے معاشرہ اپنا وقار کھو بیٹھتا ہے پھر رفتہ رفتہ اپنے وجود سے محروم ہو جاتا ہے۔

علم انسان کا مابہ الامتیاز ہے

جانداروں میں اللہ تعالیٰ نے جتنی قوتیں پیدا کی ہیں تقریباً تمام قوتوں میں حیوان انسانوں سے بڑھ کر ہیں مثلاً طاقت وقوت، حملہ کرنا، دشمن کو شکست دینا وغیرہ، صرف ایک صفت علم ہی ایسی ہے جس میں انسان دیگر تمام جانوروں سے آگے ہے لیکن

اسی ایک صفت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور تمام حیوانوں کو اس کے تابع کر دیا، علم ایک ایسی صفت ہے جو صرف انسانوں کا خاصہ ہے باقی تمام صفات میں انسان اور جانور دونوں شریک ہیں، جو شخص علم سے محروم ہے وہ گویا شرف انسانیت سے محروم ہے، علم سے محروم آدمی ظاہراً انسان نظر آتا ہے لیکن اس کے اندر ایک جانور کی سی خصلتیں ہوتی ہیں۔

چونکہ زمین میں خلافت کا قیام اور فرد و معاشرے کی فلاح اور ریاست نجات علم کی بدولت ہے اور اس کے علاوہ انسان کی انسانیت بھی علم کے سہارے قائم ہے، تو اس وجہ سے اسلام میں علم کے حصول کو اتنا اعلیٰ مرتبہ دیا گیا اور قرآن وحدیث میں جا بجا بے شمار مقامات پر علم کے فضائل بیان کیے گئے اور علم کی فضیلت پر بے شمار کتابیں بھی منصۂ شہود پر آ چکی ہے جس کی فہرست کئی جلدوں پر محیط ہونگے میں بس ان چند باتوں پر اکتفا کرنا چاہتا ہوں کل سے انشاء اللہ باقاعدہ اسباق شروع کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم کی شان سمجھنے اور اسے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

وآخر دعوان ان الحمد للہ رب العالمین

(ضبط وترتیب محمد اسلام حقانی)

خطبات
مولانا حامد الحق حقانی صاحب

مولانا حامد الحق حقانی صاحب

تعارف

بڑے برخوردارم حامد الحق ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے لائق مدرس اور میرے انتظامی امور کے شریک کار، جمعیۃ علماء اسلام کے نائب امیر، سابق ممبر قومی اسمبلی نوشہرہ (2003-2007) بھی رہے وسابق چیئر مین اسٹینڈنگ کمیٹی برائے بلدیات ودیہی ترقی وخوشحال پاکستان پروگرام، جامعہ حقانیہ میں تدریس اور ادارے کے انتظامی امور میں خدمات کے علاوہ اپنے سیاسی حلقے ضلع نوشہرہ میں بھی عوامی سطح پر فلاحی و رفاہی خدمات بھی سرانجام دیتے ہیں اور ملک بھر میں جمعیت علماء اسلام پاکستان کو فعال بنانے کیلئے اپنا مثبت کردار ادا کررہے ہیں جبکہ عالمی سطح پر بھی مختلف ممالک میں تبلیغی، دینی وسیاسی، بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کرتے رہتے ہیں ۔قومی اسمبلی میں انہوں نے تن تنہا شریعت بل پیش کرکے پاکستان کے کروڑوں عوام کی بھرپور نمائندگی کی تھی اور ضلع نوشہرہ میں تعمیر وترقی کے نئے راستے پسماندہ اورغریب لوگوں پر کھول دیئے تھے۔

عیدالاضحیٰ کی اہمیت اور قربانی کی حیثیت

جناب مولانا حامد الحق حقانی نے عیدالاضحیٰ کے موقع پر مرکزی عیدگاہ اکوڑہ خٹک میں یہ خطاب فرمایا

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد ! فأعوذباللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۱۹)

’’بیشک اللہ کے نزدیک صرف دین اسلام ہے‘‘

قربانی کی اہمیت

محترم سامعین ! اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے بہترین اور محبوب ترین دین، دین اسلام ہے یہ وہ دین ہے جو حضور اکرم ﷺ کے ذریعے آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے امت کو پہنچا جو قربانی حضرت ابراہیمؑ نے پیش کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہمیں اس قربانی سے کیا سبق ملا؟ اور اس قربانی کی اصل روح اور مرتبت کیا ہے؟

خطبہ حجۃ الوداع نظام حیات کا عظیم نسخہ

آپ کے سامنے چند الفاظ میں اس کی وضاحت کر دیتا ہوں کیونکہ بڑوں کا حکم

ہے ویسے تو وہ مجلس میں موجود نہیں کیونکہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے گئے ہوئے ہیں اللہ رب العزت ان کے اور دوسرے تمام حجاج کرام کے حج کو قبول فرمائے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے حضور اکرم ﷺ نے ہمیں مکمل دین پہنچایا اور ہمیں واضح طور پر بتلا دیا کہ کس شریعت پر چلنا ہے زندگی کو کس انداز سے گزارنا ہے سب کچھ واضح کر دیا اس عظیم اجتماع میں جس کو لاکھوں کی تعداد نے سنا جس میں مسلمانوں کو نظام حیات کا عظیم نسخہ دیا گیا جس کو تاریخ نے خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے یاد رکھا اس خطبے کو مسلمانوں نے نہ صرف سنا بلکہ اس کو اپنی ہر ہر سانس میں بسا لیا، آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوادع میں فرمایا کہ میں نے آج آپ کے درمیان رنگ ونسل کا امتیاز ختم کر دیا ہے اور تم پر ایک دوسرے کا خون بیت اللہ کی حرمت کی طرح حرام ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے جانے کے بعد تم ایک دوسرے سے قتل وقتال اور خون بہانے میں لگ جاؤ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دنیا داری میں پھنس کر رہ جاؤ ہم سب بہت خوش قسمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا کی سب سے مقدس ترین جگہ مسجد میں اکٹھا فرما دیا بجائے میلے ٹیلوں پر جانے کے جیسے حجاج کرام سنت ابراہیمی کی پیروی میں منٰی اور مزدلفہ کے میدانوں میں وہی سنتیں تازہ کر رہے ہیں جو ہمیں قربانی کی شکل میں ملی اور کھلے آسمان تلے سربسجود ہیں تو چاہے کہ ہم بھی ان کی تائید کرے۔

دنیا میں قربانی جنت کی سواری

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح تم دنیا میں بہترین سواری کا انتظام کرتے ہو تو لحد سے لیکر میدان محشر تک جانے کے لئے بھی ایک سواری کا انتظام کر لو تو قربانی کرنا ہی اصل میں اس سواری کا انتظام کرنا ہے اور اپنے آپ کو اسی کے ذریعہ جنت کے نشانات تک پہنچانا ہے اور اپنے باپ دادا حضرت ابراہیمؑ اور آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا ہے آپ میں

سے ہر اس شخص پر قربانی واجب ہے جس کے پاس کچھ زمین وغیرہ اپنی ضروریات سے علاوہ ہو اور وہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ میں آئندہ اس زمین میں گھر بناؤں گا یا کھیت وغیرہ کیلئے اس کو مستعمل کروں گا اور اس زمین کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی سے زیادہ ہو تو یہ شخص شریعت کی رو سے مالک نصاب ہے اور اگر کوئی شخص ایسا ہو جو مقروض ہو اور وہ قرض ادا کرنے کے بعد صاحب نصاب نہیں ہو پاتا تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی اصل روح اور ہم

حضرت ابرہیمؑ کی قربانی کی اصل روح کو ہم کھو بیٹھے ہیں کیونکہ آج سب لوگ دنیا کے چکروں میں گم ہو چکے ہیں اور اللہ اور رسول ﷺ کے دین کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور دنیا داری میں ڈوب کر رہ گئے ہیں اس عظیم قربانی کو پہلی ادا کرنے کے وقت باپؑ اور بیٹے کو جو درد ملا تھا وہ درد آج کے ہر باپ اور بیٹے کیلئے بھی ہیں حضرت ابراہیمؑ پر ہر طرح کے امتحانات و تکالیف آئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر امتحان میں کامیاب کیا۔

ابراہیمؑ جو آزر کے گھر میں دنیا کی ہر نعمت و آسائش میں پیدا ہوئے حکومت و وزارت حاصل کرنا ان کیلئے کوئی مشکل کام نہ تھا لیکن ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف تھا اور انہوں نے اپنے باپ جو بہت بڑا بت تراش تھا اس کا راستہ چھوڑ دیا اور بغاوت کا راستہ اختیار کر لیا اور انقلاب کا راستہ چن لیا حتیٰ کہ ان کو قتل کرنے کی اور ملک بدر کرنے کی دھمکیاں ملنے لگی۔

حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کا گلزار ہونا

جب بادشاہ کو محسوس ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ قوم میں بغاوت پھیلا رہے ہیں تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلا دیا جائے یہ ایسی تاریخی آگ تھی جس نے اپنے آس پاس کے درختوں کو بھی مرجھا دیا تھا اور ان کیلئے ایک قسم کا منجنیق

نصب کیا جس کے ذریعہ سے ان کو آگ میں ڈالا جاتا تھا زمین اور آسمان رو رہے ہیں، حجر و شجر سب رو رہے ہیں، فرشتے رو رہے ہیں اور درخواست کر رہے ہیں کہ یا اللہ! اپنے خلیل کی امداد فرما اللہ رب العزت نے فرشتے کو اجازت دی فرشتہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ میں نے عاد اور ثمود کو تباہ کیا تھا آپؑ حکم فرمائے کہ اس نمرود اور اس کی سلطنت کو تباہ کر دوں حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ فرشتے نے عرض کیا کہ اس ذات نے جس کے عشق میں آپ جل رہے ہیں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں اس حالت میں راضی ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ رب العزت مجھے اس حالت میں دیکھے کہ میرا خلیل میرے عشق میں جل رہا ہے اور وہ میری مدد نصرت اسی ہی حالت میں کرے گا، پھر دنیا نے دیکھا جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا تو جیسے ہی آپؑ آگ میں داخل ہوئے آگ آپؑ کیلئے بَرْدًا وَّ سَلٰمًا کے مصداق بن گئی دنیا حیران رہ گئی حضرت ابراہیمؑ نے سجدہ شکر ادا کیا کہ اللہ ہی یکتا ہے اور وہی احد و صمد ذات ہے جب یہ تدبیر بھی کارآمد ثابت نہ ہوئی تو حضرت ابراہیمؑ کو ملک بدر کیا گیا اور ہجرت کا حکم دیا گیا اور مکہ معظّمہ چلے گئے اللہ تعالیٰ نے اس نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کا کام لیا جو نوحؑ کی قوم پر آنے والی طوفان کے بعد منہدم ہو چکا تھا باپ بیٹے نے مل کر خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی اور لوگوں کو نماز وعبادت کی طرف بلانا شروع کیا۔

ندائے لبیک اور حضرت ابراہیمؑ

اور انہوں نے لبیك اللهم لبیك کی ندیٰ بلند کی اور حضرت ابراہیمؑ کی صدا میں اس قدر اخلاص وللّٰہیت تھی جس کو قیامت تک آنے والے لوگوں کیلئے سنت قرار دے دیا گیا......

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

حضرت ابراہیمؑ کو خواب سچا کرنے کا حکم ملا کہ اپنے محبوب فرزند حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کے راستے میں قربانی کرے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی خلیلیت کو ثابت کر دیا اور اپنے فرزند کو چھری تلے ڈال دیا شیطان نے بہت کوشش کی کہ آپؑ کیا کر رہے ہیں حضرت ابراہیمؑ نے شیطان کو پتھروں سے مارا جس کی اتباع میں حجاج کرام آج بھی سنت کو پوری کرتے ہیں جمرات کی شکل میں شیطانوں کو مارا جاتا ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کو قربانی کے لئے پیش کرنا

جب حضرت ابراہیمؑ چھری کو حضرت اسماعیلؑ کی گردن پر چلانے والے تھے کہ آسمانوں سے حضرت جبرائیلؑ نے آواز لگائی اور انہوں نے اللہ اکبر کی صدا لگائی کہ کہیں حضرت ابراہیمؑ چھری نہ پھیر دے ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ قربانی قبول ہوگئی اور باآواز بلند کہا لاالہ الا اللہ واللہ اکبر چھری کے نیچے سے حضرت اسماعیلؑ نے آواز لگائی واللہ أکبر و للہ الحمد آج حجاج کرام اس مکالمے کو ترانے کی شکل میں پڑھتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کا چہرہ ہشاش بشاش ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری قربانی قبول فرمالی ہے اللہ رب العزت کو خون کی ضرورت نہیں بلکہ اخلاص وتقویٰ کی ضرورت ہے اللہ سے دعا کریں کہ اللہ رب العزت ہم سب کی قربانی کو قبول فرمائے جب کبھی ہم اس لادینیت کی مصیبت سے چھوٹ گئے اور اللہ اور رسول ﷺ کے راستے پر روانہ ہو گئے تو ہمارے تمام کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے کیونکہ تمام مسائل قربانی سے حل ہوتے ہیں۔

ہمارے صوبہ سرحد کے علاقے ملاکنڈ بونیر میں چند سرفروشانِ اسلام اٹھے ہیں

اور اپنے سینے حکمران وقت اور گولیوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس علاقے میں اسلامی نظام چاہتے ہیں آج ہمیں جتنی بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ سب کے سب ہمارے اعمال کی وجہ سے ہیں ہمارے اعمال خراب ہو چکے ہیں ہمارے اندر اتحاد واتفاق واخلاص ختم ہو چکا ہے آج کے اس مبارک دن کی برکت سے اور جو باتیں اور مسائل پڑھے اور سنے اللہ تعالیٰ اس پر پورا پورا اجر عطا فرمائے اور عمل کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

منبر جامعہ حقانیہ سے پارلیمنٹ تک اذان حق

نفاذِ شریعت کیلئے پارلیمنٹ میں حق کی صدا

۲۹ مارچ ۲۰۰۴ء کو پارلیمنٹ ہاؤس قومی اسمبلی میں مولانا حامد الحق حقانی ایم این اے نے پارلیمنٹ کے مشترکہ سیشن سے صدر کے خطاب پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے مفصل تقریر فرمائی مولانا صاحب وقتاً فوقتاً قومی اسمبلی کے اس قلیل عرصہ میں آوازِ حق اٹھاتے چلے آئے ہیں بین الاقوامی، قومی و علاقائی ایشوز پر وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جمعیت علماء اسلام کی بھرپور نمائندگی کا حق ادا کررہے ہیں اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی تقاریر کا اصل ہدف پاکستان میں شریعت مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا مطالبہ ہے ماضی میں سینٹ آف پاکستان میں مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ کا پیش کردہ شریعت بل پانچ سال کی طویل بحث وتمحیص کے بعد ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء کو متفقہ طور پر نفاذ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء کے عنوان کے ساتھ منظور کرلیا گیا تھا، یہ بل ۱۳ جولائی ۸۵ء کو ایوان بالا میں پیش کیا گیا تھا، اوراس پر پانچ سال کے دوران متعدد کمیٹیوں نے کام کیا اور اسے سینٹ سیکٹریٹ کی طرف سے عوام کی رائے معلوم کرنے کے لئے مشتہر بھی کیا گیا' ملک بھر میں کئی سال تک اس کے ہر پہلو پر بحث و مباحثہ جاری رہا بل میں مختلف حلقوں کی طرف سے متعدد ترامیم پیش کی گئیں اور ترامیم سمیت سینٹ نے بل کا آخری مسودہ متفقہ طور پر منظور کرلیا جسے آگے جاکر قومی اسمبلی نے منظور کرنا تھا، مگر قومی اسمبلی میں پیش ہونے کے بعد اسے مسخ کردیا گیا اور یہ بالکل غیر موثر ہوکر رہ گیا اب اس بل کو شریعت بل کے محرک مولانا سمیع الحق مدظلہ کے صاحبزادے مولانا حامد الحق حقانی نے نفاذ شریعت ایکٹ ۲۰۰۳ء کے نام سے موجودہ قومی اسمبلی میں منظور کرانے کے لئے دوبارہ قومی اسمبلی کے سیکرٹریٹ میں داخل کروانے کی سب سے پہلے سعادت حاصل کی ذیل کی تقریر میں محرک شریعت بل مولانا حامد الحق حقانی نے اسی بل کی منظوری پر زور دیا ہے (منبر جامعہ حقانیہ سے دارالعلوم کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مہتمم جامعہ مولانا سمیع الحق اوران کے فرزند مولانا حامد الحق اور درجنوں فضلاء حقانیہ نے پاکستان کے پارلیمنٹ کو منبر جامعہ حقانیہ کے طور پر استعمال کیا الحمدللہ اس سلسلہ میں بطور مثال یہ خطاب شامل کیا جارہا ہے جبکہ اول دونوں اکابر کے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں اذان حق دینے کی تفصیل پر مستقل کتابیں موجود ہیں) (ایڈیٹر ماہنامہ الحق)

ہمارے تمام مسائل کا حل صرف اسلام ہے

جناب اسپیکر! شکریہ آپ نے موقع عنایت فرمایا آج اس پارلیمنٹ میں ہم سب مل کر ملک اورقوم کی فلاح و بہبود کی مشترکہ بات کررہے ہیں کوئی حزب اقتدار میں ہے تو کوئی حزب اختلاف میں ہے، ہمیں حوصلہ سے سب کے پوائنٹس (Points) سننے ہوں گے جناب جنرل پرویز مشرف نے جو خطاب یہاں پر کیا اس میں پاکستان کے اندر نعمتوں کا ذکر کیا کہ پاکستان مالا مال ہے، یہاں قدرتی وسائل ہیں، پاکستان اپنے پاؤں پر کھڑا ہے، لیکن جناب اسپیکر! انہوں نے سابقہ حکمرانوں کی طرح روش اختیار کی انہوں نے صرف ایک بات نہیں کی تو وہ پاکستان میں اسلامائزیشن کی بات نہیں کی ہمارے ملک کے عوام کی ۵۶ سال سے یہ آس ہے، اس امید پر وہ منتظر ہیں کہ یہاں پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ ہو جو کہ ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔

قوم کے ساتھ ٹوپی ڈرامہ نہیں کھیلنا چاہیے

جناب اسپیکر! یہاں اسمبلیاں آتی ہیں بنتی ہیں، بگڑتی ہیں، ہم قوم کے ساتھ ٹوپی ڈرامہ کھیلتے رہتے ہیں کوئی اپوزیشن میں بیٹھتا ہے کوئی اقتدار میں لیکن ملک اورقوم کے لئے یہاں سنجیدگی سے بات نہیں ہوتی عوام کے مسائل دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں آج ہم جن مشکلات کا شکار ہیں، جس بدامنی کا شکار ہیں، جس مہنگائی کا شکار ہیں اور جو ہماری پاکستانی قوم کی ذہنی کیفیات ہیں پوری قوم ذہنی اور روحانی مریض بن چکی ہے اس مرض کا ایک ہی علاج ہے کہ اس ملک میں شریعت نافذ کی جائے۔

قوم کی تمنائیں، امیدیں اور شریعت بل کا مقدمہ

جناب اسپیکر! میں یہ بات پورے درد کے ساتھ بیان کررہا ہوں کہ اس کے لئے یہاں پر میرے آباؤ اجداد، میرے دادا شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ

اس پارلیمنٹ میں تین مرتبہ آئے انہوں نے اسلام کی بات کی میرے والد محترم مولانا سمیع الحق صاحب سینیٹر پارلیمنٹ سے پانچ چھ مرتبہ وابستہ چلے آرہے ہیں انہوں نے ۸۵ء سے ۹۰ء تک شریعت بل کے لئے جدوجہد کی اور بلاآخر شریعت بل کو سینٹ ایوان بالا آف پاکستان سے پاس کروایا۔

ایوان میں تیسری نسل کی صدائیں

آج جناب والا! اللہ تعالیٰ نے وہ دن بھی دکھایا کہ ان کے خاندان ان کے گھر کی تیسری نسل یہاں آ کے اسلام اور شریعت کی بات کرے، ہم نے صرف بات ہی یہاں نہیں کی پریکٹیکلی (Practically) کر کے دکھایا میں نے شریعت بل ۲۰۰۳ء کے نام سے قومی اسمبلی میں آپ کے پاس جمع کر رکھا ہے خدارا! قوم کی تمنائیں اور امیدیں اس کی طرف لگی ہوئی ہیں اس کو پارلیمنٹ کے فلور (Floor) پر لائیں، ایجنڈے پر لائیں، کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے کہ کون شریعت کی مخالفت کرتا ہے؟ اور کون شریعت کی حمایت کرتا ہے؟

ہماری شریعت میں فسطائیت نہیں ہے

ہماری شریعت میں فسطائیت نہیں ہے، ہماری شریعت میں یہاں اقلیتوں کو جو حقوق حاصل ہوں گے وہ بھی ہماری آنے والی نسلیں دیکھیں گی کہ ان کو اسلام کون سے حقوق دیتا ہے کسی کو ڈرنے کی ضرورت نہیں کبھی خواتین اٹھتی ہیں، تو کبھی اسلام سے خوفزدہ کرنے کے لئے یہاں مختلف باتیں اٹھائی جاتی ہیں ہماری قوم میں مختلف قوتیں یہاں تفریق پیدا کرتی ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ یہ قوم آپس کے مسائل میں خصوصاً فروعی مسائل میں الجھی رہے، لڑتی رہے یہاں پر عملاً اسلامی نظام کا نفاذ نہ آئے' لیکن یہ ہماری تمنا ہے میں اپنے متحدہ مجلس عمل کے بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ ہم نے

اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر ووٹ لیا ہمیں یہاں سیاست نہیں کرنی ہوگی' سیاست نبوی ﷺ کرنی ہوگی کتاب کے نام پر ووٹ لیا ہے تو کتاب کے نام پر جس شریعت بل ۲۰۰۳ء کو میں نے قومی اسمبلی میں جمع کروانے کا جرم کر رکھا ہے اس جرم کو خدارا! معاف کر دیا جائے میں نے کوئی سیاسی غلطی نہیں کی اس کی سپورٹ (Support) کیلئے میرے ساتھ ایم ایم اے کے ساتھی اٹھیں، پیپلز پارٹی کے ساتھی اٹھیں، مسلم لیگ (ن) اور اس کے تمام دھڑوں کے ساتھی اور پارلیمنٹ کی تمام پارٹیاں اٹھیں حکمران اور حکومت بھی سنجیدگی سے ہمارا ساتھ دیں تب ہی اس ملک کے مسائل حل ہو سکیں گے۔

وزیر اعظم سے شریعت کے نفاذ کی پرزور اپیل

میں جناب وزیر اعظم جمالی صاحب سے درخواست کروں گا کہ میں نے اپنی مختصر سی عمر میں اس پارلیمنٹ سے بہت سے حکمرانوں کو آتے جاتے ہوئے دیکھا ہے میں نے دیکھا ہے کہ یہاں بڑے بڑے جرنیل صدر اور وزیر اعظم چند سال رہتے ہیں، بدل جاتے ہیں خدارا! جمالی صاحب آپ کے پاس وقت ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو موقع دیا ہے آپ ڈریئے مت؟ اور نعرہ تکبیر کہیے ہم آپکا ساتھ دینگے اس ملک کے مسائل کے حل کیلئے سب سے پہلے یہاں اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کریں پھر پوری پارلیمنٹ آپ کی پشت پر کھڑی ہوگی۔

ملک کو داؤ پر لگانے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں

محترم اسپیکر صاحب! ہم یہاں صرف اس لئے نہیں آئے کہ ہم حکومت کی مخالفت برائے مخالفت کریں اگر مثبت بات آپ کی طرف سے آئے گی، دینی مدارس میں مثبت قدم کی بات ہوگی کمپیوٹرز کی بات ہوگی تو ہم اس بات کو اپریشیئٹ (Appreciate) کریں گے، سپورٹ (Support) کریں گے اور اگر آپ یہاں صرف

بیرونی حکمرانوں کے کہنے پر اس ملک کو داؤ پر لگائیں گے تو پھر ہم ڈٹ کر مقابلہ کریں گے یہاں پر انشاء اللہ ہمارے ساتھی حزب احتساب کا کردار ادا کرینگے ہماری یہ خواہش نہیں کہ حکومتیں گرتی جائیں، صرف حکمرانوں کے چہرے بدلتے جائیں، ہمیں یہاں غرض ہے کہ قوم کا جو اصل مقصود ہے اس کا عملی نفاذ اور تنفیذ کی جائے آج کشمیر کے ایشو سے ہم ہٹتے جا رہے ہیں پورے پاکستان کی نظریں ہماری طرف ہیں ہم کون سی صدی میں داخل ہو رہے ہیں؟ لیکن آج تک مسئلہ کشمیر کو ہم حل نہیں کر سکے ہمارے سٹینڈس (Stands) اس پر بدلتے رہتے ہیں ہم یوٹرن (U turn) لیتے رہتے ہیں، کبھی ہم ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرنے کی طرف بیرونی دنیا کو اشارے دیتے ہیں جو انتہائی زیادتی ہوگی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے والی بات ہوگی۔

سائنسدانوں اور ڈاکٹر قدیر کے بارہ میں احتجاج

آپ یہاں اپنے سائنسدانوں کو مضبوط بنائیں ان کا احترام کریں ان کا مقام جیل میں نہیں آج آپ انڈیا میں دیکھیں انہوں نے اپنے سائنسدان کو صدر بنا دیا ایک ریسپیکٹ (Respect) دی ہے لیکن ہمارے سائنسدانوں کو یہاں قوم کے سامنے ننگا کرنے کے لئے پیش کیا گیا جو کہ نہایت افسوسناک ہے۔

غیور قبائل پر ظلم و زیادتی قابل صد افسوس

آج ہم پاکستان کو تقسیم نہیں کرنا چاہتے لیکن بیرونی طاقتوں، بیرونی حکمرانوں اور دیگر ممالک کی فکر میں ہم نے دیگر ممالک کی حکومتوں کی اسٹیبلیٹی (Stability) کیلئے ہم نے اپنے ملک کو، خصوصاً صوبہ سرحد کو وانا وزیرستان کو داؤ پر لگا دیا ہے۔

آج ہم پھر ایک مغربی پاکستان خدانخواستہ کہیں بنانے کی طرف نہ جا رہے ہوں انشاء اللہ جب تک وہاں پر دیندار طبقہ موجود ہے، غیور قبائلی موجود ہیں، وہ اس کو

مشرقی پاکستان نہیں بننے دیں گے لیکن خدارا! آپ لوگ عقل کے ناخن لیں، یہ کہاں کی دانشمندی ہے، کہ اپنے ہی قبائلی لوگوں کو ہم القاعدہ کا نام دیں، اپنے علماء اور طلباء کو ہی ہم القاعدہ کا نام دیں اور ان پر گولیاں چلائیں' آج ہمارے بیچارے پاکستانی فوجی جن کی بندوق انڈیا اور امریکہ کی طرف اٹھنی چاہیے تھی وہ بدقسمتی سے اپنے ہم وطنوں پر گولیاں برسا رہی ہیں آج ہمارے کئی فوجی بھائی اس آپریشن میں جان سے ہاتھ دو بیٹھے جس پر ہمیں افسوس ہے اور کئی فوجی جوانوں کا ضیاع ہوا جو کہ ہمارے لئے باعث فخر نہیں ہے خدارا! آپ وہاں پر پکڑ دھکڑ ختم کریں، پوری قوم ایک عذاب میں مبتلا ہے پہلے ہم نے افغانستان جیسے مضبوط سدِ سکندری کو توڑ دیا وہاں پر ہمارے اچھے ٹھیک ٹھاک ہمسائے دوست حکومت کر رہے تھے لیکن آج ہم نے وہ سرحد بھی غیر محفوظ بنا لی دوسری طرف سے ہمیں انڈیا آنکھیں دکھاتا رہتا ہے۔

علماء و طلباء کو کیوں تنگ کیا جا رہا ہے

جناب اسپیکر! پاکستان کے دفاع کو مضبوط کرنے کی اس ایوان میں بات کی جائے نہ کہ اسے کمزور کیا جائے آج مدارس کے علماء کو تنگ کیا جا رہا ہے نئے نئے پرنسپلز (Principles) سکھائے جا رہے ہیں خدارا! ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ چودہ سو سال سے جو نصاب آ رہا ہے جو نبی کریم ﷺ نے قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیمات دی ہیں وہ کبھی بھی غلط نہیں ہوسکتیں' وہ تمام کی تمام درست ہیں' برحق ہیں۔

ضبط و ترتیب: جناب شفیق الدین فاروقی

الحق ج ۳۹، ش ۸/۷، اپریل مئی ۲۰۰۴ء

تاثرات
مولانا راشدالحق سمیع حقانی صاحب

مولانا حافظ راشدالحق سمیع حقانی

تعارف

عزیزی حافظ راشدالحق،فرزند دوئم ہیں، اولاد آنکھوں کا نور، جگر کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہوتی ہے۔مگرایک باپ کیلئے کسی ایک پر تبصرہ کرنا مشکل ہوتا ہے،حافظ راشد الحق اپنی صلاحیت ماہنامہ ''الحق'' کے اداریوں،تعزیتی شذروں اور مضامین سے منوا چکے ہیں اور پچھلے سولہ برس سے یہ ذمہ داری باحسن طریقے انجام دے رہے ہیں جبکہ تحریر کا یہ ملکہ حیرت انگیز طور پر یکا یک اوراچانک ظاہر ہوا کہ الحق کی ادارت سے پہلے انشاء ادب اورتحریر کے جوہر پنہاں تھے،صرف تھوڑے ہی وقت میں میری نامزد کردہ کچھ کتابیں ذوق وشوق سے پڑھیں اور پھر قلم روانہ ہوگیا، حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سے میری طرح اسے بھی خصوصی لگاؤ ہے،کوچہ ادب وصحافت کی جانب مائل کرانے میں ان دوہستیوں کا کافی اثر ہے،اسی طرح مولانا ابراہیم فانی صاحب کی مجلسوں نے شعروشاعری کا چسکہ بھی انہیں لگایااور سب سے بڑھ کر اس جانب مائل ہونے میں یقیناً دارالعلوم حقانیہ کی کرامتیں اور اولوالعزم دادا شیخ الحدیثؒ کی نسبتیں ودعائیں بھی کارفرما ہیں،راشد نے قرآن کریم کا حفظ حقانیہ میں کیا ، پھر دو برس کراچی کے بنوری ٹاؤن کی پرنور علمی فضاء میں ان کے شوق علم کو مہمیز ملا،

حقانیہ کے تمام تعلیمی نصابی مراحل سے گزر کر فراغت حاصل کی مگر علم کی تشنگی باقی رہی تو مصر کے علم پرور ماحول میں جامعہ ازہر اور قاہرہ یونیورسٹی کی فضاؤں میں اساتذہ علم و ادب سے بھی استفادہ کیا، جہاندیدگی کے جذبے اور تجسس کے جذبات فراواں نے انہیں یورپ، بلاد عرب، افریقہ اور دیگر مختلف ممالک کی سیر و سیاحت پر مجبور کیا، گویا......

آوارگی برنگ تماشا بری نہیں
ذوق نظر ملے تو یہ دنیا بری نہیں

اسی سیاحت اور سفر کے تاثرات کو ''ذوق پرواز'' کے عنوان سے ''الحق'' میں کئی قسطوں میں قلمبند کیا اور جس نے قدیم اور جدید علمی و ادبی حلقوں سے خوب پذیرائی حاصل کی، طبیعت بے حد حساس ہے (مگر صاحبزادگی کے ناز نخروں اور زہریلے جراثیم سے کوسوں دور ہیں) اس ہیجانی اور سیمابی مزاج کے ساتھ ''الحق'' کی ادارت اور دارالعلوم میں تدریسی و انتظامی فرائض انجام دے رہے ہیں، دعا ہے کہ مستقبل بھی اللہ تعالیٰ بہتر سے بہتر بنائے۔ امین

والدین کی نعمت عظمیٰ سے محرومی عظیم سانحہ

محفل اساتذہ حقانی کے کہکشاں کے ایک درخشندہ رکن مولانا حافظ راشد الحق مدیر ماہنامہ الحق کو شریک کرانے کیلئے ان کی اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ کے بارہ میں تقریر کے بجائے تحریر شامل کی جارہی ہے تا کہ قارئین اپنی دعاؤں میں مرحومہ کو شریک کر سکیں اور حافظ راشد الحق کی نمائندگی بھی ہو سکے۔ (مرتب)

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر — خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات — تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات
عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی — میں تری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی
تجھ کو مثلِ طفلکِ بے دست و پا روتا ہے وہ — صبر سے ناآشنا صبح و مسا روتا ہے وہ
خاکِ مرقد پر تیری لے کر یہ فریاد آؤں گا — اب دعائے نیم شب میں کس کو مَیں یاد آؤں گا؟ (اقبالؒ)

دل ہی تو ہے درد سے بھر نہ آئے کیوں؟

راقم آج تک اپنے بزرگوں، دوستوں، عزیزوں اورنامور لوگوں کی وفات و بچھڑنے پر انہی صفحات میں اظہارِ غم و نوحہ خوانی کرتا رہا اور شاہراہِ حیات پر چلتے ہوئے رہینِ ستم ہائے روزگار بھی رہا اور اسی طرح زمانے کے ہر طرح کے حادثات بھی سہتا رہا

لیکن کبھی قلم انگلیوں اور طبیعت پر لکھتے یا سوچتے ہوئے ایسی گرانی اور شوریدگی نہیں گزری جیسی کہ اس موقع پر ہے...... ع انگلیاں فگار اپنی خامہ خونچکاں اپنا

اکثر ایک ہی نشست میں کئی موضوعات پر اداریہ لکھ لیا لیکن آج والدہ ماجدہ مرحومہ کے جدا ہوئے ایک ماہ ہونے کو ہے اور میں پہلے دن کی طرح سراپا سوز و الم ہوں نہ جانے والدہ ماجدہ مرحومہ کے بارے میں تعزیتی شذرہ لکھنا کیوں کوہِ گراں اٹھانے سے زیادہ مشکل نظر آرہا ہے ہرچند دل و دماغ کی ویران بستیوں میں، مَیں نے صدائیں دیں لیکن وہاں بھی موت کے سناٹے کے سوا کچھ سنائی نہیں دیا اور یوں لگا کہ وہاں ان دِنوں شامِ کربلا کا منظر ہے کئی بار لکھنے کیلئے عزم صمیم کیا لیکن قلم اور آنکھ دونوں آنسو اور جوئے خوں بہاتے رہے اور کچھ لکھنا محال ہوگیا بقول غالب......

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

اور ایسے میں اپنا شکستہ وخستہ قلم لکھے بھی تو کیسے؟ کیونکہ اب اس کے پیچھے میری والدہ ماجدہ مرحومہ کی شبانہ روز پُراثر دعائیں بھی نہ رہیں......

تھی وہ اک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں؟

اور ع آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند

متاع دیدہ تر کا نذرانہ

ماں جیسی عظیم مشفق شخصیت کا سوانحی خاکہ، تذکرہ، آثار و مناقب اور ذکرِ خیر میرے جیسے درماندہ وغمزدہ کے بس کی بات نہیں، یہ چند صفحات بھی بڑی مشکل سے لکھے ہیں، حزن وغم میں ڈوبے ہوئے قلم کی یہ ایک شکستہ تحریر ہے جس میں قطعی طور پر کچھ فنکاری وریاکاری شامل نہیں اور ٹوٹے ہوئے دل کے چند دردانگیز نالے، پراگندہ

خیالات، دھندلی یادیں، شفقتیں، چند آہیں اور کچھ زخمی جگر کے ٹکڑے ہیں اور یہ متاع دیدۂ تر کا نذرانہ ہے جنہیں بطور یادگار سپردِ قلم کررہا ہوں کہ......

ع من قاش فروشِ دلِ صد پارہ خویشم

پھر بھر رہا ہوں خامہ مژگاں بہ خون دل
سازِ چمن طرازیٔ داماں کئے ہوئے

ماں کی عظمت و بلندی

دنیا میں والدہ جیسی نعمت کا کوئی نعم البدل نہیں کہتے ہیں کہ بے لوث محبت آپ کو صرف ماں کی ذات سے ملے گی جس میں کوئی دنیاوی لالچ اور ظاہری ملاوٹ نہیں ہوتی ماں ایک ٹھنڈی چھاؤں ہے جس کے سائے تلے انسان ہر قسم کی سختیوں کی دھوپ اور حوادث کے طوفانوں سے محفوظ رہتا ہے ممتا کی مقدس آغوش میں جو بات ہے وہ فردوسی شبستانوں میں بھی نہیں ہے خدا کی صفت رحمٰن اور رحیم کی خوبصورت تفسیر اور پرتو ماں کی مشفق شخصیت میں آسانی سے دیکھی جاسکتی ہے ماں کی عظمت و بلندی کے مقام کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رفعتوں اور نعمتوں کی انتہاء یعنی جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے حدیث شریف ہے کہ الجنة تحت اقدام الأمهات سبحان اللہ ہے کوئی دوسرا ایسا رشتہ جو ماں کے رشتے کی ہمسری کا دعویٰ کرے؟ علامہ اقبالؒ نے عورت کے وجود کو اس کائنات کی تصویر کا سب سے خوبصورت رنگ اور جُز قرار دیا ہے کہ......

ع وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

دنیا کی تمام چکاچوند اور جہانِ ہست و بود کی رونقیں عورت ذات کی بدولت ہیں۔

ہر گھر کی رونق ہر موسم میں بہار

یہاں اگرچہ علامہ اقبال کے شاعرانہ تخیل کے مطابق عورت سے مراد محبوب

مجازی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کا حقیقی مفہوم محبوب مجازی نہیں بلکہ ماں کی ذات ہے جو عورت کا سب سے خوبصورت، دائمی اور ان مٹ رنگ ہے، ایسا رنگ جو کبھی پھیکا نہیں ہوتا' ایسا نور جو ہمیشہ بڑھتا چلا جاتا ہے، ایسی رونق جو تمام محفلوں پر حاوی ہوتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ صرف ماں کے جوتوں پر ہزار محبوب مجازی وارے جاسکتے ہیں اور دنیا جہان کی سلطنتیں صرف اس کی ایک جھلک پر نثار کی جاسکتی ہیں اور اس کی ایک دعا کے بدلے میں بگڑی ہوئی عاقبت سنور سکتی ہیں ماں قبلہ وکعبہ ہے ہر گھر کیلئے اور ہزار راتوں کی عبادت سے افضل ماں کو شفقت کی صرف ایک نگاہ سے دیکھنا زیادہ بہتر ہے ماں کی بدولت ہی انسانی زندگی میں بہار اور ہر گھر میں رونق ہوتی ہے اسلام اور خصوصاً مشرقی معاشرے کی مرکزی اکائی ماں کی ذات ہے جس کے ارد گرد تمام رشتے اور خاندان کے افراد مجتمع ہوتے ہیں جن گھروں میں ماں جیسی نعمت موجود نہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان سے بڑا مفلس کوئی نہیں اور ہائے افسوس! کہ مفلسی کا یہ پیوند اب اپنی قبائے چاک میں بھی لگ چکا ہے اور ایک ایسا دائمی درد سینے میں آپ کی جدائی سے پیدا ہو گیا ہے جس کی کسک اور خلش عمر بھر رہے گی ہمارے گھر سے بھی شفقت و محبت کا چاند ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا جس کی دھیمی اور ٹھنڈی روشنی میں زندگی کی منزلیں آسانی و سکون سے کٹ رہی تھیں نہ جانے کس کی نظر اس چاند کو کھا گئی اور گھر کے آنگن میں شفقتوں اور محبتوں کا جو دریا بہہ رہا تھا نہ معلوم کیوں دستِ اجل نے اسے خاموش کر دیا اور گھر کو ویراں کدہ بنا دیا......

تم ماہ شبِ چار دہم تھے مرے گھر کے
پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور

صبر و رضا کا پیکر

ہماری والدہ بظاہر ایک سادہ سی خاتونِ خانہ تھیں جو حقیقت میں اس ریا کار

دنیا کے زیر و بم اور مکر و فریب سے کوسوں دور تھیں' لیکن ان کی اس سادگی پر ہوشیاری اور عقل و خرد کے ہفت اقلیم وارے جاسکتے تھے آپ ایک ایسی ہستی تھیں جو حیاء کی مجسم مورتی، صبر و رضا کا پیکر اور اس گئے گزرے دور میں مومنہ کاملہ کی زندہ جاوید تصویر تھیں آپ باپردہ، سچی مشرقی مسلم خاتون تھیں جس کی حیاء و عفت کے قصے فرشتوں کے لئے بھی قابل رشک تھے ممتا اور رشتہ مادریت کے جتنے تقاضے اور طور طریقے فطرت نے انہیں بخشے تھے ان سے بڑھ کر آپ نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور پرورش کی اور شفقتوں اور محبتوں کی ایسی داستان رقم کر گئیں کہ اس سے ماں کی عظمت و کردار کو آپ نے ایک نیا رنگ و روپ دیا اور آپ ایک مثالی و منفرد ماں بن گئیں۔

اماں جی کے حالات وسوانح کی کچھ جھلکیاں

آپ غالباً ۱۹۳۷ء میں پشاور میں پیدا ہوئیں وہیں پرورش اور کچھ ابتدائی تعلیم حاصل کی، آپ کا خاندان پشاور کا ممتاز، معروف، متموّل اور بااثر خاندان ہے یہاں مَیں مختصراً اپنے نانا جان اور ان کے خاندان کے بارے میں بھی تھوڑی بہت معلومات لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ہمارے نانا میاں حاجی کرم الہیؒ پشاور اور صوبہ سرحد کے ایک بڑے کاروباری سلسلے کے نگران اور مالک تھے لیکن آپ پر تصوف اور روحانیت کا ایسا نشہ چڑھا تھا کہ دولت و ثروت کا جادو اور جاہ و حشمت کا خمار آپ سے منزلوں دور تھا، آپ کے کاروبار کی وسعت تقسیم ہند سے قبل بھی سمرقند اور بخارا اور بعد میں دہلی، بمبئی، سری لنکا اور افریقی ملک کینیا تک پھیلا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود آپ ہروقت علماء، مشائخ اور بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضر رہتے اور اپنے وقت کے ان مشائخ اور علماء سے آپ کا گہرا تعلق تھا اور پشاور میں آپ کے گھر اور دفتر میں علماء و مشائخ کا ہروقت تانتا بندھا

رہتا آپ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنیؒ کے مرید بھی تھے اور مشہور روحانی و انقلابی رہنما حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے بھی عقیدت مند اور مددگار تھے اس کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتیؒ، حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور شکر درہ بابا جی صاحبؒ (شبقدر) کے ساتھ بھی آپ کی گہری عقیدت اور دوستانہ مراسم تھے، لیکن خصوصیت کے ساتھ ہمارے دادا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے ساتھ آپ کا ایسا قلبی تعلق اور لگاؤ پیدا ہو چکا تھا کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے اپنی لختِ جگر بیٹی کو اپنے شیخ ' اپنے مرشد حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے گھر کی خدمت کے لئے ان کے بڑے صاحبزادے کے رشتہ میں دے دیا اور پشاور جیسے بڑے پر رونق شہر سے آپ کو اکوڑہ خٹک جیسے دور افتادہ گاؤں میں بیاہ دیا جو کہ آپ کی ایک بڑی قربانی تھی (یہ شادی ۱۹۶۰ء میں ہوئی) اس کے علاوہ آپ نے دارالعلوم حقانیہ کی تعمیر و بناء میں بھی دل کھول کر عطیات دیئے اور کئی درسگاہیں وغیرہ بھی بنوائیں اسی طرح آپ کا یہ طریقہ تھا کہ تمام اساتذہ اور علماء کے لئے مختلف موقعوں پر نئے کپڑے، چغے او ردستاریں آپ کی طرف سے ہدیہ ہوا کرتی تھیں رمضان میں پشاور کے مختلف محلوں میں مساکین اور مسافروں کے لئے شربت کی سبیلیں اور دیگر لوازمات کا اہتمام بھی کراتے تھے اس کے علاوہ سینکڑوں مساکین اور بیواؤں کو ماہانہ وظیفے بھی خفیہ طور پر مقرر کئے تھے (اورالحمدللہ اب آپ کے پوتے جناب الحاج فقیر حسین' ممتاز حسین' آفتاب اقبال' اوراعجاز حسین اپنے دادا کے سلسلہ کاروبار اور خیر و فلاح کے کاموں میں سب سے آگے ہیں) حاجی صاحبؒ کی دین و مذہب سے گہری وابستگی کی بناء پر آپ کے گھر میں بھی مذہبی رنگ زیادہ تھا اس وقت آپ نے اپنی بیٹیوں کو سکول و کالج اور عصری تعلیم سے دور رکھا اور ایک خاص مذہبی ماحول میں اپنی بچیوں کی تعلیم و تربیت کی۔

دکھوں اور تکلیفوں میں پلی بڑی اماں جی

ابھی ہماری والدہ مرحومہ چھ سات برس کی تھیں کہ ان کے سر سے والدہ کا سایہء رحمت بھی اٹھ گیا والدہ جیسی نعمتِ کبریٰ سے بچپن ہی میں محروم ہو جانے کا دکھ آپ آخر تک محسوس کرتی رہیں پھر بعد میں آپ کے والد ماجدؒ بھی اس دنیا سے رحلت فرما گئے اس غم نے بھی آپ کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کئے چونکہ آپ ایک خاص علمی اور مذہبی گھرانے کی بہو بننے والی تھیں اس لئے خدا نے آپ کو شہری خواتین کے سے نازنخرے بھی نہیں دیئے تھے اور وہ آسانی سے ہمارے انتہائی مذہبی گھرانے میں گھل مل گئیں اور آپ کو کچھ دقّت نہ ہوئی آپ فطرتاً ایک خداترس، نیک، صالحہ، عابدہ، زاہدہ، مومنہ قانتہ، اعلیٰ صفات کی حامل، پاکیزہ کردار کی مالک اور عاجز طبع خاتون تھیں۔

مفلوک الحال لوگوں کا سہارا

آپ کی سب سے بڑی صفت جس کا ایک عالم گواہ ہے وہ آپ کی سخاوت ہے ہم نے بچپن میں حاتم طائی کی سخاوت کے قصے کہانیوں میں پڑھے تھے لیکن جب ہوش سنبھالا تو حاتم طائی کی سخاوت ہماری والدہ مرحومہ کی سخاوت کے مقابلے میں بہت کم نظر آئی محلے اور گاؤں کے نادار لوگوں کی مدد اور خصوصاً خواتین کے لئے کپڑے، روٹی سالن اور نقد عطیات وغیرہ دینا آپ کی فطرت ثانیہ تھی کسی کو بھی اپنے گھر اور دہلیز سے خالی ہاتھ جانے نہیں دیتیں اکثر مفلوک الحال لوگوں کی حالتِ زار پر روتی رہتیں اور کوشش کرتیں کہ کوئی بھی قرب وجوار اور محلے میں دُکھی اور بھوک وغربت کے عذاب سے دوچار نہ ہو اسی طرح گاؤں میں اگر کوئی مرجاتا یا بیمار ہو جاتا تو بھی آپ حزن و یاس میں ڈوب جاتیں اور عالم اسلام اور خصوصاً کشمیری' فلسطینی اور طالبان کی شہادتوں کی خبروں پر تو آپ کا کلیجہ کٹ جاتا۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

عجز و انکساری کا بے مثال نمونہ

اس کے ساتھ آپ میں ایسی عاجزی اور انکساری تھی کہ میں نے زندگی میں کسی بھی خاتون کو اس قدر عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا باوجود آپ ایک رئیس ترین اور بڑے باپ کی بیٹی اور نامور خاندان کی چشم و چراغ تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ ایک عظیم سسر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی بہو اور ایک عظیم شوہر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی زوجہ تھیں، دونوں طرف عزت وشہرت اور زندگی کی ہر قسم کی سہولیات کی فراوانی تھی لیکن اس کے باوجود آپ میں اس قدر عاجزی تھی کہ آپ سے صرف ایک بار بھی جو ملا تو وہ آپکی پُر اثر، نرم خو، مشفق شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا ہماری والدہ مرحومہ اکثر ہمارے ساتھ کھانے پہ اس بناء پر شریک نہ ہوتیں کہ گھر کی نوکرانیاں کیوں اکیلے کھانا کھائیں گی؟ اور بعد میں انہی کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ جاتیں آپ کا کھانا بھی قوت لایموت کے مصداق ہوا کرتا تھا اسی طرح ہمارے گھر میں ایک خدمت گار خاتون جو والدہ مرحومہ سے عمر میں کچھ بڑی تھیں اور ہمارے ہاں برسوں مقیم رہیں لیکن ہماری والدہ مرحومہ ہی ان کیلئے خود اپنے ہاتھوں سے چارپائی اٹھا کے لاتیں اور لے جاتیں بلکہ الٹا سارا دن ان کی خدمت میں مصروف رہتیں اسی طرح آپ ہمیشہ خدمت گاروں کیساتھ مل کر ان سے زیادہ کام کاج میں ہاتھ بٹاتیں میں اگر چہ ان کی بڑھتی ہوئی عمر اور بیماری کے باعث انہیں کام کاج سے منع کرتا لیکن ان کا ہمیشہ یہی جواب ہوتا کہ مساوات اچھی چیز ہے اور آخر خادم بھی تو انسان ہوتے ہیں ان واقعات سے آپ کی مشفق شخصیت کا ایک بڑا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور وہ پہلو صلہ رحمی ہے میں سمجھتا

ہوں کہ موجودہ صدی میں اس قسم کے بڑے کردار کی حامل خواتین اور مثالی مائیں بہت ہی کم دیکھنے کو ملیں گی۔

ع اب انہیں ڈھونڈھ چراغِ رخِ زیبا لیکر

صفات عالیہ سے بہرہ ور آماں جی

ہماری والدہ مرحومہ کو قدرت نے قناعت کی دولت بھی بڑی فراوانی کے ساتھ بخشی تھی، آپ کی نگاہ میں دنیا بھر کی دولتیں اور جاگیریں ہیچ تھیں اکثر عورتوں میں دکھاوا، حرص، لالچ، کینہ پروری، اکھڑ پن، حسد، نمائش اور مقابلے کی عادات ہوتی ہیں لیکن الحمدللہ میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری والدہ مرحومہ کی کتابِ زندگی میں یہ الفاظ نہ صرف اجنبی بلکہ ناپید تھے کبھی کسی بھی موقع پر آپ نے اوروں سے مقابلے یا دکھاوے کے لئے ہمارے والد صاحب مدظلہ یا ہم سے کوئی فرمائش نہیں کی جو کہ ایک بڑی بات ہے زندگی میں کبھی بھی ہم سے روپے وغیرہ طلب نہیں کئے حالانکہ ہم دونوں بھائی ہر وقت آپ کی خدمت میں پیش کرتے رہتے لیکن آپ ہمیشہ یہ رقم لوٹا دیتیں کہ میرے شوہر الحمدللہ زندہ ہیں اور مجھے کوئی ضرورت نہیں اور ڈھیروں دعاؤں سے ہمارا دامن بھر دیتیں حالانکہ اکثر مائیں بچوں سے لڑتی ہیں کہ تم ماں کا خیال نہیں کرتے اور اگر ہم بہن بھائی امی کو اپنے ساتھ کہیں لے جاتے یا کھلانے پلانے پر اصرار کرتے تو آپ حیاء سے سرخ ہو جاتیں اور ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے آپ ایک مہمان ہیں اور ہم مہمان کو زبردستی کھلا رہے ہیں، صرف ایک دو نوالے مروّت میں لے لیتیں اور پھر وہی درجنوں دعائیں۔

مہمان نوازی میں لاثانی

آپ نے زندگی ایسے سلیقے اور قرینے سے گزاری کہ وہ ہمارے خاندان اور گاؤں کے لئے ایک روشن مثال بن گئیں گھرداری، خانگی امور، بچوں کی تربیت، شوہر کی

بے مثل و بے نظیر خدمت، گھریلو تقریبات کے لئے تیاری اور مہمانوں کے لئے انتظام و انصرام آپ ہی کے ذمے ہوتا مہمان نوازی اور خاطر مدارات میں بھی آپ کا ثانی نہیں تھاہمارا گھرانہ چونکہ مذہبی ہونے کے علاوہ سیاسی گھرانہ بھی ہے اسی باعث ہروقت مہمانوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے،حضرت دادا جانؒ کے زمانے سے ہمارے آبائی گھر میں ہروقت اکابرین امت، سیاسی زعماء کی آمد آمد رہتی گھر کی بڑی بہو ہونے کے ناطے تمام انتظامات ہماری دادی جانؒ کی خواہش کے مطابق آپ ہی کرتیں اور پھر ہمارے دادا جانؒ کی بھی یہی خواہش ہوتی کہ چونکہ آپ پشاور کی رہنے والی ہیں اور مہمانوں کی آؤ بھگت اور مختلف کھانوں کے پکانے میں مہارت رکھتی ہیں اسی لئے وہ بھی آپ ہی سے کام سنبھالنے کیلئے کہتے اور الحمدللہ ہماری والدہ مرحومہ نے اس بڑے گھر اور اس عظیم سسر کی زندگی بھر ایسی خدمت کی کہ سب نے اس پر آفرین کہا۔

طلباء علوم دینیہ کے لئے انکی خدمات

بہت سے قارئین کو شاید اس بات کا علم نہیں ہوگا کہ دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی ادوار میں اساتذہ اور طلبہ کرام کے لئے روٹی اور سالن ہمارے گھر میں ہی تیار ہوتا اور درجنوں افراد کے لئے روٹی تنور پر بنانا اور وہ بھی لکڑی اور دھوئیں کی آگ پر اور اس کے ساتھ بڑے بڑے دیگچے بھی تیار کرانا ایک مشکل مرحلہ تھا لیکن الحمدللہ یہ خدمت بھی ہماری والدہ محترمہؒ نے برسوں ہنسی خوشی بلکہ سعادت سمجھ کر کی اور ہماری دادی جان مرحومہ کے ساتھ گھر کی ساری ذمہ داریوں میں بھی ہاتھ بٹاتی رہتیں دارالعلوم حقانیہ کے اس ہنستے بستے، کھلتے کھلاتے وسیع وعریض گلشن میں ہماری والدہ مرحومہ کی خدمات بھی پس پردہ شامل ہیں اور یقیناً اس صدقہ جاریہ سے آپ کا دامن بھی تا ابد مہکتا رہے گا اس کے ساتھ ساتھ ہماری والدہ مرحومہ نے تمام عمر زندگی کے ہر گرم و سخت موڑ پر ہمارے والد

صاحب مدظلہ کا بھرپور ساتھ دیا کہتے ہیں کہ ایک کامیاب مرد کے پیچھے ہمیشہ ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے تو اس بات کو بھی ہماری والدہ مرحومہ نے سچ کر کے دکھایا جب تک صحت اور حالات نے ساتھ دیا تو والد صاحب مدظلہ اور ان کے مہمانوں کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

ایک وفا شعار خاتون

والد صاحب مدظلہ کی زندگی کا اکثر حصہ اندرون ملک و بیرون ملک اسفار اور گوناگوں سیاسی مصروفیات اور دوروں میں گزرا اسی طرح قید و بند کی منزلوں سے بھی آپ گزرے لیکن آپ نے ہر موڑ اور ہر سخت موقع پر آہنی چٹان اور ایک وفا شعار بیوی کی طرح اپنے شوہر کا ساتھ دیا اور کبھی ان کی دینی و سیاسی مصروفیات اور طوفانی دوروں کی کثرت کی شکایت نہیں کی اور نہ ہی ان سے بیزاری ظاہر کی حالانکہ اکثر بیویاں شوہروں کی مصروفیات اور اسفار پر ناراض ہوتی ہیں لیکن ہماری والدہ مرحومہ کا خمیر صبر و رضا اور قربانی و ایثار سے اٹھا تھا، اس لئے آخر تک آپ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا جب زندگی کے آخری ایام میں مرض کی شدت کے باعث آپ کسی کو بھی نہیں پہچان سکتی تھیں اور کھانا پینا اور دوائی لینا بھی چھوڑ دیا تھا، تو ہماری والدہ مرحومہ کی خصوصی خادمہ (گلاب بی بی جنہوں نے بیماری کے دوران ان کی لازوال خدمت کی اس طرح ہماری بڑی بہن باجی نفیسہ شفیق نے بھی اپنی ماں کی مثالی خدمت کی) وہ چپکے سے کان میں کہتیں کہ راشد کے ابو یہ چیز لائے ہیں اور یہ آپ کو ضرور کھانی ہے ورنہ وہ ناراض ہو جائیں گے اور آپ ان کے نام کی وجہ سے وہ چیز اور دوائی کھالیتیں یہ معمول مرتے دم تک ان کا رہا بقول ذکی کیفی مرحوم کہ......

ہم تیرے نام پر جینے والے
تجھ پر مرنے کے سوا کیا کرتے

صبر اور شکر کا پیکر مجسم

اسی طرح ان کا ایک اور بڑا وصف اللہ تعالیٰ کا ہروقت شکر ادا کرنے کا ہے میں نے ان جیسی صابرہ اور شاکرہ خاتون کبھی نہیں دیکھی، خوشی اور غم دونوں موقعوں پر صابرہ وشاکرہ رہتیں اور جب گزشتہ چودہ پندرہ ماہ سے آپ شدید بیمار ہونا شروع ہوئیں، حتیٰ کہ آپ نے آخری چند ماہ اتنی تکلیف اور کمزوری میں گزارے کہ اسکا تصور بھی محال ہے لیکن جب بھی کوئی پوچھتا کہ طبیعت کیسی ہے تو آپ جواب میں کہتیں کہ الحمدللہ میں اللہ سے راضی ہوں بہت بہت شکر ہے آخر دم تک ہربات آپ مرض نسیان کے باعث بھول گئی تھیں لیکن کلمہ شکر آپکی زبان سے نہیں اترا اور اسی طرح لفظِ اللہ کا ورد بھی آخر تک جاری رہا......

آپ ہی کے نام سے پائی ہے ہم نے زندگی
ختم ہوگا اب یہ قصہ آپ ہی کے نام پر

اعمال اور وظائف کی پابندی

عبادات، صدقات اور نمازوں کا اہتمام آپ کی زندگی کا اصل نصب العین تھا زندگی بھر اول اوقات میں نماز پڑھنے کی آپ کی عادت تھی تمام کام اور گھریلو امور بعد میں' پہلے نماز یہ آپ کا پکا اصول تھا آپ علی الصبح جاگا کرتی تھیں اور نماز و وظائف میں تادیر ڈوبی رہتیں سارا گھر صبح کے وقت آپ کے مترنم وظائف اور اوراد سے منور ہوتا اور پھر رمضان میں تو تہجد اور دعاؤں سے آپ کو ایسا شغف ہوجاتا کہ آپ مصلّے ہی کی ہوجاتیں یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہماری والدہ محترمہ نے ہمیں اتنا دعاؤں میں یاد کیا ہے اور اتنا رو روکر ہماری دینی اور دنیاوی امور میں اللہ سے کامیابی ورہنمائی مانگی ہے کہ انشاء اللہ تادیر ان کا اثر وسایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رہے گا اور اگر بظاہر دیکھا جائے تو برادرم مولانا حامد الحق حقانی کی کم عمری میں قومی اسمبلی کی ممبری اور سیاسی وسماجی میدان میں

کامیابی اور مجھ جیسے ناکارہ کے کندھوں پر ''الحق'' جیسی وقیع مجلّہ کی ادارت اور کوچہ صحافت و ادب میں ورود اور قلم وقرطاس سے وابستگی انہی کی دعاؤں کا صدقہ ہے ورنہ...... ع من آنم کہ من دانم

حرمین شریفین کی زیارت اور اس سے محبت

حرمین شریفین کی زیارت بھی الحمدللہ آپ نے دو مرتبہ کی، پہلی مرتبہ ۱۹۸۷ء میں عمرہ کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی تو محرم اور خادم کے طور پر قرعہ فال اس گنہگار و سیاہ کار کے حصہ میں نکلا اور ایک یادگار مبارک سفر آپ کی معیت میں مجھے حاصل ہوا قلم اور دل اس یادگار سفر کے بیان سے عاجز ہیں بس یوں سمجھئے کہ جنت کے سائے میں جنتوں کے نظارے کئے اور خدمت کی وہ متاع گراں سفر میں حاصل ہوئی جس سے کائنات کے تمام خزانے محروم ہیں پھر ۱۹۹۳ء میں آپ نے حج کی سعادت حاصل کی اور برادرم مولانا حامد الحق حقانی نے آپ کی خدمت کی سعادتیں حاصل کیں اس کے بعد بھی آپ کی حرمین کیلئے تشنگی بڑھتی گئی اور خصوصاً مدینہ منورہ اور حضور پاک ﷺ کے ساتھ آپ کی عقیدت اور محبت ایسی ہوگئی تھی کہ آپ صبح شام اور ہرلمحہ اسی کے ذکر خیر سے زندہ رہنے لگیں پھر آخری ایام اور مہینوں میں تو اس کثرت سے مدینہ طیبہ اور گنبد خضرا کے مکینوں کو یاد کرکے روتیں کہ آپ پر وجد وکیف کا سماں طاری ہوجاتا آپ کی بھی یہ آخری خواہش اور میری بھی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ ایک بار پھر اپنی عاشقِ رسول ﷺ والدہ مرحومہ کو حرمین شریفین اور خصوصاً مدینہ طیبہ لے جاسکوں اور آپ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر طواف کعبہ کراؤں، لیکن آپ کی صحت کی خرابی اور میری کم نصیبی نے میری اور امی جان کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دی......

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

اولاد کی حسن تربیت کی ایک مثال

تعلیم کے شعبے میں بھی ہماری والدہ نے ہماری بھرپور رہنمائی اور خدمت کی والد صاحب اکثر مصروفیات اسفار کے باعث گھر سے باہر ہوتے لیکن والدہ مرحومہ نے ہماری پڑھائی پر بھرپور توجہ دی میری تعلیم کے تقریباً چار مرحلے گزرے ہیں ایک ابتدائی زمانہ، جس میں سکول کی پڑھائی تھی، اس میں بھی آپ نے بھرپور توجہ دی پھر بعد میں حفظ کا دور تھا، جس میں میری والدہ مرحومہ نے ایسا اہتمام کیا اور اتنی مشقتیں میرے لئے برداشت کیں کہ اس کی نظیر مشکل سے ملے گی علی الصبح اذانوں سے پہلے مجھے تیار کرتیں، ناشتہ اور کپڑے وغیرہ دیتیں اور اہتمام سے کسی کے سپرد کر کے دارالحفظ بھیجتیں اور رات دس گیارہ بجے تک میرا بے چینی سے انتظار کرتیں اور سخت سردی اور گرمی میں بھی میرے انتظار میں دروازے کے پیچھے کھڑی ہوتیں تاکہ ایک منٹ بھی مجھے باہر کھڑا نہ ہونا پڑے پھر ہر پارے کے اختتام پر سارے دارالحفظ کے اساتذہ اور درسگاہ کے ساتھیوں کے لئے چائے اور کھانے کا زبردست اہتمام کرتیں تاکہ اس سے میری دلجوئی ہو، میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے تین ساڑھے تین برس میں میرے ساتھ جو مشقت اٹھائی اس کا بھی عنداللہ انہیں عظیم اجر ملے گا پھر ایک دور میرا کراچی اور مصر کے طالبعلمی کا تھا، دو سالہ فرقت میں آپ نے ٹیلیفون اور خطوط کے ذریعے میری بڑی ڈھارس بندھائی اور بڑی چاہتوں سے طرح طرح کی نعمتیں بھی مجھے وہاں ارسال کرتی رہتیں، چونکہ میں آپ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا اسی لئے میرے حصے میں آپ کی شفقتیں اور محبتیں زیادہ آئیں اس طرح دارالعلوم کی پڑھائی میں بھی آپ نے ہمارا بھرپور ساتھ دیا اور ہر وقت دادا

جانؒ کے مشن کو آگے بڑھانے کیلئے نصیحتیں فرماتیں اور جب کبھی میں پڑھائی سے تھک جاتا یا کچھ اور عوامل درمیان میں آتے تو عزم اور ہمت کی تلقین کرتیں اور کہتی کہ اپنے والد اور دادا جانؒ کے مقام کو دیکھو، یہ سب عزت و شہرت علم کی بدولت ہی انہیں نصیب ہوئی پھر جب میں نے حفظ مکمل کیا تو آپ نے گھر میں ایسی تقریب کا اہتمام کیا اور ایسی خوشی کا اظہار کیا کہ گویا میری شادی ہو رہی ہے اسی طرح حامد بھائی اور میری تقریب دستار بندی بھی تاریخی نوعیت کی ہوئیں اور اس موقع پر بھی ہماری والدہ مرحومہ پھولے نہیں سما رہی تھیں اور میں نے صرف ان مواقع پر اپنی عاجز طبع والدہ مرحومہ کے چہرے اور آنکھوں میں فخر و افتخار کی چمک دیکھی گویا ان کی زندگی کا سب سے بڑا خواب پورا ہو گیا والدہ مرحومہ جو مہر و وفا کا پیکر اور شفقت و محبت کی ایک علامت تھیں، کا ذکر کرتے کرتے میں نے غالباً کچھ زیادہ ہی طوالت کر لی اور غمنامہ حسرت کچھ دراز ہو گیا، لیکن ۳۳، ۳۴ سالہ رفاقت اور شفقت و محبت کی داستان کو سمیٹنے اور اپنے غمزدہ نفسہائے درد کو بہلانے کیلئے مجھے آپ قارئین کا سہارا ہی لینا پڑا......

غمِ پنہاں کہ بے گفتن عیاں است
چو آید برزباں یک داستاں است

پھر اس کے ساتھ قلم اور دل دونوں نے انکے آثار و مناقب بیان کرنے میں جو صبر و قرار اور تسکین و راحت حاصل کی ہے وہ بھی ایک بڑی متاع ہے......

زباں پہ بارِ خدا یا یہ کس کا نام آیا
کہ مرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

والدہ محترمہ کے عمر کے آخری ایام

ہماری والدہ مرحومہ کی عمر تقریباً ۶۵، ۶۶ برس تھی، آپ کی صحت یوں تو ماشاء

اللہ اچھی تھی اگرچہ چھوٹی موٹی بیماریاں آپ کو شروع سے رہیں لیکن اب دو تین سالوں سے کچھ کچھ حافظے میں کمی محسوس ہو رہی تھی کئی ڈاکٹروں سے علاج ومعالجہ جاری رہا، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ بیماری میں اضافہ ہوتا رہا اور آپ کی صحت دھیرے دھیرے کمزور ہوتی گئی لیکن اس دوران ہم نے ہمت نہیں ہاری اور آخر وقت تک پاکستان امریکہ اور انگلینڈ تک کے ماہر معالجوں سے اس سلسلے میں رہنمائی حاصل کی لیکن کہیں سے کوئی کامل مسیحا اور نسخہ کیمیاء ہاتھ نہیں آیا......

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

اور ع کس کو آتی ہے مسیحائی کسے آواز دوں؟

پاکستان کے مختلف ہسپتالوں میں بھی ہم اس امید پر والدہ مرحومہ کو لے جاتے رہے کہ کہیں سے کوئی مسیحا، شفائے عاجلہ یا آب دوام میسر ہوسکے' لیکن وہی بات کہ......

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

پھر اس رمضان میں میں اور برادرم مولانا حامد الحق والدہ ماجدہ مرحومہ کیلئے عمرہ ادا کرنے کیلئے حرمین شریفین روانہ ہوئے اور اپنے ربّ اور اپنے حبیب ﷺ کی مسجدوں (حرمین) میں والدہ مرحومہ کیلئے زندگی اور صحت کی دعائیں مانگتے رہے لیکن قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا آپ کی بیماری میں اضافہ ہوتا گیا اور ہم افراتفری میں واپس ہوئے عید کے فوراً بعد آپ کو پشاور ہسپتال میں بھی داخل کیا گیا اور پندرہ بیس دن آپ وہاں پر رہیں اگرچہ کچھ چھوٹی بیماریوں سے آپ کو افاقہ ہوا، اس لئے ڈاکٹروں نے انہیں گھر واپس بھیج دیا لیکن اس دوران کمزوری اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی، خوراک تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی' اور صرف ادویات' ڈرپس سے کام چل رہا تھا' لیکن بخار ڈیڑھ ماہ

سے اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا آخری شام بھی جب مَیں ڈاکٹر کو معمول کے معائنے کیلئے لایا اور انہوں نے بھی ہر ممکن کوشش کی کہ بخار کسی طرح کم ہوجائے پھر رات تک بخار کنٹرول بھی ہوگیا تھا رات کے گیارہ بجے ان کے کمرہ میں جب میں دوبارہ حاضر ہوا تو امی جان جاگ رہی تھیں، کچھ دیر ان کے پاؤں دبانے اور معمول کی خدمت کی توفیق حاصل ہوئی لیکن آپ کے چہرے مبارکہ پر اس قدر کمزوری اور نقاہت کے گہرے آثار دیکھ کر بے اختیار میری چیخیں نکل گئیں اور دیر تک انکے پاؤں کے قریب سر جھکا کر روتا رہا اگرچہ سب نے سمجھایا بھی کہ حوصلہ کرو معمولی بخار ہے لیکن شاید یہ آخری رات تھی ہماری والدہ مرحومہ کی ہمارے ساتھ اسی لئے سینہ آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا تھا صبر و رضا کے سارے بند ٹوٹ گئے تھے......

رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

والدہ محترمہ کی زندگی کی آخری سانسیں

پھر کچھ دیر بعد ان کی آنکھ لگ گئی تو میں اپنے کمرے میں مضمحل اور کبیدہ خاطر ہو کر چلا گیا صبح ساڑھے پانچ بجے اچانک کسی مخفی قوت نے مجھے جگایا اور فوراً ان کے سرہانے گیا لیکن آپ معمول کے مطابق سو رہی تھیں اور آپ کی خادمہ نے مجھے بتایا کہ رات کو آپ سکون سے سوتی رہیں مَیں دوبارہ بستر پر لیٹ گیا، اذانِ فجر میں کافی وقت باقی تھا مَیں نے کچھ دیر لیٹنا چاہا لیکن نہ جانے نیند کیوں غائب تھی اذان فجر کے ساتھ اٹھا اور فوراً ہی نماز پڑھی اور معمول کے مطابق والدہ مرحومہ کے سرہانے سورہ یٰسین اور دیگر وظائف پڑھنے کے لئے گیا جو کہ میرا ہمیشہ سے معمول تھا، تو محسوس ہوا کہ بخار میں شدت ہے فوراً اپنی اہلیہ کو ناولجین گولی، آبِ زم زم اور شہد میں ملا کر پلانے کیلئے کہا

اور ساتھ میں چائے بنانے کیلئے بھی اور خود والدہ مرحومہ کے پاؤں دبانے لگا لیکن ان کی طبیعت مجھے اچھی محسوس نہیں ہوئی، گھبرا کر اہلیہ کو بھی آواز دی اور دونوں نے سورہ یٰسین کی تلاوت بیماری اور بخار میں کمی کی خاطر شروع کی لیکن چند لمحوں میں ہی میری کائنات کی سب سے محبوب ترین ہستی اور جنت نے پلک جھپکنے میں اس ناکارہ بیٹے کے ہاتھوں میں دم دے دیا اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے اعلیٰ علیین کی سمت پرواز کرگئی اور آناً فاناً اک عمر کی بیقراری و بیماری کو قرار آ ہی گیا اور آپ نے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ یہ ۱۹ جنوری ۲۰۰۴ء بروز پیر بمطابق ۲۶ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ کا مبارک دن اور صبح کے ۰۶:۵۰ کا نورانی وقت تھا اور اشہر حرام اور ایام حج کا مبارک زمانہ بھی تھا یہ سب نیک علامتیں آپ کی خوش بختی پر دال ہیں لیکن مجھے پھر بھی اس قیامت کے برابر حادثے کا اعتبار نہیں آ رہا تھا اور نہ دل مان رہا تھا کہ میری دنیا لٹ چکی ہے اور میرے سر پر آسمان گرا دیا گیا ہے اور شفقتوں اور رحمتوں کا سائباں ہم سے ہمیشہ کیلئے چھن گیا ہے اس وقت دل میں ایسا درد اٹھا کہ زندگی بھر میں نے ایسا درد نہیں دیکھا' گھبرا کر ڈاکٹر احمد علی آفریدی صاحب (ہمارے گھریلو معالج) کو فون کیا کہ شاید امی جان بے ہوش ہیں، اتنے میں ڈاکٹر صاحب نے آ کر آپ کی وفات کی تصدیق بھی کردی لیکن دوسری جانب مَیں بے اختیار اپنی والہانہ محبت وعقیدت کی وجہ سے اِن کی زندگی کی ابھی مزید دعائیں مانگ رہا تھا لیکن قدرت کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں اور ہم سب کو ایک ایک کر کے اس کے حضور حاضر ہونا ہے' خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دنیا میں بھی مثالی زندگی بسر کرتے ہیں اور بندگی وخدمت کی ایسی مثال قائم کرتے ہیں کہ ان کا جینا بھی نرالا ہوتا ہے اور ان کا مرنا بھی مثالی۔

عظیم خاتون کے جنازے میں عظیم لوگوں کی شرکت

جب اس عظیم خاتون کا جنازہ اٹھا تو پورے گاؤں اور علاقہ بھر کی خواتین کے جذبات قابل دیدنی تھے دادا بزرگوار شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے جنازے کے بعد آپ کا سب سے بڑا جنازہ تھا' جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی بڑے بڑے علماء، مشائخ نیک بندگان خدا، طالب علم اور صلحاء نے ملک بھر سے شرکت کی جو آپ کی بخشش اور سعادت کی واضح دلیل ہے ان کے علاوہ گورنر، وزیر اعلیٰ سرحد، وزراء، اراکین قومی وصوبائی اسمبلی اور اراکین سینٹ نے بھی خصوصی طور پر شرکت کی ان کے علاوہ ملک بھر کے سیاسی رہنما، مرکزی اور صوبائی حکومت کے وزراء اور اعلیٰ سول فوجی عہدیداروں نے بھی شرکت کی پھر اسی شام کو ایوانِ بالا سینٹ آف پاکستان میں مرحومہ کی وفات پر قرارداد تعزیت بھی پاس ہوئی اور ایوان میں دعائے مغفرت بھی کی گئی، نماز جنازہ بوقت عصر پونے پانچ بجے حضرت والد صاحب مدظلہ نے پڑھائی برادرم مولانا حامد الحق ایک کانفرنس میں شرکت کیلئے انڈیا گئے ہوئے تھے، آپ کو صبح ہی اطلاع دی جا چکی تھی اور آپکی یہ خواہش تھی کہ تدفین کیلئے میرا انتظار کیا جائے چنانچہ آپ بڑی مشکلات سے براستہ کراچی اسلام آباد پہنچے گو کہ نماز جنازہ میں آپ شرکت نہ کر سکے لیکن آپکے انتظار میں تابوت کو دارالعلوم کے قبرستان میں رکھ دیا گیا تھا اس دوران ممتاز علمی و روحانی مشائخ اور شخصیات اپنی پر اثر مواعظ اور ارشادات سے حاضرین کو مستفید کرتے رہے' دو گھنٹے کے انتظار کے بعد رات سات بجے برادرم مولانا حامد الحق حقانی بھی پہونچ گئے اور اپنی ماں کا آخری دیدار بھی انہیں نصیب ہو ہی گیا......

ع یہ جنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

اپنے عظیم خسر حضرت شیخ الحدیثؒ اور دادیؒ کے سرہانے میں تدفین

اپنی مرحومہ دادی جان کے پہلو میں اور عظیم جدِ امجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے سرہانے آپ کی قبر تیار تھی ہم دونوں بھائیوں نے اپنی جان سے پیاری ماں کا تابوت ایک بڑے کرب سے لحد میں اتارا اور یہ کہا کہ......

تو عزم سِفر کردی ورفتی زبرِ ما
بستی کمرِ خویش شکستی کمرِ ما

اور اپنی جنت اور کائنات کو اس امید پہ خاکِ لحد کے سپرد کیا کہ کچھ ہی دیر بعد ارواح مقدسہ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ اور دادی جان ہماری دادی جانؒ اور بہشتی فرشتے اس قبرستان کے نئے مکین کو ان آیات کے ذریعے بشارت دیتے ہوئے استقبال کیلئے انہیں جنت میں لے جانے کیلئے آنے والے ہی ہوں گے:

يَآَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيٓ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (الفجر:۲۷تا۳۰)

مثل ِایوان سحر مرقد فُروزاں ہو ترا
نُور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

خطبات
مولانا عرفان الحق حقانی صاحب

مولانا عرفان الحق حقانی

تعارف

عزیزم عرفان سلمہٗ میرے بھائی الحاج اظہار الحق کے فرزند اور میرے داماد، ۲۴ جنوری ۱۹۷۶ء کو پیدا ہوئے، موصوف نے عصری تعلیم میٹرک تک حقانیہ کے شعبہ تعلیم القرآن ہائی سکول میں پائی اور اس کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کی سعادت دار الحفظ والتجوید سے حاصل کی، پھر کامرہ (اٹک) کے شاہین انٹر کالج میں ایف ایس سی کیلئے داخلہ لیا جہاں دل میں علوم دینیہ کا داعیہ موجزن ہوا، سواپنے عظیم دادا کے نقوش پا پر چلنے کیلئے حقانیہ میں داخلہ لیا۔ مادر علمی کے آغوش میں علم وتربیت کے مراحل طے کرنے کے بعد ۱۹۹۸ء میں یہیں سے تدریس کا آغاز کیا۔ تقریر وخطابت کے ساتھ بچپن سے لگاؤ رہا، دوران طالب علمی ہی میں شیخ الحدیثؒ کے قدیم مسجد واقع محلّہ ککے زئی سے تقریر کے میدان میں قدم رکھا، آج کل جامعہ مسجد حقانیہ میں اور اکوڑہ خٹک کی واحد وسیع وعریض عیدگاہ میں اکابر کی غیر موجودگی میں خطابت کے فرائض بھی نبھاتے رہے، الحق میں اکابر واسلاف کے وفیات پر تعزیتی مضامین اکثر وبیشتر تحریر کرتے ہیں۔ الحق میں ان کا ایران کا سفرنامہ بھی قسط وار چھپا، جو قارئین سے داد تحسین پا چکا ہے۔ آجکل میری طالب علمی کی ڈائری کا مضمون الحق میں ترتیب دے رہے ہیں۔ تحریر ومطالعہ کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں اور دار العلوم میں باقاعدگی سے پڑھا رہے ہیں، کئی تحریری کاموں میں میری معاونت بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دینی علمی کاموں میں مزید توفیق سے نوازے۔ (آمین)

حج کی تاریخ، احکام، فلسفہ اور حقیقت

الحمدللّٰه وكفى والصلوة والسلام على عباده الذين صطفى امابعد! **قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًاوَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ** (ال عمران: ۹۶) قال رسول اللّٰه ﷺ من حج ولم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه، (مسلم: ح ۱۳۵۰) صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله النبى الكريم۔

ایام حج

معزز سامعین! ان ایام کو اشہر حج کہتے ہیں یعنی وہ مہینے جو حج کے ہیں، ان تین ماہ (شوال، ذیقعدہ اور ذوالحجہ) کو ''حج'' کے مہینے اس لئے کہتے ہیں کہ حجاج کرام ان میں حج کی تیاری کرتے ہیں، سامان سفر اپنے لئے برابر کرتے ہیں، پھر رخت سفر باندھ کر عازم حرم ہوتے ہیں اور بالاخر وہاں پہنچ کر ان مقدس اور روح پرور مقامات کی زیارت سے مستفید ہوتے ہیں یہ بڑے ہی بابرکت ایام ہیں۔

حاجی کے لئے احرام خدائی وردی

احادیث میں ہے کہ جو شخص حج کا ارادہ کرے وہ ان تین ماہ سے سبقت نہ کرے، یعنی حج کی ابتداء اور شروع ان ماہ ہی میں کرے اللہ تعالیٰ کے بعض عاشق ایسے بھی ہیں جو شوال میں احرام باندھ لیتے ہیں اور پھر یہ احرام ذوالحجہ کے دسویں تاریخ تک پہنے رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ خدائی وردی ہے اور اس عشق ومستی اور وجد میں رہتے ہیں، یہ احرام کی دو چادریں انسان کو کفن کی یاد بھی دلاتی ہیں، مردے کو دو چادروں میں لپیٹا جاتا ہے، حاجی بھی اسی طرح دو چادریں پہن کر بزبان حال سادگی تواضع اور عاجزی کا پیغام انسانیت کو دیتا ہے:

ان البذاذة من الایمان (داؤد: ح ٤١٦١)

"سادگی ایمان کی علامت ہے"

بہرصورت یہ ایام بڑی عظمت وبرکت کے حامل ہیں۔

حج کے مباحثِ ثلاثہ

''حج'' کا ایک تاریخی پس منظر ہے اور امر ثانی اس کے احکامات ومسائل ہیں اور تیسری چیز حج کا فلسفہ ہے ان تین امور کو علماء نے حج کے متعلق اپنے کتب میں بیان کیا ہے۔

حج کا تاریخی پس منظر

پہلی چیز حج کا تاریخی پس منظر ہے یہ کس طرح شروع ہوا، ابتداء کب ہوئی؟ اس کے متعلق قرآن میں جا بجا تفصیلات وتوضیحات ملتے ہیں۔

حج کی ابتداء بیت اللہ کی تعمیر کے ساتھ ہی ہوئی ہے تاہم ملت ابراہیمی میں

اس کے شروعات اس طرح ہوئی کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب اعلان کرو کہ لوگوں! حج کو آؤ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (الحج:۲۷)

اَذِّنْ کے معنی ہے اعلن اعلان کرو بِالْحَجِّ کہ لوگ حج کیلئے آئیں یعنی اس خانہ خدا کے طواف کیلئے یَاْتُوْكَ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے پاس لوگ (یعنی اس گھر کو) آئینگے، جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا

پیدل حج افضل ومستحب

رجالاً پیادہ (پیدل) آئینگے پچھلے زمانے میں لوگ اکثر پیدل سفر کرتے تھے، اب بھی بعض عشاق جدہ سے اور بعض زمین حرم کے نقطہ آغاز سے پیدل چلنے کو ترجیح دیتے ہیں...... ع عشق کے انداز نرالے دیکھے

یہ افضل عمل بھی ہے کہ ایک شخص حرم کی تقدس کے بنیاد پر پابرہنہ زمین حرم میں داخل ہو یہ بات لازمی نہیں ہے اب حالات بھی بدل گئے ہیں اور وسائل سفر میں بھی کافی تبدیلیاں رونما ہوگئی، اگر ایسا (پیدل) ممکن نہ ہو تو بھی صحیح ہے سواری پر بیٹھ کر داخلہ ناجائز نہیں ہے تاہم مستحب یہی ہے کہ حج کے ادائیگی کے دوران پیدل سفر طے کیا جائے گا، مکہ سے منٰی، منٰی سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ، مزدلفہ سے جمرات پھر طواف زیارت اور دوبارہ منٰی جانا یہ سب مسافتیں چند چند میلوں پر مشتمل ہیں انسان ہمت سے کام لے تو اس سے حج کا مزہ اور برکات دوبالا ہوجاتے ہیں، تجربہ یہی ہے کہ دو چار ساتھیوں کی جماعت کی شکل میں یہ کام بالکل آسان ہو کر رہ جاتا ہے۔

وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (الحج:۲۷) اور دنیا کے کونے کونے سے اطراف واکناف عالم سے، مشرق ومغرب اور طول وعرض سے لوگ اونٹوں

پر آئیں گے پہلے زمانے میں نقل وحرکت اور سفر کے بڑے وسائل اونٹ شمار ہوتے تھے، تو لوگ اپنے اونٹوں پر بیٹھ کر آئیں گے، اوران اونٹوں کی حالت یہ ہوگی کہ طول وبعد سفر کی وجہ سے لاغراور دبلے پتلے ہوگئے ہونگے دور دراز کی سفر اور مشقت کیوجہ سے اونٹوں کا گوشت گھل گیا ہوگا۔

پانچ سال کی طویل مسافت طے کرکے پہنچنے والا حاجی

حاشیہ جلالین پر تفسیر مدارک کے حوالہ سے واقعہ نقل ہے کہ محمد بن یٰسین نقل کرتے ہیں، کہ ایک بوڑھے شیخ نے اس سے دوران طواف پوچھا کہ تو کدھر سے آیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ خراسان سے، پھر اس نے سوال کیا کہ خانہ کعبہ اور تمہارے وطن کے مابین کتنا فاصلہ ہے؟ میں نے جواب دیا کہ دو ماہ کی مسافت ہے اس پر اس شیخ نے کہا کہ تم تو حرم کے پڑوسی ہو پھر میں نے پوچھا کہ تم کدھر سے آئے ہو؟ تو اس نے کہا کہ پانچ برس کی مسافت طے کرکے یہاں پہنچا ہوں جب سفر شروع کیا تو جوان تھا اب پہنچتے پہنچتے بوڑھا ہوگیا ہوں میں نے اس پر کہا کہ واللہ یہی ہے طاعت جمیلہ اور محبت صادقہ اللہ اکبر کبیراً سالوں پر محیط فاصلے طے کرکے لوگ کعبہ پہنچتے ہیں......

اجازت ہو تو آکر میں بھی شامل ان میں ہوجاؤں
سنا ہے کل ترے در پر ہجوم عاشقاں ہوگا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ اعلان (حکم الٰہی) فرمایا! تو اللہ نے یہ آواز پوری روئے زمین کے لوگوں اور اس میں آباد جنّات تک پہنچادی بعض روایات میں ہے کہ اس کو تمام بنی نوع انسانیت جو قیامت تک آنے والی ہیں ان سب تک اللہ تعالیٰ نے پہنچادی، جو لوگ اپنے باپ دادوں کے اصلاب اور ماؤں کے ارحام میں تھے ان تک بھی اللہ تعالیٰ نے یہ آواز پہنچادی اور اس کے جواب میں لوگوں نے لبیک کہا۔

علماء کرام کہتے ہیں کہ لبیک کا لفظ جس نے اس اعلان کے جواب میں کہا وہ حج اور عمرے کی سعادت سے مالامال ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عظیم وبرتر منسک اسلام (حج بیت اللہ) کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے (آمین)

کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے وفورشوق اور جذبات میں ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ لبیک، لبیک، لبیک، لبیک کہا اب جتنی دفعہ جس کسی نے لبیک کہا ہے، اتنی ہی دفعہ وہ اس سعادت عظمیٰ پر فائز ہونگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب "حج" کی مشروعیت کا اعلان خداوندی فرما رہے تھے تو کوئی لوڈ سپیکر یا دوسرا کوئی آواز پہنچانے کا آلہ نہیں تھا......

یہ اسباب دست قدرت میں ہیں یوں
قلم دست کاتب میں ہو جیسے یوں

یہ بھی انسانوں کے عقل کے مطابق کہا گیا ہے کہ کاتب جس طرح قلم پر متمکن ہوتا ہے اور قدرت رکھتا ہے کہ جو چیز لکھے جب لکھے فی الحال لکھے یا فی المآل لکھے، اس کے اختیار میں ہوتا ہے۔

جدید ٹیکنالوجی اور معجزات کا ثبوت

اللہ تعالیٰ اسباب کا محتاج بھی نہیں ہے اور نہ معجزات کی تصدیق کیلئے جدید ٹیکنالوجی کسوٹی ہے لیکن پھر بھی عقل کی پرستش کرنے والوں کے لئے آج سائنس اور ٹیکنالوجی کے نت نئے ایجادات نے ابراہیم علیہ السلام کا یہ معجزہ ثابت کرکے رکھ دیا کہ کس طرح ایک شخص کی آواز پوری دنیا تک پہنچی ٹیپ ریکارڈ، ٹی وی، انٹرنیٹ کا زمانہ آیا، نیٹ میں ہزار ہا قسم کے سافٹ ویئرز ہیں، سکائی پی سے لوگ ادھر بیٹھ کر دنیا کے دوسرے کونے تک اپنی آواز اور جو کچھ کررہا ہے وہ سب کچھ دکھلا دیتا ہے استاد ادھر بیٹھ کر درس

دیتا ہے اور طلباء یورپ اور امریکہ میں بیٹھ کر درسگاہ کی ماحول کو محسوس کرتے ہیں اور پھر استاد سے سوالات بھی پوچھتے ہیں اور استاد جوابات دیکر فاصلہ اور مسافتوں کی دوریوں کو ختم کر کے رکھ دیتے ہیں، اب پوری دنیا ایک گلوبل ولیج بن گئی ہے، ایک چھوٹے گاؤں میں جس طرح سب لوگ ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں اور ایک دوسرے کے احوال سے باخبر رہتے ہیں ایسے ہی اب پوری دنیا کی مثال ہے کہ مشرق کے لوگ مغرب کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں، اور اسی طرح مغرب کی لوگ مشرق سے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ چار ہزار سال قبل کا تھا یہ وسائل نہیں تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اعلان کیا حکم ماننے میں لیت ولعل نہ کیا اس لئے کہ مومن کی شان بھی یہی ہے کہ من جانب اللہ جو حکم ہو اس کو کر بیٹھے پھر نبوّت کا مقام تو سب سے بڑھ کر اعلی وارفع ہے، ان کو الٰہی حکم آتا ہے تو پھر یہ نہیں سوچتے کہ کیا کہا جارہا ہے اور کیوں کہا جارہا ہے؟ بلکہ اس پر فوراً سمعنا واطعنا کا اعلان کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے حکم خداوندی کی پیروی کی اور کل کائنات نے یہ آواز سنی کس طرح سنی یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں اس سے ہمیں اور آپ کو سروکار نہیں ہے ابلاغ اور اس اعلان کی رسائی اللہ کا کام اور ذمہ داری تھی اس اعلان کے بعد باقاعدہ طور پر حج کا آغاز ہوا لوگ حج کی ادائیگی کے لئے آنے لگے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر نو فرمائی تھی۔

بیت اللہ کی تعمیر ابراہیمی اور اس سے قبل

قرآن میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (البقرۃ:۱۲۷)

خانہ کعبہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے بھی موجود تھا اس لئے کہ قواعد پرانے بنیادوں پر تعمیر کرنے کو کہتے ہیں، بیت اللہ پہلے بھی موجود تھا لیکن گردش دوران اور حوادث زماں سے یہ منہدم ہوگیا تھا، یہ علیٰحدہ تاریخی بحث ہے کہ طوفان نوح میں یہ منہدم ہوگیا طوفان وسیلاب کے اثرات سے اس کے اوپر کی تعمیر اور نشانات مٹ گئے تاہم زیر زمین بنیادیں موجود رہیں، ایک قول یہ ہے کہ طوفان کے زمانہ میں کعبہ کی عمارت اٹھائی گئی تھی پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعمیر کے وقت اس کی نشان دہی فرمائی کہ یہاں یہاں پر خانہ کعبہ کی بنیادیں ہیں، انہیں کھود کھود کر بتلائی گئیں۔

طوفان نوح سے قبل اگر بیت اللہ کی تاریخ پر نظر ڈالے تو بیت اللہ کا وجود روئے زمین کا نقطہ آغاز ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، مجاہد اور قتادہؒ وغیرہ نے فرمایا کہ آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت پانی کی سطح سے سب سے اول کعبہ کا مقام نمودار ہوا شروع میں یہ سفید جھاگ تھے زمین پھر اسی کعبہ کے نیچے سے بچھائی گئی، قرآن کہتا ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ (آل عمران:۹۶)

اول اس کو کہتے جن سے قبل کچھ نہ ہو، پہلا گھر جو دنیا میں بنایا گیا لوگوں کے لئے وہ ہے جو کہ بکۃ میں ہے بکۃ اور مکۃ ایک معنی پر استعمال ہوتے ہیں ''ب'' اور ''میم'' ایک دوسرے کی جگہ پر مستعمل ہوئے ہیں یا بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ مکہ اس جگہ کو کہتے ہے جو کہ مقام طواف (یعنی مطاف) بکۃ کے معنی ہے اژدہام، مکہ میں ایام حج میں اژدہام ہوتا ہے اس لئے اس کو بکہ کہا گیا خانہ کعبہ کی پہلی تعمیر کے حوالہ سے اختلاف ہے ایک روایت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے فرشتوں نے یہ عمارت بنائی اور فرشتے اس کا حج کرتے تھے پھر حضرت آدم علیہ

السلام نے حج کیا تو فرشتوں نے انہیں کہا کہ آپ کا حج مقبول ہوا ابن عباسؓ کی روایت ہے حضرت آدم علیہ السلام نے ہند سے مکہ تک چالیس حج پیدل چل کر کیے مبارکاً جو کہ بابرکت ہے، جس کے ظاہری برکات بھی بہت سارے ہیں، معنوی اور حقیقی برکات بھی مسلمات میں سے ہیں ظاہری برکات میں سے یہ ہیں کہ خانہ کعبہ وادی غیر ذی زرع میں آباد ہے مکہ کی سرزمین ریگستانی ہے اور صحرا میں پیداوار اور سبزہ نہیں ہوتا، نہ فصلیں اور نہ میوہ جات ودرختیں پھر یہ بقعہ ارض پہاڑی سلسلہ بھی ہے اب یہ زمین ریگستانی اور پہاڑی دونوں قسم کی ہو چلی، ایسی زمین کی طرف لوگ بظاہر رغبت نہیں رکھتے اس لئے کہ اس میں ظاہری کشش کی کوئی شئی نہیں پائی جاتی اسی وادی غیر ذی زرع میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو بنایا، اس میں فلسفہ یہی تھا کہ لوگ کسی کشش ظاہری اور رغبت دنیاوی سے اس کا عزم نہ کرے بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کی رضا ورغبت ملحوظ خاطر ہو، سیر وتفریح کا سامان وہاں نہیں رکھا گیا جیسے کہ لوگ گرمیوں میں گرمی کی شدت سے بچنے اور سیر کے لئے سوات اور مری وغیرہ پرفضا مقامات کا رخ کرتے ہیں اور جو لوگ متمول (مالدار) ہو وہ یورپین علاقوں سوئیزرلینڈ جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ تصور ختم کر دیا کہ لوگ اس مقصد کے لئے مکہ نہ جائے کہ وہاں ظاہری عیش وعشرت کا سامان ہے، گویا شریعت نے ایسے تصورات کی نفی کردی اب بیت اللہ کی ظاہری برکت ہے کہ سال بھر لوگ قافلوں کی شکل میں وہاں پہنچتے ہیں اور یہ مرجع الخلائق بنا ہوا ہے وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ (البقرۃ: ۱۲۵) اور ہم نے اس بیت کو لوگوں کے لئے بار بار جانے کی جگہ بنایا لوگوں کے دلوں میں بار بار جانے کا اشتیاق ہوتا ہے، جو ایک دفعہ گیا پھر دل وہی چھوڑ آتا ہے۔

حرم میں ظاہری نعم کی نہایت برکات

حرم کی سرزمین میں میوہ جات، فصلیں وغیرہ نہیں ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود دنیا بھر کی نعمتیں اللہ تعالیٰ وہاں پہنچا دیتا ہے اور لوگوں کے لئے ہر قسم کی نعم وہاں میسر ہوتی ہیں، یہ امر بھی قرآن کریم میں ایک جگہ مذکور ہے کہ

يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ (القصص:۵۷)

”ہر نوع کے میوہ جات وہاں کھینچی جاتی ہیں“

اجباء یجبی کسی چیز کو کھینچنے کے معنی پر آتا ہے سیب، کیلا، انار، امرود، ناشپاتی، انگور، مالٹا، سنگترہ اور آڑو وغیرہ یہ تو عام طور پر معروف پھل فروٹ ہیں، یہ تو ہوتی ہی ہیں، ان کے علاوہ وہاں پر جا کر زائرین ایسے میوہ جات دیکھتے ہیں جن کو پہلے کبھی نہ دیکھا اور نہ سنا ہوتا ہے جیسے جنت کے بارے میں حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

مالا عین رأته ولا اذن سمعت(بخاری:ح ۴۷۸۰)

”ایسی نعمتیں ہونگیں جو نہ آنکھ نے دیکھی اور نہ کان نے سنی ہونگیں“

ایسی نعمتیں میں نے بھی بچشم خود دیکھی ہیں جن کے نہ ہمیں نام آتے تھے اور نہ کبھی ان کے بارے میں سنا تھا، یہ وہ برکات ہیں جو اللہ نے اس سرزمین میں رکھی ہیں، من جملہ ظاہری برکات کے یہ بھی ہے کہ ایک ہی وقت میں چالیس لاکھ افراد مکہ (حرم، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ) میں جمع ہوتے ہیں، ان لاکھوں افراد کو اللہ تعالیٰ وہاں رزق وافر انداز میں عطاء کرتا ہے کبھی کسی نے یہ نہیں سنا کہ مکہ میں اژدھام اور کثرت خلق کی بنا پر کھانا کم پڑھ گیا ہو یا ختم ہو گیا ہو۔

ہمارا اپنا تجربہ اور مشاہدہ ہے، کہ دنیا میں اگر کسی ایک مقام یا شہر میں ایک چھوٹا سا اجتماع منعقد ہو اور چند لاکھ افراد اس میں اکھٹے ہو جائیں تو وہاں پھر کھانا

خوراک اور غذائی اجناس وغیرہ کی قلت پڑجاتی ہے، اور بیش تر لوگ فاقہ اور بھوک برداشت کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، لیکن اس کے مقابل خانہ کعبہ، مزدلفہ، عرفات اور مدینہ طیبہ کے یہ برکات ہیں کہ وہاں چار پانچ ملین افراد جمع ہوتے ہیں اور رزق کی وہ بہتات و کثرت اور برکت ہوتی ہے کہ لوگوں کے سامنے جو رزق ایک وقت کا پیش ہوتا ہے اس میں نصف سے زیادہ رہ جاتا ہے، جسے لوگ ضائع کردیتے ہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ اس طرح کرنا بھی رزق کی ایک قسم کی بے قدری ہے، تاہم یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مکہ اور حرم کے لوگوں کے لئے وہ دعا اور اس کا اثر ہے کہ وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ "اس کے باسیوں کو رزق تمام قسم پھلوں اور اجناس کا عطاء فرما" رزق میں کھانے کے جملہ انواع واقسام میوہ جات وغیرہ شامل ہیں، یہ سب کچھ ظاہری برکات ہیں دوسری قسم کی برکات حقیقی باطنی اور معنوی ہیں جو اصل مقصود ہیں۔

حضور ﷺ مظہر تجلیات باری تعالیٰ اور خانہ کعبہ اس کا عکس

بیت اللہ تجلیات ربانی کا مظہر ہے، اس بات کو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے یوں نقل کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس تجلیات الٰہی کا مظہر اور خانہ کعبہ اس کا عکس ہے۔

اللہ تعالیٰ کون و مکان سے بری ہے وہ مکان کا محتاج نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر بنایا، رہنے وغیرہ کے لئے نہیں بلکہ اس پر اپنی تجلیات ڈالنے کے لئے اسے مقرر کیا۔

رحمتوں کا نزول

ایک روایت میں ہے کہ ہر وقت خانہ کعبہ پر ۱۲۰ رحمتیں نازل ہوتی ہیں، جن میں ۶۰ رحمتیں اس کے طواف کرنے والے (مطوفین) پر نازل ہوتی ہیں ۴۰ رحمتیں اللہ کی طرف سے نمازیوں پر نازل ہوتی ہیں اور ۲۰ خانہ کعبہ کو (صرف) دیکھنے والے پر نازل کی جاتی ہیں ناظر کعبہ کو یہ ایسا عظیم مقام دیا گیا ہے کہ وہ ۲۰ رحمتوں کا مستحق ہوجاتا ہے یہ

معنوی برکات ہیں جس کا احاطہ کرنا ایک انسان کی بس کی بات نہیں ہے قرآن میں مُبٰرَكًا کہہ کر ان برکات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اس کا اجر وثواب بہت ہے، مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہے هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ "تمام جہانوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے" فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ اس خانہ کعبہ میں اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیاں ہیں جو اللہ کی خدائی پر دلالت کرتی ہیں۔

چشمہ زمزم کی تاریخ اور برکات

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں ایک زمزم کا پانی بھی ہے یہ پانی "حضرت اسماعیل علیہ السلام" کی زمین پر ایڑی رگڑنے سے جاری ہوا اور اسے اللہ نے ایسا جاری فرمایا کہ وہ چشمہ آج بھی کئی ہزار سال بیت جانے کے بعد جاری وساری ہے، زمزم اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس وقت "بی بی ہاجرہ" نے اس پانی کے روکنے کے لئے بند باندھی، ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر "اماں ہاجرہ" اس کو بند نہ باندھتی تو یہ پانی اتنا بڑھ جاتا کہ پورا عرب اس سے سیراب ہوجاتا۔

زمزم کا پانی اللہ کی نشانی ہے زمزم کے خاصیات یہ علیحدہ ایک مستقل موضوع ہے اس پانی کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اسے جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ اللہ تعالیٰ پورا فرماتا ہے اگر کوئی اسے علم کے حصول کی نیت سے پیئے تو اللہ تعالیٰ علم عطا کرتا ہے تقویٰ پر فائز ہونے کی نیت سے پیئے تو وہ اس صفت سے مزین ہوجاتا ہے، اگر کسی نے کھانے کی ضرورت پوری کرنے کی غرض سے پیا تو یہ غذا کا کام بھی دیتی ہے باقاعدہ لوگوں نے اس کا تجربہ بھی کیا ہے کہ کسی بھوکے نے خوراک کی نیت سے پیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے قوت وطاقت وتوانائی ایسی عطا فرمادی جیسے "مرغ، پلاؤ" کھانے سے پیدا ہوتی ہے اس لئے آداب زمزم میں ایک یہ ہے کہ پینے سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے

اللهم انی اسئلك علما نافعا وقلبا خاشعا ورزقا واسعا وشفاء من كل داء

"اے اللہ میں تجھ سے ایسے علم کا سوال کرتا ہوں جو کہ نافع ہو (یعنی اس پر عمل پھیرا ہوں اور پھر دوسروں تک پہنچاؤں) اور تجھ سے ایسا دل چاہتا ہوں جو کہ خشوع وخضوع کے اوصاف کا حامل ہو اور وسیع رزق کا طلب گار ہوں اور جمیع امراض سے شفا کا سوال کرتا ہوں"

یہ بھی تجرباتی امر ہے کہ جس بیماری سے نجات پانے کے لئے اس پانی کو پیا جائے اللہ تعالیٰ اس مرض سے چھٹکارا عطاء فرما دیتا ہے انسان کا عقیدہ مضبوط ہو تو یہ سب کچھ اس پانی سے حاصل ہو جاتا ہے، اس لئے کہ عقیدہ اذعان کا نام ہے یہ جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی کارگر رہیگا۔

مقام ابراہیمؑ کی نشانی

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دوسری چیز "مقام ابراہیم" ہے مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جو اللہ نے جنت سے بھیجا، جس پر کھڑے ہو کر ابرہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی تم آج کی اصطلاح میں یوں کہہ سکتے ہو کہ اس پتھر نے آٹو میٹک لفٹ کا کام دیا جس میں بٹن دبا کر تم کبھی پہلی منزل پر جاتے ہو کبھی دوسری اور کبھی اس سے آگے اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے لئے اس پتھر کو بھیجا جو کہ معمار کے کوازے کا کام دیتا تھا تعمیر جوں جوں اوپر جاتی یہ پتھر بھی خود کار طریقہ سے اوپر کو چڑھتا تھا اس پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے واضح نشانات بھی موجود ہیں یہ پتھر پہلے خانہ کعبہ کے دروازے کے قریب نصب تھا جب یہ آیت نازل ہوئی کہ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى تو پھر یہ پتھر دروازے سے فاصلے پر رکھا گیا، اس لئے کہ ایک ہی وقت

میں لوگ کعبہ کا طواف بھی کرتے تھے اور دوسری طرف لوگ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بھی بناتے تھے، تو یہ چیز نمازیوں اور طواف کرنے والوں کے لیے تعارض اور رکاوٹ بنتی تھی اب یہ کعبہ کے دروازے والی سمت سوقدرے فاصلے پر نصب ہے۔

حجر اسود جنت کا سفید پتھر

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک "حجر اسود" بھی ہے حجر اسود کے بارے میں روایات میں نقل ہوا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ پتھر ہے جسے جنت سے بھیجا گیا اور اس کی رنگت دودھ سے بھی زیادہ سفید تھی لیکن انسانوں کے گناہوں کے سبب یہ أبیض (سفید) پتھر أسود (کالا) بن گیا، اس لئے اب اسے "حجر اسود" سے یاد کیا جاتا ہے حجر اسود کو "یمین اللّٰہ علی الأرض "بھی کہا گیا، یعنی اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ، یہ متشابہات ہیں، تاہم اتنا ضرور ہے کہ اس سے حجر اسود کی عظمت کا اظہار ہوگیا حجر اسود پر اپنے ہونٹ لگانا یہ بڑی سعادت کی بات ہے علماء کرام بیان کرتے ہیں کہ اس پتھر پر انبیاء علیہم السلام کے ہونٹ مبارک لگے ہیں اور جب ایک مسلمان اپنے ہونٹ چومنے کے لئے اس پر رکھتا ہے تو یہ تصور ملحوظ رکھے کہ میرے ہونٹ وہاں پر پڑے ہیں جہاں سید الکونین والثقلین حضور خاتم النبیین ﷺ کے ہونٹ مبارک لگے تھے، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام غرض ہزاروں انبیاء کے ہونٹ اس سے مس ہوئے ہیں حرم میں صفا اور مروہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، جہاں حاجی سعی کرتے ہیں اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (البقرۃ:۱۵۸)

حرم امن کا ٹھکانہ

آگے کہا گیا ہے: وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران: ۹۷)

"جو حرم میں داخل ہوا وہ امن میں ہو چلا"

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ قریش اور مسلمانوں پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ یہ بحث فقہاء کے کتب میں موجود ہے، کہ اگر کوئی شخص قاتل ہے اور حرم میں پناہ گزین ہوا تو اس سے قصاص حرم کی سرزمین پر نہیں لیا جائے گا حرم کو آڑ بنانے والے کے لئے ایسے طریقے اختیار کئے جائینگے کہ وہ مجبور ہو کر حرم سے نکلے اور پھر اس سے باہر نکال کر قصاص لیا جائے گا کسی کے باپ کا دشمن ہو تو اس سے بھی حرم میں تعارض نہیں کیا جاتا ہے حرم کا شکار بھی ممنوع قرار دیا گیا، یہ لمبی تفصیلات ہیں۔

اسلام میں حج کی مشروعیت

حج کی مشروعیت اسلام میں وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران:۹۷) کی بدولت ہوئی۔

حج کی فرضیت ۹ ہجری میں ہوئی اس سال حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ (نیابتاً) امیر الحج بنا کر بھیجا اسی سال یہ آیت بھی نازل ہوئی کہ سال ہذا کے بعد مشرکین کفار وغیرہ حج کرنے کے لئے نہ آئے یعنی الٰہی پابندی کا نفاذ ان پر ہو:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (التوبۃ:۲۸)

پہلی آیت ہے اس سے اہل سنت یہ بھی دلیل لیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی حیات میں ابوبکرؓ کو نائب بنایا تو گویا اشارہ ان کی خلافت کی طرف کیا کہ میری جگہ نائب حضرت ابوبکر ہونگے کئی اشارات ہیں اور کئی توضیحات ہیں جیسے مروا ابابکر فلیصل بالناس کی حدیث بہرصورت پھر اگلے سال ۱۰ ہجری کو حضور ﷺ نے خود حج ادا کیا اور حج کے دوران رسول اقدس ﷺ صحابہ کو متوجہ فرما کر بار بار ارشاد فرمائے خذ واعنی مناسککم "مجھ سے اپنے

احکام لو" یعنی سیکھو، ایک قول یہ بھی ہے کہ حج کی فرضیت اس امت پر وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ کی وجہ سے سن ۶ ہجری کو ہوئی لیکن زیادہ قوی قول پہلا ہے۔

حج کے احکام وفرائض

دوسری بات ہے حج کے احکام، ان میں پہلی چیز فرائض ہیں جو کہ تین ہیں:

احرام: احرام جو کہ بنیادی امر ہے اور یہ فرض شرط کے درجہ میں ہے، جس طرح نماز پڑھنے سے قبل کچھ شرائط لازمی پورے کرنے ہوتے ہیں اس طرح حج سے پہلے بھی ایک اہم شرط ہے "احرام پہننا" احرام میقات سے یا پھر اس سے پہلے پہنا جاتا ہے، ہوائی جہاز میں سفر کرنے والوں کو میقات سے قبل مطلع کیا جاتا ہے، تاہم زیادہ بہتر یہی ہے کہ ائیر پورٹ پر ہی احرام پہن لیا جائے، احرام پہن لینے کے بعد شریعت نے کچھ پابندیاں لگائی ہیں جن کو محظوراتِ احرام کہا جاتا ہے۔

حج کا رکن اعظم عرفات کے میدان میں حاضری

حج کا دوسرا فرض عرفات کے میدان میں حاضری ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے: الحج العرفۃ حج عرفہ سے عبارت ہے عرفات کے میدان کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے کہ

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (البقرۃ:۱۹۸)

احادیث میں بھی عرفات کا ذکر جا بجا آتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ عرفات کے میدان میں جس کسی نے جو بھی دعا مانگی اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے روایات میں ہے کہ شیطان عرفہ کے روز جتنا خائب، خاسر اور ذلیل ہوتا ہے اتنا اور کسی دن نہیں ہوتا حج کا بنیادی عنصر عرفہ ہے، نویں ذی الحجہ کے زوال سے لے کر دسویں ذی الحجہ کے صبح صادق طلوع ہونے تک وقوف عرفہ لازمی ہے۔

طواف زیارت

حج کے دوران تیسری لازمی اور ضروری شے طواف زیارت ہے، قرآن مجید میں وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ کا حکم آیا ہے، اللہ کہتا ہے کہ اس آزاد گھر کا طواف کرو جو کہ جبابرہ کے جبر سے آزاد ہے یا بعض علماء کہتے ہیں کہ عتیق سے مراد قدیم ہے، یعنی اس قدیم گھر کا طواف کرو۔

واجبات حج

واجبات حج چھ ہیں، جن میں سے کسی ایک کے چوٹنے پردم کفارہ لازم آتا ہے، جس طرح نماز میں واجب چوٹنے پر سجدہ سہوہ ہے بالکل اسی طرح دم ہے۔

مزدلفہ کا قیام

یعنی دسویں ذی الحجہ کی رات کو مزدلفہ میں ٹہرنا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَإِذَآ أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (البقرۃ۔۱۹۸)

یہاں سے حاجی رمی جمرات (شیطان کو کنکریاں مارنے) کے لئے کنکریاں بھی اٹھاتے ہیں یہی پر حجاج کرام جمع تاخیری کرتے ہیں یعنی مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کرتے ہیں چاہے رات کا جتنا بھی حصہ گذر جائے عرفات سے آتے ہوئے اور کسی مقام پر مغرب اور عشاء کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

صفا و مروہ کی سعی

صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا یعنی چکریں کاٹنا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ حضرت بی بی ہاجرہ کی سنت ہے، چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جگر گوشہ اسماعیل علیہ السلام اور بیوی کو اللہ کی رضا کی خاطر لق ودق صحرا میں چھوڑ دیا تھا یہ ادا اللہ کو اتنی پسند آئی کہ رہتی دنیا تک ان کے اعمال کو زندہ وتابندہ بنایا۔

کہتے ہیں کہ جب بی بی ہاجرہؓ کے پاس پانی ختم ہوگیا تو پانی کے تلاش میں وہ حرم سے باہر نکل کر صفا پہاڑی پر چڑھ آئی تا کہ پانی ڈھونڈھے وہاں سے بے قراری کی حالت میں مروہ پہاڑی کی طرف دوڑی بیچ میں کچھ حصہ ڈھلوان تھا جہاں سے بی بی کو اپنا بچہ نظر نہیں آرہا تھا تو تیزی سے اپنے قدم بڑھانے لگی کہ کہیں میرے بچے کو جنگلی جانور یا پرندے نقصان نہ پہنچائیں، جہاں اس کے قدم اور چال تیز ہوئے آج وہاں حجاج کرام سعی میں دوڑتے نظر آتے ہیں میلین اخضرین وہ مقام ہیں جہان آج کل سبز رنگ کے راڈ نصب کئے گئے پھر مروہ پہاڑی تک پہنچی اسطرح سات چکر کاٹے حجاج آج اسی عمل کو دھراتے ہیں۔

رمی جمار ثلاثۃ شیطانوں کو کنکریاں مارنا

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اب حجاج کے لئے واجب قرار دیا گیا روایات میں آتا ہے کہ جہاں حجاج ستونوں (بلکہ اب تو وہاں بڑی چھوڑی دیواریں بنا دی گئی ہیں) کو کنکریاں مارتے ہیں ان مقامات پر شیطان کا ظہور ہوا تھا جب ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے غرض سے چلے اس خواب کی تکمیل کے لئے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے کہ:

إِنِّيْٓ أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّيْٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَٰٓأَبَتِ افْعَلْ
مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ إِنْ شَآءَ اللَّهُ مِنَ الصَّٰبِرِيْنَ (صفت:۱۰۲)

تو شیطان نے بھیس بدل کر ناصح کے شکل میں ورغلانے کی کوشش کی کہ یہ بچہ آپ کے بڑھاپے کا سہارا ہے اس سے آپ ہاتھ دھوبیٹھیں گے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمین پر پڑے ایک چھوٹے پتھر کو اٹھا کر مارا اس طرح تین مقامات پر یہ عمل دہرایا۔

حج قران یا تمتع کرنے والے حاجی پر قربانی کرنا واجب ہے

حج قران یا تمتع کرنے والے حاجی پر قربانی کرنا یہ بھی واجب ہے جسے دم شکر کہتے ہیں:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ (البقرة:۱۹۶)

چونکہ ایک حاجی ایک سفر میں دو فوائد سے بہرہ ور ہوجاتا ہے عمرہ بھی ادا کرلیتا ہے اور حج بھی لہٰذا اس کے شکریہ کے طور پر اس کو قربانی کرنی ہوگی ، اگر کوئی شخص مفلس ہو تو پھر اس کے لئے شریعت نے دس دن روزے رکھنے کا بدل مقرر کیا ہے اس ترتیب سے کہ دوران ایام حج بھی عید سے قبل تین روزے رکھے اور بقیہ سات دن واپسی پر وطن آنے کے بعد رکھ کر دس کے عدد کو مکمل کرے۔

حلق یا قصر

حلق یا قصر یعنی سر کے بال بالکل منڈھانا یا کترانا ، قربانی کرنے کے بعد مردوں کے لئے سر کو منڈھانا افضل ہے اس لیے کہ حجۃ الوداع کے موقع حضور ﷺ نے سر مبارک منڈوایا تھا اگر کسی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو پھر قصر یعنی کتروانا (بال چھوٹے کروانا) واجب ہے ، لیکن یہ یاد رہے کہ چند ایک بالوں کو کم کرنا صحیح نہیں ہے بعض لوگ وہاں پر دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو دیکھ کر ایسا کرتے ہیں ، یہ بالکل صحیح نہیں ہے ہر بال کو ایک بند کے برابر چھوٹا کرنا چاہئے حج کا ذکر کرتے ہوئے قرآن میں حلق کا بیان آیا ہے وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ (البقرة:۱۹۶)

آفاقی (حجاز) سے باہر آنے پر طواف وداع

آفاقی یعنی حجاز سے باہر آنے والوں کے لئے طواف وداع کرنا رخصت ہوتے وقت آخری عمل طواف کا ہو جائے اس لیے کہ یہ نعمت عظمیٰ حرم کے علاوہ اور کسی جگہ میسر نہیں آسکتا ہے۔

سنن حج

سنن حج علماء نے اس طرح بیان کئے ہیں ،

(۱) مفرد آفاقی ، قارن کے لئے طواف قدوم کرنا یعنی مکہ میں داخل ہونے پر بیت اللہ کا طواف کرنا۔

(۲) طواف کے بعد سعی کرنے والے طواف میں رمل (پہلوانی دکھانا) کرنا۔

(۳) امام کا ساتویں ذی الحجہ کو مکہ معظّمہ اور نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں اور گیارہویں ذی الحجہ کو منی میں خطبہ پڑھنا۔

(۴) نویں ذی الحجہ کی رات کو منی میں رہنا افسوس! کہ سعودی انتظامیہ اب حجاج کو بھیڑ اور رش کی وجہ سے راتوں رات عرفات لے چلتے ہیں جس کی وجہ سے اس سنت پر عمل کرنا اکثر حجاج کیلئے ممکن نہیں رہتا، اس پر سعودی حکومت کو غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(۵) وقوف عرفات کے لئے غسل کرنا۔

(۶) نویں ذی الحجہ کو طلوع شمس کے بعد منی سے عرفات کو روانہ ہونا۔

(۷) امام الحج کے روانگی کے بعد عرفات سے کوچ کرنا۔

(۸) عرفات واپسی کرتے ہوئے رات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

(۹) منیٰ کے ایام (آٹھویں، دسویں، گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں ذی الحجہ) میں رات کو منٰی میں رہنا۔

(۱۰) منٰی سے واپسی پر وادی محصب میں کچھ دیر کے لئے ٹھہرنا۔

شیخ شبلیؒ کی نظر میں حج کا فلسفہ اور حقیقت

اب آئین حج کا فلسفہ اور حقیقت ایک عظیم شخصیت کے زبان سے سنئے! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا حج نصیب فرمائے...... آمین

حضرت شیخ المشائخ قطب دوران شبلی قدس سرہ کے ایک مرید حج کر کے آئے تو شیخ نے ان سے سوالات فرمائے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ نے دریافت فرمایا کہ تم نے حج کا ارادہ اور عزم کیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ جی پختہ قصد حج کا تھا، آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ان تمام ارادوں کو ایک دم چھوڑنے کا عہد تو نہیں کیا تھا، آپ نے فرمایا کہ پھر حج کا عہد ہی نہیں کیا۔

پھر شیخ نے فرمایا کہ احرام کے وقت بدن کے کپڑے نکال دیئے تھے؟ میں نے عرض کیا جی بالکل نکال دیے تھے آپ نے فرمایا اس وقت اللہ کے سوا ہر چیز کو اپنے سے جدا کر دیا تھا؟ میں نے عرض کیا ایسا تو نہیں ہوا آپ نے فرمایا تو پھر کپڑے ہی کیا نکالے۔

آپ نے فرمایا وضو اور غسل سے طہارت حاصل کی تھی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں بالکل پاک صاف ہوگیا تھا آپ نے فرمایا اس وقت ہر قسم کی گندگی اور لغزش سے پاکی حاصل ہوگئی تھی؟ میں نے عرض کیا یہ تو نہ ہوئی تھی آپ نے فرمایا پھر پاکی ہی کیا حاصل ہوئی پھر آپ نے فرمایا لبیک پڑھا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں لبّیک پڑھا تھا آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے لبّیک کا جواب ملا تھا؟ میں نے عرض کیا مجھے تو کوئی جواب نہیں ملا تو فرمایا کہ پھر لبّیک کیا کہا پھر فرمایا کہ حرمِ محترم میں داخل

ہوئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا فرمایا اس وقت ہر حرام چیز کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ترک کا عزم کر لیا تھا؟ میں نے کہا یہ تو میں نے نہیں کیا فرمایا کہ پھر حرم میں بھی داخل نہیں ہوئے پھر فرمایا کہ مکہ کی زیارت کی تھی؟ میں نے عرض کیا جی زیارت کی تھی فرمایا اس وقت دوسرے عالم کی زیارت نصیب ہوئی؟ میں نے عرض کی اس عالم کی تو کوئی چیز نظر نہیں آئی فرمایا پھر مکہ کی بھی زیارت نہیں ہوئی پھر فرمایا کہ مسجد حرام میں داخل ہوئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا فرمایا کہ اس وقت حق تعالیٰ شانہ کے قرب میں داخلہ محسوس ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو محسوس نہیں ہوا فرمایا کہ تب تو مسجد میں بھی داخلہ نہیں ہوا پھر فرمایا کہ کعبہ شریف کی زیارت کی؟ میں نے عرض کیا کہ زیارت کی، فرمایا کہ وہ چیز نظر آئی جس کی وجہ سے کعبہ کا سفر اختیار کیا جاتا ہے میں نے عرض کیا کہ مجھے تو نظر نہیں آئی فرمایا پھر تو کعبہ شریف کو نہیں دیکھا۔

پھر فرمایا کہ طواف میں رمل کیا تھا؟ (خاص طور سے دوڑنے کا نام ہے) میں نے عرض کیا کہ کیا تھا فرمایا کہ اس بھاگنے میں دنیا سے ایسے بھاگے تھے جس سے تم نے محسوس کیا ہو کہ تم دنیا سے بالکل یکسو ہو چکے ہو میں نے عرض کیا کہ نہیں محسوس ہوا فرمایا کہ پھر تم نے رمل بھی نہیں کیا۔

پھر فرمایا کہ حجر اسود پر ہاتھ رکھ کر اس کو بوسہ دیا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ایسا کیا تھا، تو انہوں نے خوف زدہ ہو کر ایک آہ کھینچی اور فرمایا تیرا ناس ہو خبر بھی ہے کہ جو حجر اسود پر ہاتھ رکھے وہ گویا اللہ جل شانہ سے مصافحہ کرتا ہے اور جس سے حق سبحانہ وتقدس مصافحہ کریں وہ ہر طرح سے امن میں ہو جاتا ہے تو کیا تجھ پر امن کے آثار ظاہر ہوئے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھ پر تو امن کے آثار کچھ بھی ظاہر نہیں ہوئے تو فرمایا کہ تو نے حجر اسود پر ہاتھ ہی نہیں رکھا۔

پھر فرمایا کہ مقام ابراہیم علیہ السلام پر کھڑے ہوکر دورکعت نفل پڑھی تھی؟میں نے عرض کیا کہ پڑھی تھی،فرمایا کہ اس وقت اللہ جل شانہ کے حضور میں ایک بڑے مرتبہ پر پہنچا تھا کیا اس مرتبہ کا حق ادا کیا ؟ اور جس مقصد سے وہاں کھڑا ہوا تھا وہ پورا کردیا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو کچھ نہیں کیا،فرمایا کہ تو نے پھر تو مقام ابراہیم علیہ السلام پر نماز ہی نہیں پڑھی پھر فرمایا کہ صفا مروہ کے درمیان سعی کے لئے صفا پر چڑھے تھے؟ میں نے عرض کیا چڑھا تھا،فرمایا وہاں کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ سات مرتبہ تکبیر کہی اور حج کے مقبول ہونے کی دعا کی،فرمایا وہاں کیا تمہاری تکبیر کے ساتھ فرشتوں نے بھی تکبیر کہی تھی ؟ اور اپنی تکبیر کی حقیقت کا تمہیں احساس ہوا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں،فرمایا کہ تم نے تکبیر ہی نہیں کہی پھر فرمایا کہ صفا سے نیچے اترے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ اترا تھا فرمایا اس وقت ہر قسم کی علت دور ہوکر تم میں صفائی آ گئی تھی؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ نہ تم صفا پر چڑھے نہ اترے پھر فرمایا کہ صفا مروہ کے درمیان دوڑے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ دوڑا تھا،فرمایا کہ اس وقت اللہ کے علاوہ ہر چیز سے بھاگ کر اس کی طرف پہنچ گئے تھے غالبا فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ شعراء میں حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں ہے، دوسری جگہ اللہ پاک کا ارشاد ہے فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ (ذاریات: ۳) میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ تم دوڑے ہی نہیں پھر فرمایا کہ مروہ پر چڑھے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ چڑھا تھا فرمایا تم پر وہاں سکینہ نازل ہوا اور اس سے وافر حصہ حاصل کیا ؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں ،فرمایا کہ مروہ پر چڑھے ہی نہیں، پھر فرمایا کہ منیٰ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں،فرمایا کہ وہاں اللہ جل شانہ سے ایسی امیدیں بندھ گئی تھیں جو معاصی کے حال کے ساتھ نہ ہوں ، میں نے عرض کیا کہ نہ ہوسکیں ،فرمایا کہ منیٰ ہی نہیں گئے ۔

پھر فرمایا کہ مسجد خیف میں (جو منیٰ میں ہے) داخل ہوئے تھے ؟ میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا فرمایا کہ اس وقت اللہ جل شانہ کے خوف کا اس قدر غلبہ ہوگیا تھا جو اس وقت کے علاوہ نہ ہوا ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ مسجد خیف میں داخل ہی نہیں ہوئے پھر فرمایا کہ عرفات کے میدان میں پہنچے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوا تھا فرمایا کہ کہ وہاں اس چیز کو پہچان لیا تھا کہ دنیا میں کیوں آئے تھے اور کیا کر رہے ہو اور کہاں اب جانا ہے اور ان حالات پر متنبہ کرنے والی چیز کو پہچان لیا تھا ؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ پھر تو عرفات پر بھی نہیں گئے پھر فرمایا کہ مزدلفہ گئے تھے ؟ میں نے عرض کیا کہ گیا تھا،فرمایا کہ وہاں اللہ جل شانہ کا ایسا ذکر کیا تھا جو اس کے ماسوا کو دل سے بھلادے جس کی طرف قرآن پاک کی آیۃ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (البقرۃ : ۲۵) میں اشارہ ہے میں نے عرض کیا کہ ایسا تو نہیں ہوا فرمایا کہ پھر تو مزدلفہ پہنچے ہی نہیں پھر فرمایا کہ منیٰ میں جاکر قربانی کی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ کی تھی ، فرمایا کہ اس وقت اپنے نفس کو ذبح کر دیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں ، فرمایا پھر تو قربانی ہی نہیں کی پھر فرمایا کہ رمی کی تھی (یعنی شیطانوں کو کنکریاں ماری تھیں) میں نے عرض کیا کہ کی تھی ،فرمایا کہ ہر کنکری کے ساتھ اپنے سابقہ جہل پھینک کر کچھ علم کی زیادتی محسوس ہوئی ؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں ،فرمایا کہ رمی بھی نہیں کی پھر فرمایا کہ طواف زیارت کیا تھا؟ میں نے عرض کیا، کیا تھا ،فرمایا کہ اس وقت کچھ حقائق منکشف ہوئے تھے؟ اور اللہ جل شانہ کی طرف سے تم پر اعزاز واکرام کی بارش ہوئی تھی ؟اس لئے حضور ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والا اللہ کا زیارت کرنے والا ہے ،اور جن کی زیارت کو کوئی جائے اس پر حق ہے کہ اپنے زائرین کا اکرام کرے میں نے عرض کیا کہ مجھ پر تو کچھ منکشف نہیں ہوا فرمایا تم نے طواف زیارت بھی نہیں کیا پھر فرمایا کہ حلال ہوئے تھے

(احرام کھولنے کو حلال ہونا کہتے ہیں) میں نے عرض کیا ہوا تھا، فرمایا کہ ہمیشہ حلال کمائی کا اس وقت عہد کرلیا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا کہ تم حلال بھی نہیں ہوئے پھر فرمایا کہ الوداعی طواف کیا تھا ؟ میں نے عرض کیا کیا تھا۔ فرمایا اس وقت اپنے تن من کو کلیۃ الوداع کہہ دیا تھا ؟ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا کہ تم نے طوافِ وداع بھی نہیں کیا پھر فرمایا دو بارہ حج کو جاؤ اور اس طرح حج کر کے آؤ جس طرح میں نے تم سے تفصیل بیان کی (بحوالہ فضائل حج حضرت مولانا زکریاؒ) یہ طویل قصہ اسلئے نقل کیا گیا تا کہ ہمیں اندازہ ہو کہ اہل ذوق کے حج کس طرح ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف وکرم سے کچھ ذائقہ اس نوع کے حج کا ہم سب کو بھی نصیب فرمائے آمین

میں ان ہی باتوں پر اکتفا کرنا چاہتا ہوں ، اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کو حج بیت اللہ شریف اور عمروں کی سعادتوں سے بار بار بہرہ ور فرمائے اور جو حجاج حج کی ادائیگی کے لئے جا چکے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحیح معنوں میں مناسک کی پوری پوری ادائیگی کی توفیق سے نواز دے

اللھم حصل مرادنا ویسر امورنا بجاہ حبیبك ونبیك محمدﷺ

(ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ)

مرادِ رسول ﷺ

حضرت عمرؓ کے احوال وفضائل ومناقب

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعد أما بعد فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم طٰهٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى الرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِى الۡاَرۡضِ وَ مَا بَيۡنَهُمَا وَ مَا تَحۡتَ الثَّرٰى وَ اِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَ اَخۡفٰى اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى (طه ۱-۸)

امیر المومنین عمر فاروق کی شخصیت

حضرت عمر فاروقؓ وہ شخصیت ہیں جن کے اسلام لانے کی دعا اور آرزو وتمنا نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے خود فرمائی :

اللھم أعز الإ سلام بأحدالعمرین بعمر بن الخطاب أو بعمر و بن هشام

"اے اللہ! اسلام کو دوعمر نامی شخصیات میں سے کسی ایک کے ساتھ عزت عطا
فرما عمر بن الخطاب کو مسلمان بنایا عمرو بن ہشام کو"

رسول ﷺ کی دعا رب العرش کو پہنچی تو انتخاب اللہ نے اپنی پسند سے فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے خاص عمر کا نام لے کر یوں فرمایا اللھم أید الاسلام بعمر "اے اللہ! عمر سے اسلام کی نصرت فرما" اس دعا کا اثر تھا کہ وہ عمر جو کہ رسول ﷺ کے قتل کے ارادے سے برہنہ تلوار لئے ہوئے جا رہا تھا رب ذوالجلال نے تابع بنا کر آپ ﷺ کے دربار میں پہنچا دیا وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (النور:٤٦)

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

اسلام عمرؓ کا واقعہ معروف ومشہور ہے کہ ایک دن بانی اسلام کا کام تمام کرنے کی غرض سے چلے راستے میں حضرت نعیمؓ بن عبداللہ ملے، پوچھا کہ کدھر تلوار تھان کر جا رہے ہو تو جواب میں کہا اس شخص کا کام تمام کرنے کے لئے جا رہا ہوں جس نے قریش میں پھوٹ ڈال دی اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے حضرت نعیمؓ نے اسے کہا کہ پہلے جا کر اپنے گھر کی خبر لے تمہارا بہنوئی سعیدؓ اور بہن فاطمہؓ اسلام قبول کر چکے ہیں اس پر حضرت عمرؓ الٹے پاؤں بہن کے گھر روانہ ہوئے اس وقت اس کی بہن اور بہنوئی گھر میں بیٹھ کر حضرت خباب بن ارتؓ سے قرآن پاک کی تعلیم پا رہے تھے عمر کی آہٹ سن کر بہن نے قرآن مجید کے اوراق کو چھپا دیا اور خباب بن ارتؓ بھی گھر کے کسی کونے میں چھپ گئے حضرت عمرؓ نے پڑھنے پڑھانے کی آواز کے بارے میں دریافت کیا اور پھر بہنوئی کو اسلام چھوڑنے کا کہا اُس کے انکار کرنے پر مارنا شروع کیا بہن آگے بڑھی تو اسے بھی زدوکوب کیا بہنوئی کے سر سے خون بہنے لگا آخر بہن نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہمیں مار کر ٹکڑے

ٹکڑے بھی کر دو تو بھی اسلام نہیں چھوڑیں گے اس بات کا حضرت عمرؓ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے وہ صحیفہ طلب کیا جو کچھ دیر پہلے یہ لوگ پڑھ رہے تھے جس پر بہن نے اسے طہارت اور غسل کرنے کا کہا اور پھر اوراقِ قرآن ہاتھ میں تھما دیئے سورت طٰہٰ کے ابتدائی آیات مبارکہ جو احقر نے آیات تلاوت کی جس میں قرآن کی حقانیت اور وحدانیت الٰہی کا مضمون تھا انہیں پڑھ کر عمر کے دل کی دنیا بدل گئی اور اس نے اسلام قبول کرنے کی آمادگی ظاہر کی یہ سن کر حضرت خبابؓ گھر کے کونے سے نکل آئے اور کہا کہ اللہ کی قسم کل میں نے حضور ﷺ سے عمر کے اسلام لانے کی دعا سنی تھی حضور کے دربار میں حضرت عمر لائے گئے یہ سن ۲ نبوت کا واقعہ ہے دارارقم میں نبی کریم نے عمر کے سینے پر ہاتھ رکھا اور کلمہ شہادت پڑھا کر یہ دعا فرمائی:

اللھمّ أخرج مافی صدرہ عمر من غلّ وأبدلہ ایماناً
"یا اللہ عمر کے سینے میں جو کچھ بھی میل کچیل ہو دور کر دے اور اس کے بدلے
ایمان بھر دے" (المعجم الاوسط:ج۲ص۲۰)

اس وقت حضرت عمر کی زندگی کا ۲۷واں سال تھا ان سے قبل ۳۹ افراد اسلام قبول کر چکے تھے روی ابن أبی خیثمة عن عمر لقد رایتنی وما أسلم مع رسول صلی اللہ علیہ و سلم الا تسعة وثلاثون و کملتھم اربعین یہ وہ دور تھا جب مسلمان بہت کمزور اور ضعیف تھے عمر کے اسلام سے اہل اسلام کو قوت و دبدبہ اور ضیاء وحشمت مل گئی مسلمان اس سے پہلے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتے تھے اور اپنے فرائض دینیہ اعلانیہ ادا نہیں کر سکتے تھے خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھنا تو دور کی بات تھی پہلی دفعہ حضرت عمر نے مسلمانوں کو ساتھ لے کر برسرعام خانہ کعبہ میں نماز پڑھی ابن ھشامؒ نے یہ واقعہ ان الفاظ میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے

فلمّا اسلم عمر قاتل قريشاً حتی صلی عندالكعبة وصلينا معه

''عمرؓ اسلام لائے تو قریش سے لڑے اور یہاں تک کہ کعبہ میں نماز پڑھی اور ان کے ساتھ ہم لوگوں نے بھی پڑھی''

ایک دوسری روایت میں یوں نقل ہے: مازلنا اعزة منذاسلم عمر ''حضرت عمرؓ جب سے اسلام لائے ہم مسلمانوں کو عزت (قوت) حاصل ہوگئی'' ابن ماجہ اور حاکم نے نقل کیا ہے کہ عمر کے اسلام پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا یا محمدلقد استبشراهل السماء باسلام عمر '' اے محمد ﷺ! آسمان والوں نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر خوشیاں منائیں'' ابن مسعودؓ نے ایک جگہ بڑی جامع انداز میں تبصرہ کیا ہے كان اسلام عمر عزاً وهجرته زحرً وامارته رحمةً ''حضرت عمرؓ کا اسلام مسلمانوں کیلئے باعث عزت اور ہجرت باعث نصرت اور ان کی خلافت سراپا رحمت تھی''

اصابت رائے اور فراست عمر

حضرت عمر فاروق کی اصابت رائے، سوجھ بوجھ اور فراست ان کی زندگی کا اہم ترین باب ہے رسول ﷺ نے فرمایا اتقوافراسة المؤمن فانه ينظر بنورالله ''مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' اللہ کے نور سے دیکھنے والا دل کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھ لیتا ہے جو ظاہری آنکھ نہیں دیکھ پاتی عمرؓ کا دل مزکیٰ اور نور ایزدی سے مستنیر تھا آپؓ ہمیشہ مشورہ میں ایسی بات فرماتے جو کہ تیر بہ ہدف ہوتی اکثر حضرت عمرؓ کی رائے پر قرآنی وحی بھی نازل ہو جاتی۔

بدر کے قیدیوں اور اذان کے بارے میں رائے

بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ انہیں اپنے مسلمان رشتہ دار اپنے ہاتھوں سے مار ڈالے سو پھر وحی بھی نازل ہوئی مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ (الانفال:۶۷) جب مسلمانوں کے سامنے یہ سوال آیا کہ

نماز کے لئے لوگوں کو کس طرح جمع کیا جائے؟ مختلف صحابہ نے اپنے اپنے مشورے حضور ﷺ کو دیے کسی نے آگ جلانے کا کہا، کسی نے لکڑی پر لکڑی مارنے کا، کسی نے نا قوس بجانے کا کہا، کسی نے آدمی کے ذریعے صدائیں لگانے کی رائے دی لیکن نبی کریم ﷺ کو ان میں کوئی مشورہ بھی پسند نہیں آیا یہاں تک کہ اگلی صبح حضرت عبداللہؓ بن زید بن عبدربہ دربار نبوی ﷺ آئے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ پہنچے اور عرض کیا کہ کل جس کام کے بارے میں مشورہ ہوا رات کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک نورانی فرشتہ پہاڑ پر چڑھ کر کہہ رہا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پوری اذان سنائی یہ بتانا تھا کہ نبی کریم ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرمایا یہی اذان ہے جو ابن زید بن عبدربہ اور فاروق بتا رہے ہیں۔

ستر وحجاب اختیار کرنے کا مشورہ

حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ عورتیں دن کو گھر سے نہ نکلے ام المومنین حضرت زینبؓ کو ارجع الی بیتك کہا تو اُدھر وحی نازل ہوئی

وَ قَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (الاحزاب:۳۳)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (الاحزاب:۵۹) حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی پر الٰہی فرمان نازل ہوا اللہ اکبر

منافق کا جنازہ نہ پڑھنے کی رائے

حضرت عمرؓ کا مشورہ تھا کہ منافقین کا جنازہ نہ پڑھا جائے تو آسمان سے اس کی تائید اتری وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

موافقاتِ عمر موضوعِ مستقل

ان چار مثالوں سے آپ کی اصابت رائے کو اور بھی استحکام ملتا ہے اس موضوع کی اہمیت کی پیش نظر سیرت نگاروں نے مستقل باب موافقات عمر کے نام سے قائم کیا حضرت شاہ ولی اللہؒ نے پچیس مقامات مماثلت کے گنوائے بعض علماء نے اس پر مستقل رسالے بھی تالیف کئے جیسے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا رسالہ موافقات القرآن لعمر وغیرہ۔

نبی ﷺ کی طرف سے فاروق کا لقب ملنا

کفار مکہ و قریش کے مقابل میں عزیمت ، پامردی اور اسلام کی حمایت وغیرت کے مظاہر پر حضور ﷺ نے آپ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا اس لئے کہ آپ نے مکہ میں حق و باطل کو ایک دوسرے سے الگ اور نمایاں کیا اور بعض روایات کے مطابق منجانب اللہ یہ لقب عطا ہوا۔

علی الاعلان ہجرت اور کفار کو مقابلہ کی دعوت

سن ۱۳ نبوی ﷺ کو جب ہجرت مدینہ کا حکم الٰہی آیا تو مسلمانوں نے ایک ایک اور دو دو ہو کر خاموشی سے چھپ کر ہجرت شروع کردی تا کہ قریش مزاحم نہ ہوں لیکن حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے ۲۰ آدمیوں کو ملا کر کھلے عام ہجرت کی تلوار، کمان اور تیر گلے اور کمر پر لٹکا کر خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر قریش کو مخاطب کر کے کہا میں مدینہ جا رہا ہوں جس میں ہمت ہو مجھے روک کر دکھائے جو کوئی اپنی ماں کو ماتم کناں بیٹے کو یتیم اور بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہے وہ اس وادی کے اُس پار مجھ سے دو دو ہاتھ کرلے۔

قباء میں قیام اور مواخات

مدینہ پہنچ کر قباء میں حضرت رفاعہؓ بن عبدالمنذر کے ہاں آپ کا قیام رہا پھر رسول ﷺ نے کچھ عرصہ بعد آپ کو ایک قطعہ زمین عنایت فرمائی تو اس پر مکان تعمیر کر کے وہاں منتقل ہوئے مدینہ میں آپ کی مواخات قبیلہ بنوسالم کے سردار عتبانؓ بن مالک سے قائم ہوئی۔

مشاہد وغزوات میں شرکت

اہل کفر کے ساتھ جتنے معرکے لڑے گئے ان سب میں حضرت عمر حضور ﷺ کے ہمرکاب رہے کسی غزوہ میں آپ پیچھے نہ رہے اور نہ کبھی گریز کیا غزوہ بدر، غزوہ سویق، غزوہ احد، غزوہ بنی النضیر، غزوہ بنی المصطلق، غزوہ احزاب، صلح حدیبیہ، فتح مکہ، حنین، غزوہ تبوک غرض تمام جنگی معرکوں میں حضور ﷺ کے دوش بدوش رہ کر نمایاں کارنامے انجام دیئے اولین معرکہ حق و باطل میں آپ کی بعض خصوصیات یوں نقل ہیں۔

(۱) اس جنگ میں کفار کی طرف سے جو لوگ آئے تھے ان میں حضرت عمرؓ کے رعب کی وجہ سے اُس کے خاندان بنو عدی سے کوئی بھی فرد مسلمانوں کے مقابلے کیلئے نہیں آیا۔

(۲) اس جنگ میں پہلا آدمی جس کا خون شہادت کی صورت میں بارگاہ الٰہی میں پہنچا وہ حضرت عمر کا غلام مہجع تھا۔

(۳) حضرت عمر نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو جو قریش کا ایک معتبر سردار تھا اپنے ہاتھوں سے کیفر کردار تک پہنچایا یعنی قتال میں اپنے عزیز ترین رشتہ دار کو بھی معاف نہ کر کے اشد هم فی امر الله عمر کی روایت قائم کی۔

واقعہ قرطاس اور خلافت ابوبکرؓ کے مسائل

بعض معاندین دانستہ یا نادانستہ طور پر حضرت عمرؓ کو واقعہ قرطاس (جس میں حضور ﷺ نے کاغذ قلم طلب فرمایا) کے بارے میں حضرت عمرؓ کو موردِ الزام وطعن وتشنیع ٹھہراتے ہیں حقیقت یہی ہے کہ حضرت عمرؓ کو حضور ﷺ سے حد درجہ محبت وعقیدت تھی؛ اسی لئے مرضِ وفات اور درد کی شدت کو ملحوظ رکھ کر حضور ﷺ کو تکلیف دینا گوارا نہیں کیا اس واقعے کے بعد بھی حضور ﷺ دنیا میں پانچ روز تک جلوہ افروز رہے اگر بقول معاندین کے حضرت علیؓ کی خلافت کا یا اور کوئی اہم بات کی وصیت ضروری تھی تو وہ اس دوران لکھوا دیتے اسی طرح حضور ﷺ کی رحلت کے بعد خلافت کی گتھی سلجھانے کے حوالے سے بھی حضرت عمرؓ کو نشانہ بنایا جاتا ہے؛ ورنہ حقیقت تو یہی ہے کہ ابوبکرؓ کی خلافت کے صریح اشارات حضور ﷺ کے ارشادات میں موجود تھے۔

دس برس کی قلیل مدت میں دو بڑی طاقتوں کا زیروزبر کرنا

ساڑھے دس برس کی قلیل عرصہ خلافت میں حضرت عمرؓ نے اپنی غیرت ایمانی و قوت کے بل بوتے پر دنیا کے دو بڑی قدیم طاقتور حکومتوں کا غرور خاک میں ملا دیا قیصر وکسریٰ کے تخت وتاج اور سامان زیب وعیش و آرائش مدینہ کی گلیوں میں بچوں کے ہاتھوں کھلونے اور گیند بن کر رہ گئے دنیا کی تاریخ میں حضرت عمرؓ کے علاوہ سات فاتحین کا ذکر نمایاں ملتا ہے؛ ہنی بال؛ سکندر؛ چنگیز؛ تیمور؛ نپولین؛ نادر شاہ اور ابدالی لیکن ان میں حضرت عمرؓ کا کردار واخلاق ہمالیہ کی طرح بلند وبالا ہے......

ع چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

مدینہ میں بیٹھ کر فوجوں کی کمان سنبھالنا

یہ ساتوں فاتحین بنفس نفیس جنگوں میں فوج کی کمان کرتے تھے لیکن فاروق اعظمؓ پوری مدت خلافت میں ایک دفعہ بھی شریک جنگ نہیں ہوئے مدینہ میں بیٹھ کر فوج کی کمان سنبھالتے رہے ایک مرتبہ تو ایسا بھی ہوا کہ آپ مسجد نبوی ﷺ میں خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک خطبہ روک کر فرمایا یا ساریة الجبل اس کے بعد خطبہ کی تکمیل فرمائی اختتام پر سامعین میں سے کسی نے پوچھا کہ امیر المؤمنین ! حضرت ساریہؓ تو اس وقت ملک شام میں فوج کی کمان کر رہے ہیں آپ نے انہیں کیسے پکارا؟ تو فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے میدان جنگ مجھ پر منکشف (ظاہر) کر دیا تو میں نے دیکھا کہ ساریہؓ کی جنگی پوزیشن (طریقہ کار کے اعتبار سے) غلط ہے اُن کے اور پہاڑی کے درمیان بہت خلاء ہے چونکہ اس بات کا قوی امکان تھا کہ دشمن کا وا کاٹ کر پیچھے سے حملہ کر دے اور انہیں گھیرے میں لے لے اس لئے میں نے اُس کو متنبہ کیا بعد میں جب ساریہؓ مدینہ واپس آئے تو انہوں نے شہادت دی کہ ہم نے فاروق اعظمؓ کی آواز میدان جنگ میں سن کر اس پر عمل کیا دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

مفتوحہ علاقوں کے بعض نام

حضرت عمرؓ نے جو علاقے فتح کئے ان میں ایک ہزار چھتیس شہر شامل ہیں، اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں: دمشق، روم، قادسیہ، حمص، جلولا، رقہ، رہا، حران، راس العین، خابو، عسقلان، طرابلس اور اس سے ملحقہ سارا ساحلی علاقہ، دوسری طرف بیت المقدس، بنیسان، یرموک، جابیہ، اھواز، قسادیہ، مصر، نستر، نہاوند، ری اور اس سے ملحقہ علاقے مشرق میں اصفہان، بلاد فارس، اصطخر، ہمدان، مغرب میں نوبہ، بربر، برلس، مدائن، بابل، فحل،

لاذقیہ، انطاکیہ، حلب، آذربائیجان، طبرستان، آرمینیہ، کرمان، سیتان، خراسان، خاران، مکران وغیرہ۔

محاسبہ کا فکر

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حکمرانوں کے لئے وہ مثالیں پیش کیں جن کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے عاجز ہے آپ کو اپنے عمل وکردار کے محاسبہ کی اتنی فکر ہوتی کہ ہروقت زبان پر یہ جملہ رہتا کہ اگر فرات کی موجوں میں بکری کا بچہ بھی مرگیا تو عمر ہی سے اس کے بارے میں حساب وکتاب ہوگا۔

سید القوم خادمهم کا حقیقی عکس

رعایا کے حالات جاننے کے لئے حضرت عمرؓ راتوں کو پہرہ دیتے تھے' حضورﷺ کے فرمان سید القوم خادمهم کا حقیقی عکس تھے' ایک رات دیکھا کہ ایک مسافر شخص حیران وپریشان ہے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس کی بیوی کو وضع حمل کی تکلیف ہے اور کوئی دائی وغیرہ نہیں مل رہی ہے اس موقع پر حضرت عمرؓ نے گھر جاکر اپنی بیوی کو آج کی اصطلاح میں خاتون اول کو لاکر اس عورت کی دائی بنادیا اور خود خیمہ سے باہر بیٹھ کر بدو سے پوچھنے لگا کہ عمرؓ کے بارے میں کیا کہتا ہے کیسا ہے؟ اس نے کہا کہ عمرؓ کے رعب سے بڑے بڑے لوگوں کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں' ابھی یہی باتیں ہورہی تھیں کہ اندر سے آواز آئی

بشری لك یاأمیر المومنین فان لأخیك ولد

''امیرالمؤمنین مبارک ہو آپ کے بھائی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے''

امیر المؤمنین کا لفظ سن کر وہ بدو بڑا پریشان ہوا حضرت عمرؓ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ کونسی بڑی بات ہوئی ہے' میں نے اپنا فرض نبھایا ہے۔

رعایا کی راتوں کو خبر گیری اور آخرت کی جوابدہی کا خوف

ایک دفعہ رات کو گشت کے دوران ایک گھر سے بچو کے رونے کی آوازیں سنی جو کہ رو رہے تھے، یا امیّ الجوع ،یا امیّ الجوع ،یا امی الطعام اے اماں بھوک لگی ہے، کھانا دو حضرت عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا کہ گھر میں کون ہے جو بچوں کو رُلا رہے ہیں' گھر سے آوازئی کہ میں ایک بیوہ ہوں، گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں اور ہانڈی میں ٹھیکریاں ڈال کر بچوں کو بہلا رہی ہوں عمرؓ نے باہر سے کہا کہ بیت المال سے وظیفہ لینے کی درخواست دے دو تو بیوہ نے اندر سے کہا کہ وہ چرواہا کس کام کا جس کو اپنے ریوڑ کا پتہ نہیں یعنی امیر المومنین کو خود ہماری خبر لینی چاہیے پھر کہا کہ قیامت میں خدا تعالیٰ منصف ہوں گے اور میرا ہاتھ عمر کے گریبان میں ہوگا حضرت عمرؓ یہ سن کر کانپ گئے اور بیت المال جاکر متولی اسلم کو کہا جو بیت المال کا رکھوالا تھا، فرمایا کہ بیت المال کھولو اور پھر کھانے پینے کی مختلف اشیاء ایک بوری میں باندھ کر کہا کہ یہ میرے کاندھے پر رکھ دو' جس پر اسلم نے کہا کہ جی ہم خادم موجود ہیں آپ کیوں اٹھائیں؟ عمر نے جواب میں کہا کہ آج تم بوجھ اٹھا لوگے کل روز قیامت عمر کے گناہوں کا بوجھ کون اٹھائے گا؟ پھر حضرت عمرؓ نے خود اپنے ہاتھوں سے آگ جلا کر اس بیوہ کے بچوں کو کھانا کھلایا بیوہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ کل تیرا دوپٹہ میری گردن میں نہ ہو اور تم مجھے گھسیٹو' مجھے قیامت کے دن نبیﷺ کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

پھر بیوہ کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ کپڑا میری گردن میں ڈال کر مجھے گھسیٹو میں تمہارا مجرم ہوں' یہ سن کر وہ بیوہ رو رو کر بدحال ہوگئی اور کہا کہ کل میں خدا کو کہوں گی کہ عمر بیواؤں اور اجڑوں کو آباد کرتا تھا۔

قحط وقلت میں ذاتی ایثار وقربانی

حضرت عمرؓ کے زمانے خلافت میں ۱۸ھ کو قحط پڑ گیا جس کو قحط عام الرمادة کے نام سے مورخین نے یاد کیا ہے اس قحط کے دوران آپؓ نے جس رعایا پروری غمگساری کا ثبوت دیا وہ زمانہ حال اور ماضی میں کمیاب نہیں بلکہ نایاب ہے ہزاروں اونٹوں پر غلہ لاد کر آپ نے شام اور مصر سے مدینہ اور مکہ پہنچایا اور اہل ضرورت وحاجت میں تقسیم کیا اس قحط کے دوران نو ماہ تک عمرؓ نے گوشت، گھی، مچھلی اور کوئی بھی لذیذ شے نہیں کھائی آپ خود کو مخاطب کر کے کہتے کہ اے عمر! تو بُرا حاکم ہے، اگر تو نے قحط میں اچھا کھایا اور تیری رعایا کو ردی اور خراب اناج کھانا پڑا نو ماہ تک مسلسل موٹا جھوٹا کھانے سے آپ کے چہرے کا رنگ تک بدل گیا ایک دفعہ آپ کے ایک غلام کی نظر بازار میں گھی وغیرہ پر پڑی تو عمرؓ کے لئے چالیس درہم کا اپنی جیب سے خرید لیا اور پھر ان کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ اب بازار میں گرانی و نایابی اور قحط کا اثر ختم ہو گیا ہے اس لئے آپ بھی استعمال کریں اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ فقراء میں خیرات کر دو میرے اور میرے اہل وعیال کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک یہ چیزیں سب لوگوں کو میسر نہ آ جائیں ان ہی ایام قحط میں آپ کو ایک دفعہ کسی نے شہد کا شربت پیش کیا تو آپ نے معذرت کے ساتھ کہا کہ میرے لئے اس کا استعمال اس وقت جائز نہیں جب تک لوگوں کی زندگی معمول پر نہ آ جائے اسی طرح ایک شخص نے حلوہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ واللہ لا أكله الا أن يكون طعاما الناس كلهم مثله

قرآن مجید کی جمع وتدوین حضرت عمرؓ کے مشورے سے

قرآن مجید جو اسلام کی بنیاد ہے اس کو جمع کرنا، ترتیب دینا، صحیح نسخے لکھوانا اور پھر اسے دنیا میں رواج دینا یہ سب کام حضرت عمرؓ کے اہتمام کی بدولت عمل میں آیا،

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑائی ہوئی تو سینکڑوں صحابہؓ (جن میں حفاظ قرآن بھی تھے) شہید ہوئے حضرت عمرؓ نے اس پر حضرت ابوبکرؓ کی توجہ دلائی کہ اگر اس طرح حفاظ اٹھتے گئے تو قرآن جاتا رہے گا اس لئے اس کی جمع وترتیب ہونی چاہیے حضور ﷺ کے زمانے میں قرآن تختیوں، کھجور کے پتوں، ہڈیوں پر منتشر لکھا گیا تھا ابوبکرؓ نے ابتداء میں اس کام پر آمادگی ظاہر نہیں کی اور فرمایا کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا میں کیونکر کروں؟ لیکن پھر عمرؓ کے بار بار مصلحت اور ضرورت بیان کرنے پر ان کو شرح صدر ہوئی، لہٰذا حضرت زید بن ثابتؓ جو کہ سب سے زیادہ وحی لکھنے والے صحابی تھے، اُسے اس کام پر مامور کیا گیا اس طرح یہ عظیم کام انجام پذیر ہوا۔

اولیات عمرؓ

زندگی کے مختلف شعبوں اور صیغوں میں حضرت عمرؓ نے جو نئی نئی باتیں ایجاد کیں ان کو مورخین نے اولیات عمر سے تعبیر کیا ہے انتظامی، مدنی، معاشرتی اور دینی اعتبار سے یہ چیزیں انسانیت کیلئے نہ صرف اُس وقت نہایت کارگر اور مفید رہیں بلکہ آج تک اِن کی اہمیت مسلم ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

☆ بیت المال یعنی خزانہ کا قیام

☆ عدالتوں اور قاضیوں کا تقرر

☆ سن ہجری وقمری کا اجراء

☆ دفتر مال اور پیمائش جاری کرنا

☆ مردم شماری رائج کرنا

☆ نہروں کی کھدائی

☆ نئے شہروں کو آباد کرنا

☆ مقبوضہ علاقوں کو صوبوں میں تقسیم کرنا
☆ دارالاسلام میں غیر مسلم تاجروں کو تجارت کی اجازت دینا
☆ جیل خانے کا قیام
☆ محکمہ پولیس کا قیام
☆ فوجی چھاؤنیاں بنانا
☆ مسافروں کے لئے سرائے اور آرام گاہ بنانا
☆ مختلف شہروں میں مہمان خانے بنانا
☆ اساتذہ، ائمہ اور موذنین کے وظائف مقرر کرنا
☆ صبح کی اذان میں الصلوة خیر من النوم کا اضافہ
☆ قیاس کا اصول قائم کرنا
☆ نماز تراویح جماعت سے پڑھانا
☆ مساجد میں وعظ کا طریقہ رائج کرنا
☆ غریب عیسائیوں اور یہودیوں کو روزینے دینا
☆ فرائض میں عول کا مسئلہ بیان کرنا
☆ راتوں کو رعایا کا حال معلوم کرنے کیلئے گشت کرنا
☆ مکاتیب قائم کرنا
☆ مساجد میں راتوں کو روشنی کا انتظام
☆ ہجوہ (مذمتی اشعار) کہنے پر تعزیر کی سزا
☆ لاوارث بچوں کی پرورش اور تربیت کا انتظام
☆ طلاق ثلاثہ کو بائن قرار دینا۔

حضرت عمرؓ کا قتل ایک گہری سازش تھی نہ کہ صرف ابولؤلؤ کی وقتی رنجش

مسجد نبوی ﷺ کی تاریخ کا عظیم سانحہ جس نے تاریخ اسلام بلکہ تاریخ عالم کا رُخ موڑ دیا وہ خلیفہ دوم عمر فاروقؓ کی شہادت ہے اواخر ذوالحجہ ۲۳ھ کو مسجد نبوی ﷺ میں نماز فجر کی امامت کرتے ہوئے' آپؓ پر حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں آپ شدید زخمی ہوئے اس حالت میں بھی اہتمام نماز کیلئے آپ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بڑھایا اور خود محراب رسول ﷺ میں لہولہان پڑے رہے مختصر نماز پڑھنے کے بعد صحابہ نے قاتل کو دھر لیا اس موقع پر لعین و ازلی بدبخت قاتل ابولؤلؤ فیروز نے اسی زہر آلود خنجر سے خودکشی کرڈالی جس سے حضرت عمر پر چھ وار کئے تھے، اس واقعے کے پس منظر کے بارے میں تاریخ میں یوں مندرج ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے مجوسی غلام مذکور نے ایک روز امیر المومنین سے بازار میں گزرتے ہوئے شکایت کی کہ ''میرے آقا مغیرہ بن شعبہؓ نے مجھ پر بھاری محصول مقرر کیا ہے' آپ کم کردیجئے'' حضرت عمرؓ نے تعداد پوچھی تو اس نے کہا ''یومیہ دو درہم'' حضرت عمر نے پھر پوچھا ''تمہارا پیشہ کیا ہے'' وہ بولا ''نجاری (بڑھئی کا کام) نقاشی اور آہن گری'' آپؓ نے فرمایا کہ ان صنعتوں کے مقابلے میں یہ رقم تو کچھ بھی نہیں اس پر فیروز دل میں سخت ناراض ہوا اور پھر دوسرے روز قاتلانہ حملہ کردیا زخم بڑے گہرے تھے اور اس کی تاب نہ لاکر آپ یکم محرم ۲۴ھ کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنُ ۔

اس عظیم سانحہ کا صرف اس قدر پس منظر کہ یہ ایک وقتی اور برائے نام رنجش کا نتیجہ تھا یہ بوالعجبی ہے، درحقیقت واقعات و حالات کا تجزیہ اور معروضی حقائق کا ادراک کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ اس قتل کے پیچھے بہت بڑی سازش اور منصوبہ پنہاں ہے اس کے تانے بانے

ایک طرف ایران کے مجوسی شکست خوردہ کے شاہی خاندان سے ملتے ہیں، تو دوسری طرف یہودیت کے وہ علمبردار جنہیں عرب کی زمین سے بے دخل کیا گیا تھا اور تیسری طرف منافقین کی وہ جماعت جو مسجد ضرار کے ڈرامائی کردار ہیں ان سب سے اس سازش کی کڑیاں ملتی ہیں مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کے مضبوط مرکز اور جمعیت کو توڑا جا سکے۔

سازش پر دلالت کرنے والی دو روایات طبریؒ

ابولؤ لؤ کے منصوبے کا اندازہ علامہ طبری کی اس روایت سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس میں مندرجہ بالا واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مزید کہا گیا کہ حضرت عمرؓ نے ابولؤ لؤ سے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں اپنی ایسی چکی تیار کرسکتا ہوں' جو ہوا کے ذریعہ چلے اور آٹا پیسے کیا واقعی ایسا ہے' اس پر وہ کہنے لگا کہ ہاں آپؓ نے فرمایا تو میرے لئے بھی ایک ویسی چکی تیار کردو ابولؤ لؤ کہنے لگا کہ اگر میں سلامت رہا تو آپ کیلئے ایسی چکی تیار کروں گا کہ مشرق و مغرب کے لوگ اس کے بارے میں باتیں کریں گے پھر وہ وہاں سے چلا گیا' حضرت عمرؓ نے (ان کے جانے کے بعد) فرمایا (تمہیں معلوم ہے) کہ یہ غلام ابھی ابھی مجھے قتل کی دھمکی دے کر گیا ہے لئن سلمت لأعملن لك رحى يتحدث بها من المشرق والمغرب یہ الفاظ اس سازش کی بیّن غمازی کررہے ہیں، سازش کا اندازہ تاریخ الامم والملوك کی دوسری روایت سے بھی ہوتا ہے جو کہ حضرت سعید بن المسیبؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے کی ہے عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ پر حملے والے روز سے ایک روز قبل شام کو میرا گزر ابولولو کے پاس سے ہوا، وہاں اس کے ساتھ جفینہ اور ہرمزان بھی تھا' (غالباً) وہ کوئی خفیہ مشورہ کررہے تھے، جب میں اچانک ان کے سامنے آیا تو وہ گھبرا کر بِدکے اوران میں سے کسی ایک کے ہاتھ سے ایک ایسا خنجر گر گیا، جس کے دونوں جانب پھل تھے' اور درمیان میں دستہ تھا چنانچہ قتل

والے دن، میں نے کہا کہ جاؤ دیکھو تو کس چیز سے (حضرت عمرؓ) کو قتل کیا گیا مسجد سے لوگ منتشر ہو چکے تھے بنی تمیم کا ایک آدمی اس کی تلاش میں گیا اور کچھ دیر بعد واپس آیا یہ وہی شخص تھا جس نے عمر کے قتل کے بعد ابولؤ لؤ کو بھاگتے ہوئے پکڑا تھا' تو وہی خنجر اس کے پاس تھا' جس کے اوصاف عبدالرحمٰن نے بیان فرمائے ہیں، اگرچہ طبری کے یہ روایات کچھ تنقیدی پہلو بھی رکھتے ہیں، لیکن پھر بھی اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا قتل وقتی امر نہیں بلکہ سوچی سمجھی اور گہری سازش تھی' جس کے تحت مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کرنا تھا۔

مدینہ اور شہادت کی موت کا متمنی

حضرت عمرؓ کو شہادت اور مدینہ شریفہ کی موت مطلوب تھی' اس لئے اکثر یہ دعا فرماتے تھے اللهم أرزقنی شهادة فی سبيلك وأجعل موتی فی بلد حبيبك محمدﷺ "یااللہ! مجھے شہادت کی موت عطا فرما' مجھے مدینہ کی موت عطا فرما" آپؓ کی یہ دونوں دعائیں منظور ہوئیں۔

نائب اور خلیفہ چننے کیلئے کمیٹی کا قیام

بہرصورت حضرت عمر پر جو چھ وار کئے گئے تھے اس میں سے ایک ناف کے نیچے پڑا تھا، طبیب بلایا گیا، جس نے نبیذ اور دودھ پلایا تو یہ دونوں چیزیں زخم کی راہ سے باہر نکل آئیں اب ان زخموں سے جانبر ہونے کا امکان نہ رہا، لوگوں نے آپ کو نائب کا تقرر کرنے کا عرض کیا تو آپ نے مندرجہ ذیل چھ صحابہ کا بتایا کہ ان میں سے جس کی نسبت کثرت رائے ہو وہ خلیفہ منتخب کرلیا جائے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔

حضورﷺ کے پہلو میں تدفین کی خواہش اور بی بی عائشہؓ کا ایثار

حضرت عمر نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلا کر کہا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمرؓ آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کی جائے عبداللہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے، تو وہ رو رہی تھیں حضرت عمرؓ کا سلام اور پیغام پہنچایا جس پر حضرت بی بی عائشہؓ نے کہا ''اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی، لیکن آج عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی'' ابن عمرؓ نے واپس اپنے والد کو یہ پیغام پہنچایا تو اس پر خلیفہ نے فرمایا ''یہی سب سے بڑی آرزو تھی'' مورخین نے لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے بیٹے کو تلقین کی کہ جب میں انتقال کر جاؤں تو پھر ایک دفعہ دوبارہ جا کر حضرت عائشہؓ سے پوچھ آنا کہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ دفن ہونا چاہتا ہوں اگر طیبِ خاطر سے اجازت دے دیں تو ٹھیک ہے ورنہ تو مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا آپؓ کا جنازہ حضرت صہیبؓ نے پڑھایا۔

حضورﷺ کا عمرؓ کو دعا میں یاد رکھنے کا فرمان

ابوداؤد شریف میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرہ پر جانے کیلئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی، تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا:

لاتنسانا یا اخی من دعائك (ریاض الصالحین: ح ۱۸۰)

''اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا''

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسا جملہ ہے جس کے بدلے میں مجھے اگر کوئی پوری دنیا بھی دینا چاہے تو میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں كلمة مایسرنی ان لی بها الدنیا

عمرؓ کی زبان و دل پر حق جاری ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر سے ترمذی شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ نے عمرؓ کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے ابوداؤد میں حضرت ابوذرؓ سے یہ روایت کچھ یوں ہے کہ اللہ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر حق رکھ دیا ہے۔

عمر کو دیکھ کر شیطان راستہ چھوڑ دیتا ہے

بخاری اور مسلم کی ایک طویل روایت میں حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اے عمر جب تمہیں شیطان کسی راستے میں چلتا ہوا دیکھتا ہے تو وہ اُس راستے کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اور دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ابوبکرؓ و عمرؓ میرے آنکھ اور کان ہیں

حضرت عبداللہ بن حنطبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرے لئے بمنزلہ آنکھ اور کان کے ہیں۔

آسمان اور زمین والے دو وزیر

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو زمین والوں میں سے، چنانچہ میرے آسمان والے دو وزیر جبرائیل ومیکائیل ہیں اورزمین والے دو وزیر حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

نبوت جاری رہنے کی صورت میں عمر نبی ہوتا

حضرت عقبہؓ بن عامر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض میرے بعد نبی ہوتا تو یقیناً وہ عمر بن خطابؓ ہوتا۔

صحابہ کا جنتی آدمی کو دیکھنا

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ دیکھو تمہارے سامنے ایک جنتی آدمی آیا چاہتا ہے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ آئے پھر فرمایا تمہارے سامنے ایک دوسرا جنتی آدمی آئے گا پھر حضرت عمرؓ تشریف لائے۔

حضور ﷺ کا فرمان میرے بعد ابوبکر وعمر کی پیروی کرنا

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد میرے صحابہ میں سے ابوبکرؓ وعمرؓ کی پیروی کرنا اور عمارؓ کی روش اختیار کرنا۔ اور ابن مسعودؓ کے اقوال سے استدلال کرنا۔

عمرؓ کو جنت کی بشارت

حضرت احمد ابن حنبلؒ نے سعیدؓ ابن زید کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمر فی الجنة "عمر جنت میں ہے"

جنت والوں کا چراغ

ابونعیم نے حِلیہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر سراج أهل الجنة "عمر جنت والوں کا چراغ ہے"

عمر کا کنوئیں سے زور وطاقت سے ڈول نکالنا اور مخلوق کو سیراب کرنا

بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک کنوئیں کے اوپر ہوں میں نے اُس سے ڈول نکالے جتنا منشاء الٰہی تھا، پھر ڈول ابوبکر نے لیا اور ایک یا دو ڈول ضعف کے ساتھ نکالے اللہ تعالیٰ نے اُس کے ضعف کو معاف کردیا، پھر وہ ڈول عمر نے لے لیا ڈول چرخہ بن گیا میں نے کوئی ایسا عجب شخص

نہیں دیکھا کہ اس زور وطاقت کے ساتھ چرخہ نکالتا ہواس نے سب لوگوں کو سیراب کردیا حتیٰ کہ اس کی توند نکل آئی علمائے کرام نے اس کی تعبیر فتوحات اسلامیہ سے کی ہے۔

اہل جنت کے سردار ابوبکرؓ وعمرؓ

ترمذی میں حضرت علیؓ سے نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء ورسل کے سوا بقیہ سب اُدھیڑ (بڑی عمر) میں فوت ہونے والے تمام اہل جنت کے سردار ابوبکرؓ وعمرؓ ہیں۔

عمر کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ چاندنی رات میں حضور ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا، میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں جتنی ہوں گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ عمرؓ ہیں پھر حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ ابوبکرؓ کی نیکیاں کہاں ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی تمام نیکیاں حضرت ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہے۔

عمر کو دین کامل عطا ہوا

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، میں نے خواب میں چند لوگوں کو دیکھا جنہوں نے قمیص پہنی ہوئی تھی، کسی کی قمیص سینے تک تھی، کسی کی قمیص اس سے نیچے تھی، پھر میں نے عمرؓ کو دیکھا جس کی قمیص زمین پر گھسیٹ رہی تھی، تو صحابہ نے پوچھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے، فرمایا دین ہے یعنی اللہ نے حضرت عمر کو دین کامل عطا فرمایا ہے۔

عمرؓ کے علم کا کمال

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا، میں نے اس دودھ کو پیا اوراس کا بچا ہوا حضرت عمرؓ کو دیا صحابہؓ نے پوچھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے، تو حضور نے فرمایا کہ علم ہے یعنی اللہ نے عمر کو پیغمبر کا علم عطا فرمایا۔

جنت میں سونے کا محل

حضرت انس کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں جنت میں سونے کا محل دیکھا، تو میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ تو فرشتوں نے کہا کہ یہ عمر بن خطاب کا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ عمر میں تیری غیرت کی وجہ سے اس میں داخل نہ ہوا اس پر حضرت عمرؓ نے روکر کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ سے میں کس طرح غیرت کرتا۔

عمرؓ صاحب الہام وفراست

حضرت عمر کی فہم وفراست کے بارے میں حضرت بی بی عائشہؓ سے ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا پہلی امتوں میں صاحب الہام وفہم وفراست ہوتے تھے میری امت میں ایسا کوئی ہے تو وہ عمر ہیں اس حدیث سے آپ کی ذات میں یہ خوبی سب سے بڑھ کر پائے جانے کا اشارہ مل رہا ہے

درود شریف
دنیا وآخرت کی کامیابیوں کا زینہ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ قال اللّٰہ تبارك و تعالیٰ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا [الاحزاب:۵۶] صدق اللّٰہ العظیم وبلغنا رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلك لمن الشاهدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى (سَيِّدِنَا) مُحَمَّدٍ وَاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

"یا اللہ حضرت محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن انکو اپنے ہاں مقرب مقام عطا فرما"

درود مذکورہ کے بارے میں مسند احمد میں روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کی جو یہ درود پڑھ لے تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوجاتی ہے

صلوٰۃ کا لفظی بحث

حضور خاتم النبین محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا افضل ترین عبادات میں سے ہیں، درود شریف کو عربی میں صلوٰۃ کہا جاتا ہے جس کے متعدد معانی ہیں جیسے رحمت ، دعا، تعظیم وثناء۔ایک وقت میں کسی لفظ سے متعدد معانی لینا اصول فقہ کی اصطلاح میں عموم مشترک کہلاتا ہے جو ہمارے نزدیک صحیح نہیں احناف کے نزدیک عموم مجاز جائز ہے یعنی ایسا جامع معنیٰ لینا جس سے حقیقی اور مجازی دونوں معنوں کا احاطہ (ایک ساتھ) ہوجائے اسلئے آیت درود میں اس کا معنیٰ تعظیم رحمت وعطوفت اور مدح وثناء کیا جاتا ہے پھر جب یہ لفظ اللہ کی طرف منسوب ہوتو رحمت وشفقت کے ساتھ آپ ﷺ کا ثناواعزار و اکرام مراد ہوتا ہے علامہ آلوسیؒ صاحب روح المعانی نے اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے صلوٰہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ هی منه عز وجل ثنائه عليه عند ملائكته وتعظيمه رواه البخاری عن ابی العاليه ۔ اللہ کے صلوٰۃ کے معنی یہ ہے کہ فرشتوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کی تعریف اور عظمت بیان کرتا ہے اس معنی کو امام بخاریؒ نے ابوالعالیہؒ سے نقل کیا ہے۔اور جب صلوٰۃ کی اسناد فرشتوں کی طرف ہوتو دعا و استغفار کا معنی لیا جاتا ہے اس کے بارے میں بھی علامہ آلوسیؒ کہتے ہیں هی من الملائكة الدعاء له عليه الصلوٰة والسلا م یعنی ملائکہ کے صلوٰہ کا معنیٰ دعا ہے اور عام مؤمنین کی طرف منسوب ہوتو دعا ومدح وتعظیم کا مجموعہ مراد ہوگا۔

حضور ﷺ پر درود بھیجنا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کیساتھ موافقت

حضور ﷺ پر درود بھیجنے کا فرمان خود رب ذوالجلال نے

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا[الاحزاب:۵۶]

کہہ کر دیا ہے،اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے اس مرتبہ اور منزلت کا بیان ہے جو ملاء اعلیٰ (آسمانوں) میں آپ ﷺ کو حاصل ہے عربی گرائمر سے واقف افراد جانتے ہیں کہ کلام کا انَّ سے شروع فرمانا نہایت تاکید پر دلالت کرتا ہے اور صیغہ مضارع کے ساتھ فرمانا استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمیشہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں ، یہ وہ امر (حضور ﷺ کی ثناء وتعریف) ہے، جس کو رب ذوالجلال بھی تفضُّلاً انجام دے رہے ہیں اور فرشتوں کو بھی یہ کام سونپ دیا گیا پھر اس عظیم کام کے کرنے کی طرف اہل ایمان کو بھی متوجہ کیا گیا تا کہ آپ ﷺ کی تعریف میں علوی اور سفلی دونوں عالم متحد ہوجائیں ،حکم اور خطاب کا یہ انداز قرآن پاک میں صرف صلوٰۃ وسلام کے اسی کام ہی کیلئے اختیار کیا گیا ہے دوسرے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کیلئے نہیں کیا گیا کہ خداوند تعالیٰ اور اس کے فرشتے یہ کام کرتے ہیں تم بھی کرو۔

نبی ﷺ کا امتیاز اور محبوبیت کا خاصہ

بلاشبہ درود وسلام کا یہ بہت بڑا امتیاز ہے اور یہ رسول ﷺ کے مقام محبوبیت کے خصائص میں سے ہے کہ حضور ﷺ کے اس اعزار واکرام میں اللہ جل شانہ خود بھی شریک ہیں......

عقل دور اندیش میداند کہ تشریف چنیں
ہیچ دیں پرور ندید و ہیچ پیغمبر نیافت
يُصَلِّىْ عَلَيْهِ، اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ
بِهٰذَا اَبَدًا للعالمينَ كماله

حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے تمام انبیاء علیھم السلام سے بڑھ کر اپنی امت کے لئے تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کیں ہیں پس امت کا فریضہ بھی یہی ہے کہ ساری امتوں

سے بڑھ چڑھ کر محبت نبوی ﷺ سے سرشار ہو کر آپ کی قدر و منزلت پہچانیں اور درود کی شکل میں آپ ﷺ کی مدح و ثناء میں رطب اللسان رہے تاہم یہ یاد رہے کہ درود حضور ﷺ کے احسانات کی مکافات نہیں بلکہ ایک فقیرانہ ہدیہ ہے جو شاہ رسالت ﷺ کے دربار میں پیش کیا جاتا ہے۔

افضل واکمل درود شریف

صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نقل کرتے ہیں کہ مجھے حضرت کعب بن عجرہؓ ملے انہوں نے کہا کہ کیا میں تمہیں ایک ہدیہ نہ دوں جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے میں نے کہا ضرور دیں تو انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ اور آپ کے اہل بیت پر کس طرح درود بھیجیں سلام کا طریقہ تو ہم آپ سے معلوم کر چکے ہیں (السلام علیك ایها النبی ورحمة الله و برکاته) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو

اللهم صل علی محمد وعلیٰ 'ال محمد کما صلیت علیٰ
ابراهیم وعلیٰ ال ابراهیم انك حمید مجید اللهم بارك علیٰ
محمد و علیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراهیم وعلیٰ
آل ابراهیم انك حمید مجید

محدثین اور مفسرین نے اس درود کو سب سے افضل واکمل قرار دیا ہے۔نماز میں بھی تشہد کے بعد یہی درود شریف پڑھنا مستحب ہے

درود شریف اظہارِ عظمت رسول ﷺ

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں آیت درود کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اسکے ملائکہ حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو پھر ہمارے درود کی کیا ضرورت رہی ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا درود آپ ﷺ کی احتیاج کی وجہ سے نہیں اگر ایسا ہوتا تو اللہ

تعالیٰ کے درود کے بعد فرشتوں کے درود کی بھی ضرورت نہ رہتی بلکہ ہمارا درود حضور ﷺ کی اظہار عظمت کے واسطے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کا حکم بندوں کو دیا ہے ، حالانکہ اللہ جل شانہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں......

خدا در انتظارِ حمد مانیست — محمد چشم براہ ثناء نیست
محمد حامدِ حمد خدا بس — خدا مدح آفریں مصطفیٰ بس

اللّٰھُمّ صَلِّ کہنے کی حکمت

یہی وجہ ہے کہ احادیث میں درود پڑھنے کے جو طرق سکھلائے گئے ہیں اس میں اللھم صَلِّ کے الفاظ ہیں جس میں حکمت علماء نے یہی بیان کی ہے کہ ہماری درود حضور ﷺ کی شایان شان نہیں اس لئے کہ حضور ﷺ کی پاک ذات میں کوئی عیب نہیں اور ہم سراپا عیوب و نقائص ہیں پس جس شخص میں بہت عیب ہوں وہ ایسے شخص کی کیا ثناء کرے جو پاک ہے۔اس لئے ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر رب ذوالجلال کی طرف سے صلاۃ ہو، بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ مانگنے سے پہلے درود پڑھے پھر دعا مانگ کر آخر میں پھر درود شریف پڑھے اس طرح سے اول و آخر دونوں طرف سے درود شریف قبولیتِ دعا کیلئے زور لگائے گی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں درود شریف لازمی قبول ہوتا ہے اب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ بعید ہے کہ صرف درود قبول کرلے اور دعا رد کردے۔

درود شریف بہر حال قبول

علمائے کرام کہتے ہیں کہ درود شریف ہر مسلمان کا دائما قبول ہوتا ہے خواہ وہ حاضر القلب ہو یا غافل ہو اور اس کی دلیل یہ دو حدیثیں ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر امت کے نیک اعمال پیش کئے گئے ان میں کچھ اعمال مقبول تھے اور کچھ مردود، سوائے درود کہ وہ مقبول ہی ہوتا ہے۔

(۲) نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ سب طاعات میں بعض مقبول ہوتی ہے اور بعض مردود سوائے درود شریف کے کہ وہ مقبول ہی ہوتا ہے۔

حضرت سعید ابن المسیبؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ دعا آسمان وزمین کے درمیان روک دی جاتی ہے یہاں تک کہ تم اپنے نبی ﷺ پر درود شریف پڑھو اس وقت تک کوئی حصہ اوپر نہیں چڑھنے پاتا ہے۔

درود کتاب میں لکھنے کی فضیلت اور نفاق وجہنم سے برأت

درود کی برکت سے انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ٹھہرتا ہے ایک فرمان نبوی ﷺ ہے کہ جس نے مجھ پر کسی کتاب میں درود شریف لکھ کر بھیجا تو فرشتے اس شخص پر اس وقت تک رحمت بھیجتے ہیں جب تک کہ اس کتاب میں درود مرقوم رہتی ہے۔طبرانی نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر درود بھیجے اللہ تعالیٰ اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان نفاق اور دوزخ سے برأت لکھ دیتے ہیں اور قیامت کے دن اسے شہداء کے ساتھ ٹھہرائینگے۔

منعم حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن تمام انعامات واحسانات کا واسطہ خواہ تشریعی ہوں یا تکوینی چونکہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس ہے اور واسطہ احسان بھی محسن شمار ہوتا ہے اس لئے ہر امتی پر یہ احسان شناسی لازم اور ضروری ہے پس اس کے اعتراف کی یہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کیساتھ آپ ﷺ کو بھی صلوۃ وسلام میں یاد رکھا جائے جسے یاد رکھنے والے کا خود اپنا فائدہ بھی ہے۔

درود شریف پر رحمتوں کا استحقاق خطاؤں کا سقوط اور درجات کی بلندی

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجنے سے درود پیش کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی دس گونہ رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔یہی روایت ترغیب کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کی گئی جس میں اللہ کی طرف سے ایک درود کے بدلہ میں فرشتوں کا اس پر ۷۰ دفعہ رحمت بھیجنے کا ذکر ہے۔امام نسائی نے ایک دوسری روایت میں حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر ایک درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس خطائیں ساقط کریگا اور دس درجے بلند کریگا۔

درود پڑھنے کا حکم شرعی

درود بھیجنے کا حکم قرآن میں امر کے صیغہ کیساتھ دیا گیا ہے اور محققین کے نزدیک یہ فرضیت کیلئے ہوتا ہے لہٰذا عمر بھر میں کم از کم ایک دفعہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا فرض ہے۔اسی طرح جب کسی مجلس میں آپ ﷺ کا ذکر خیر ہو تو اس مجلس میں کم از کم ایک بار درود بھیجنا واجب ہے جس کی دلیل وہ وعید پر مشتمل حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا تذکرہ ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھی ہو۔اور شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ اس پر رمضان آکر گزر جائے اور اسکی مغفرت نہ ہو اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ جس شخص کے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک اسکی زندگی میں بوڑھے ہو جائیں اور اس شخص کے جنت میں داخلہ کا ذریعہ نہ بنیں۔

فضائل درود پر نظر کی جائے تو کثرت سے درود پڑھنا مستحب ہے علماء نے کثرت کی کم از کم مقدار تین سو مرتبہ لکھی ہے خطبہ جمعہ میں حضور اقدس ﷺ کا نام مبارک

آئے تو اپنے دل میں بلاجنبش (حرکت) زبان کے ﷺ کہہ دینا چاہیے۔ اگر قرآن شریف پڑھتے وقت حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک قرآن مجید میں آیا یا دوران تلاوت کسی اور کے زبان سے سنا تو درود پڑھنا واجب نہیں ہے ہاں فراغت تلاوت کے بعد پڑھ لے تو افضل و بہتر ہے۔ نماز کے قعدہ اخیر میں تشہد کے بعد صلوۃ جمہور کے نزدیک سنت موکدہ ہے جبکہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اس کو واجب قرار دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ کسی کتاب یا مضمون میں درود شریف کی صرف علامت پر اکتفاء کرنا علماء کے نزدیک سخت ناپسندیدہ امر ہے۔ مولانا مفتی یوسف بنوریؒ کے حوالے سے نقل ہے کہ جس شخص نے پہلی دفعہ نام مبارک کے ساتھ صلعم لکھا تھا اسکا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضور ﷺ کے نام نامی کے ساتھ سیدنا کا لفظ بڑھانا علماء کرام نے مستحسن قرار دیا ہے صاحب در مختار لکھتے ہیں کہ سیدنا کا لفظ بڑھانا مستحب ہے۔

جبل اُحد جتنا ثواب

مصنف عبدالرزاق میں نقل کیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجے اللہ تعالیٰ اسکے لیے ایک قیراط ثواب لکھ دیتے ہیں وہ قیراط وزن میں احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔

ایک صحابی کا جمیع اوقات ذکر و دعا درود شریف کیلئے وقف کرنا

ترمذی شریف میں حضرت ابی بن کعب کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ پر درود بہت پڑھتا ہوں کتنی بار پڑھا کروں فرمایا جتنی (بھی) چاہو میں نے عرض کیا (ذکر کا) ایک چوتھائی (درود کیلئے مقرر کرلوں) فرمایا جتنا تم چاہو اگر زیادہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا میں نے عرض کیا (کل ذکر کا) آدھا حصہ (درود کو بنالوں) فرمایا تم جتنا چاہو (کرلو لیکن) اگر زیادہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا میں عرض

کیا دو تہائی فرمایا جتنا چاہو مگر زیادہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا میں نے عرض کیا میں اپنی ساری دعا (وذکر) آپ کے لئے کردوں فرمایا ایسی حالت تمہارے سارے فکر دور ہوجائیں گے کام پورے کردیے جائیں گے اور تمہارے گناہ ساقط کردیے جائیں گے۔

شفاعت اور طہارت ونمو کا سبب

درود شفاعت نبوی ﷺ کا ذریعہ ہے، حضرت ابو درداءؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح وشام دس دس مرتبہ درود پڑھے گا قیامت کے روز اس کے لیے میری شفاعت ہوگی۔

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ درود شریف تمہارے لیے ہر شے میں برکت وطہارت ونمو کا سبب ہے۔

نسیان کا علاج اور قوت حافظہ کا نسخہ

قول البدیع میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کوئی چیز بھول جاؤ تو مجھ پر درود شریف بھیجو درود شریف پڑھنے سے وہ چیز یاد آجائے گی، علماء وطلبہ جو ہر وقت علوم دینیہ میں مشغول ہوتے ہیں انکے قوت حافظہ کیلئے یہ نسخہ اکسیر ہے۔

غلاموں کو آزاد کرنے اور اللہ کی راہ میں شمشیر زنی جتنا ثواب

حضرت ابو بکر صدیقؓ راوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ درود پڑھنا گناہوں کو اس سے زیادہ مٹا دیتا ہے جتنا پانی آگ (بجھاتا ہے) اور رسول اللہ ﷺ پر سلام پڑھنا گردنیں (غلام) آزاد کرنے سے بھی افضل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی

محبت (راہ خدا میں اپنا) خون دل دینے سے بھی افضل ہے یا فرمایا راہ خدا میں شمشیر زنی سے بھی افضل ہے۔

صحابی کا خاص درود پڑھنے پر روئے زمین کے انسانوں جتنا نیک عمل

ایک دوسری روایت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا ایک آدمی نے آ کر سلام کیا، حضور ﷺ نے اسکو سلام کا جواب دیا اور کشادہ روئی کے ساتھ اسکو اپنے پہلو میں بٹھا دیا جب وہ شخص اپنا کام پورا کر کے اُٹھ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو بکر روزانہ اس شخص کا عمل باشندگان زمین کے سارے اعمال کے برابر اُٹھایا جاتا ہے میں نے عرض کیا ایسا کیوں ہے؟ فرمایا جب صبح ہوتی ہے تو یہ شخص دس بار مجھ پر درود پڑھتا ہے اور اسکا یہ درود ایسا ہوتا ہے جیسے ساری مخلوق کا درود، میں نے عرض کیا وہ کیا درود ہے تو فرمایا کہ وہ کہتا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى (سَيِّدِنَا) مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى مِنْ خَلْقِكَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ

قیامت کے روز پیاس سے نجات

اصبہانی نے حضرت کعب احبارؓ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ تم چاہتے ہو قیامت کے روز تم کو پیاس نہ لگے؟ جس پر انہوں نے عرض کیا ہاں تو ارشاد ہوا کہ (حضرت) محمد ﷺ درود شریف کی کثرت کیا کرو۔

پل صراط عبور کروانے کا ذریعہ

طبرانی میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

ہمارے پاس تشریف لائے پھر فرمایا کہ میں نے عجیب خواب دیکھا میری امت کا ایک شخص پل صراط پر چلتے ہوئے ڈگمگا رہا تھا کبھی پھسلنے لگ جاتا کبھی چمٹ جاتا پھر اس کا درود آ گیا جو اس نے مجھ پر بھیجا تھا اس نے اسے پکڑ کر قدم جما دیا یہاں تک کہ اس پل صراط کو پار کر دیا۔

قیامت کے دن قربت نبوی ﷺ کا باعث

درود حضور ﷺ کے قرب کا ذریعہ ہے، ترمذی میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے قریب سب سے زیادہ وہی بندہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف پڑھتا ہوگا۔

حضرت علی المرتضیٰؓ سے نقل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ نے تسبیح و تحمید اور تکبیر کے بیان نہ فرمائے ہوتے تو میں اپنی زندگی کے ہر سانس کو درود شریف پڑھنے میں ہی خرچ کر دیتا۔

میزان کے پلڑے کو بھاری کرنے والا

درود شریف کا پڑھنا قیامت کے دن میزان میں نیکیوں کے پلڑے کو بھاری کرنے کا سبب ہے، حضرت عبداللہؓ کے واسطے سے جلال الدین سیوطیؒ نے التذکرہ میں نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ عرش کے سامنے ایک جگہ عطا فرمائینگے ان پر دو سبز کپڑے ہونگے کھجور کی کٹی ہوئی شاخ جس طرح سیدھی ہوتی ہے اس طرح آدمؑ کا قد اونچا اور لمبا ہوگا وہ سب کو دیکھ رہے ہونگے کہ انکی اولاد میں کس کو جنت لے جایا جا رہا ہے اور کس کو جہنم میں لے جایا جا رہا ہے۔ حضرت آدمؑ اس حال میں ہوں گے کہ وہ نبی ﷺ کے امت میں سے ایک شخص کو دیکھیں گے کہ اس کو فرشتے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں تو حضرت آدمؑ پکارینگے اے احمد،

اے احمد اسے سن کر نبی کریم ﷺ جواب میں کہیں گے اے ابوالبشر میں حاضر ہوں وہ فرمائیں گے یہ آپ کی امت کا ایک بندہ ہے جسے جہنم کی طرف لیجایا جارہاہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اپنی چادر کس کر باندھ لوں گا اور میں ان فرشتوں کے پیچھے تیزی سے چلوں گا اور میں کہوں گا اے میرے رب کے نمائندوں رک جاؤ، وہ جواب دیں گے ہم بڑے قوی اور سخت گیر ہیں جو اللہ حکم دیتے ہیں ہم اسکی نافرمانی نہیں کرتے اور ہم وہ کرتے ہیں جس کا ہمیں حکم ملتا ہے۔ جب اللہ کے نبی ﷺ ان سے مایوس ہو جائیں گے کہ میرے کہنے کے باوجود اس بندے کو جہنم کی طرف لے جارہے ہیں تو نبی ﷺ اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی داڑھی مبارک پکڑ لیں گے اور چہرہ انور آسمان کی طرف کر کے دیکھیں گے اور فرمائیں گے اے اللہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ میری امت کے معاملہ میں آپ مجھے رسوا نہیں فرمائیں گے۔اس پر عرش کے اوپر سے آواز آئے گی او میرے فرشتوں محمد کی اطاعت کرو اور اس بندے کو واپس اپنے مقام (میزان کے قریب) لیجاؤ، چنانچہ وہ فرشتے اس بندے کو وہاں جا کر چھوڑ دیں گے اب دوبارہ وزن شروع ہوگا۔ نبی ﷺ کاغذ کا ایک چھوٹا سا سفید پرزہ نکالیں گے جو انگلی کے پور جتنا ہوگا اور اسے نیکیوں کے پلڑے میں ڈال دینگے اور ڈالتے وقت بسم اللہ فرمائیں گے جس سے نیکیوں کا پلڑہ بھاری ہو جائیگا اور گناہوں کا پلڑہ ہلکا ہو جائیگا، جس پر منادی اعلان کر دے گا سعادت مند ہوا اور اسکے اجداد بھی سعادت مند ہونگے۔اسکی نیکیاں زیادہ ہوگئیں اب اسکو جنت لیجاؤ، جب فرشتے اسے جنت لیکر روانہ ہونگے تب وہ بندہ کہے گا رک جاؤ تاکہ میں اس کریم بندے سے ذرا معلوم کرلوں، پھر وہ گویا ہوگا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہو آپ کا چہرہ کتنا خوبصورت ہے، آپکی شخصیت کتنی پیاری ہے آپ کون ہیں آپ نے میری گناہوں کو مٹا کر رکھ دیا، نبی ﷺ جواب میں فرمائیں گے میں تیرا نبی محمد ﷺ ہوں اور

یہ وہ درود شریف ہے جو تو مجھ پر پڑھا کرتے تھا، میں نے تمہیں ان کا بدلہ دیا جب تجھے اسکی ضرورت تھی۔

خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کا وظیفہ

ہر امتی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت (خواب میں) کے عظیم شرف سے مالا مال ہو جس کے لیے بزرگان دین نے بعض درودوں کو آزمایا ہے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ گیارہ دفعہ آیت الکرسی اور گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھے اور بعد سلام کے سو بار یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی (سَیِّدِنَا)مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَسَلِّمَ

ان شاء اللہ تین جمعے نہ گزرنے پاوینگے کہ زیارت نصیب ہوگی۔

درود شریف پڑھنا مالداری کا سبب بنا

حضرت ابوحفص عمر بن حسین السمرقندیؒ نے رونق المجالس میں حکایت بیان کی ہے کہ بلخ کے شہر میں ایک کثیر المال تاجر تھا اور اس کے دو بیٹے تھے اس آدمی کا انتقال ہوگیا، اس کا مال میراث میں بیٹوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگیا۔ میراث میں حضور ﷺ کے تین بال (مبارک) بھی بالوں میں سے تھے، ایک ایک بال دونوں بھائیوں نے نے لے لیا جبکہ ایک بال باقی بچ گیا، بڑے نے کہا اسے آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے، چھوٹے نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم نبی اکرم ﷺ کا بال مبارک نہیں توڑا جائے گا، بڑے نے چھوٹے سے کہا تینوں بال تم لے لو اور اپنا سارا مال مجھے دے دو۔ کہا بہت

اچھا۔ چنانچہ بڑے نے سارا مال لے لیا اور چھوٹے نے تینوں بال مبارک لے لئے چھوٹا بھائی آپ ﷺ کے بال مبارک کو اپنی جیب میں رکھتا بار بار نکالتا زیارت کرتا اور درود شریف پڑھتا۔ تھوڑا ہی زمانہ گزرا کہ بڑے بھائی کا مال ختم ہو گیا اور چھوٹے بھائی کے پاس بہت سارا مال آ گیا۔

فرشتوں کے ساتھ آسمان میں نماز پڑھنے کی سعادت

حضرت جعفر بن عبداللہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان میں ملائکہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا کہ میں نے اس ہاتھ سے دس لاکھ احادیث لکھیں ہیں یعنی جب نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی مبارک آتا تو صَلَّ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لکھتا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائیں گے۔

جائے انتقال سے مہینہ بھر تک خوشبو آنا

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری مرحوم کے داماد نے مجھ سے بیان کیا کہ جس مکان میں مولوی صاحب کا انتقال ہوا وہاں ایک مہینے تک عطر کی خوشبو آتی رہی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو بیان کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ برکت درود شریف کی ہے۔ مولوی صاحب کا معمول تھا کہ ہر شب جمعہ کو بیدار رہ کر درود شریف کا شغل فرماتے۔ (ایک لمحہ کو نہ سوتے تھے اور اخیر عمر تک اس معمول کو نبھایا)

تورات میں نامہ مبارک دیکھنے پر درود پڑھنے سے مغفرت

علامہ سخاویؒ نے بعض تواریخ سے نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت گناہگار تھا جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کو ویسے ہی زمین پر پھینک دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی کہ اسکو غسل دیکر اس پر جنازہ کی نماز پڑھیں میں نے اس شخص کی مغفرت کر دی۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ یا اللہ یہ کیسے ہو گیا اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اس نے ایک دفعہ تورات کو کھولا تھا اس میں محمد ﷺ کا نام لکھا تو اس نے ان پر درود بھیجا تو میں نے اس وجہ سے اسکی مغفرت کر دی بس یہ اللہ کا کام وقبولیت ہے کہ کس کی کونسی ادا پسند کرتا ہے۔

ایک درود کی برکت سے بہشت جانا

روضۃ الاحباب میں امام شافعیؒ کے شاگرد امام اسمٰعیل بن ابراہیم مزنیؒ سے نقل ہے کہ میں نے امام شافعیؒ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اللہ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا تو انہوں نے کہا کہ اللہ نے مجھے ایک درود کی برکت سے بخش کر نہایت تعظیم واحترام کیساتھ بہشت لیجانے کا حکم فرشتوں کو دیا میں نے اس درود کا پوچھا کہ کونسا ہے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوۡنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنۡ ذِکۡرِہِ الۡغَافِلُوۡنَ

درود تنجینا کی برکت سے جہاز کا غرقابی سے بچ جانا

مناھج الحسنات میں ایک بزرگ صالح موسی ضریرؒ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک جہاز میں سفر کر رہا تھا کہ وہ اچانک ڈوبنے لگا اس وقت مجھ

پر غنودگی کی کیفیت طاری ہوئی اس حالت میں مجھے رسول کریم ﷺ نے درود تنجینا تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والے والے اسکو ہزار بار پڑھیں حسب ارشادِ نبوی ﷺ پڑھنا شروع کیا تو ہنوز تین سو بار پر نوبت پہنچی تھی کہ جہاز غرقابی سے بچ گیا وہ درود یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُوْلَانَامُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَابِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَابِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاتِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ قَدِیْرٌ۔

جد مکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے استاد شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی آفات سے حفاظت کیلئے یہ درود شریف بطور وظیفہ روزانہ بعد عشاء ۷۰ بار پڑھنے کو فرمایا کرتے تھے۔

کنویں کا پانی خود بخود کنارے تک اوپر ابل آنا

دلائل الخیرات کی وجہ تالیف کے بارے میں مشہور ہے کہ اسکے مولف کو سفر میں وضو کیلئے پانی کی ضرورت پڑی ایک کنویں پر ڈول، رسی نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہوئے اس موقع پر ایک لڑکی نے حال دیکھ کر کنویں کے اندر تھوک دیا جس سے پانی کنارے تک ابل آیا مولف نے وجہ حیرانگی میں پوچھی تو اس لڑکی نے کہا کہ یہ درود شریف کی برکت سے ہوا اس کے بعد انہوں نے دلائل الخیرات تالیف فرمائی۔

درود شریف کے خصوصی فضائل، دینی ودنیاوی برکات وثمرات کا اجمالی خاکہ

علامہ سخاویؒ نے درود شریف کے خصوصی فضائل اپنے تالیف میں پہلے اجمالاً ذکر کیے ہیں اور پھر اسے تفصیلاً احادیث سے ثابت بھی کیا ہے وہ اجمالی فضائل پیش خدمت ہیں:

(۱) خدائے پاک کی موافقت حاصل ہوتی ہے کہ خدائے پاک بھی درود بھیجتے ہیں۔
(۲) ملائکہ کی موافقت حاصل ہوتی ہے کہ وہ بھی درود شریف بھیجتے ہیں۔
(۳) مومن کا ایک درود شریف خدائے پاک کی دس رحمتوں کا باعث۔
(۴) حضرات ملائکہ کی رحمت ودعا کا باعث۔
(۵) رسول اکرم ﷺ کی رحمت ودعا کا باعث۔
(۶) ایک درود شریف دس رحمتوں دس گناہوں کی معافی دس درجات کی بلندی کا باعث۔
(۷) سو درود شریف جہنم اور نفاق سے برأت نامہ کا باعث۔
(۸) سو درود شریف سو حاجتوں کے پورا ہونے کا باعث۔
(۹) سو درود شریف شہداء کے ساتھ رہنے کا ذریعہ۔
(۱۰) سو مرتبہ درود شریف سے فرشتوں کا ایک ہزار درود۔
(۱۱) ایک مرتبہ درود شریف سے ایک قیراط برابر ثواب۔
(۱۲) درود شریف پڑھنے والے کی استغفار۔
(۱۳) گناہوں کی معافی۔
(۱۴) اعمال کی زکوٰۃ اور اس کی پاکیزگی۔
(۱۵) غلام کی آزادی سے زیادہ ثواب۔

(۱۶) بڑے ترازو میں اس کے اعمال کا تولنا۔

(۱۷) رسول اکرم ﷺ کا شانہ میں شانہ ملا کر جنت کے دروازوں سے جانے کا سبب۔

(۱۸) ایک درود شریف حضرات فرشتوں کی ستر رحمتوں کا سبب۔

(۱۹) رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کا سبب۔

(۲۰) آپ ﷺ کی شہادت کا باعث۔

(۲۱) قیامت کے خوف سے نجات کا باعث۔

(۲۲) ترازو کے اعمال صالحہ کے بھاری ہونے کا باعث۔

(۲۳) عرش کے سایہ میں جگہ ملنے کا باعث۔

(۲۴) جنت میں کثرت ازواج کا سبب۔

(۲۵) قیامت میں سب سے زیادہ آپ ﷺ سے قریب ہونے کا سبب۔

(۲۶) خدا کی رضا اور خوشنودی کا باعث۔

(۲۷) حوض کوثر سے سیرابی کا باعث۔

(۲۸) حضرات ملائکہ کرام کی محبت اور اعانت کا باعث۔

(۲۹) میدان قیامت کی سخت ترین پیاس سے محفوظ رہنے کا ذریعہ۔

(۳۰) پل صراط پر ثابت قدمی کا باعث۔

(۳۲) غزوات کے برابر ثواب۔

(۳۳) احب الاعمال کا ہونا۔

(۳۴) مجالس کی زینت کا ہونا۔

(۳۵) فقر اور تنگی معیشت کے دور ہونے کا ذریعہ۔

(۳۶) درود کی برکت اس کی اور اس کی نسلوں میں چلتی ہے۔

(۳۷) قیامت میں آپ ﷺ سے مصافحہ کا باعث۔

(۳۸) دل کی زنگ کے صاف ہونے کا باعث۔

(۳۹) بھولی اشیاء کے یاد ہونے کا باعث۔

(۴۰) راہِ جنت کی خطا سے حفاظت کا باعث۔

(۴۱) قوت اور حیات قلب کا باعث۔

(۴۲) درود پڑھنے والے کے امور میں برکات کا باعث۔

(۴۳) حب رسول کی زیادگی کا سبب۔

(۴۴) لوگوں کی نگاہوں میں محبوب اور مکرم ہونے کا باعث۔

(۴۵) خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کا باعث۔

(۴۶) ایسے نور کے حصول کا باعث جس سے دشمنوں پر غالب ہو جائے۔

(۴۷) رنج غم حوادث و مصائب کے دور ہونے کا ذریعہ۔

(۴۸) غرق سے امان کا باعث۔

(۴۹) مال کی برکت کا باعث۔

(۵۰) مرنے سے پہلے دنیا میں بشارتِ جنت اور جنت دیکھنے کا باعث

(۵۱) لوگوں کی غیبت سے محفوظ رہنے کا باعث۔

(۵۲) تہمت سے بری ہونے کا ذریعہ۔

(۵۳) دین و دنیا کی تمام برکتوں اور فوائد کا ذریعہ۔

(۵۴) دعاؤں کی قبولیت کا باعث کہ درود شریف قبول ہو جاتی ہے تو اس کی برکت سے دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔

درود پاک پڑھنے کے مواقع

وہ مقامات جس میں درود شریف کا پڑھنا خواہ مختصر ہو یا طویل باعث فضیلت ہے اُن مقامات کا ذکر علامہ سخاویؒ نے اپنی تصنیف میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جو پیش خدمت ہے تاہم یہ یادرہے کہ موصوف شافعی المسلک ہے :

(۱) وضوسے فارغ ہونے کے بعد۔
(۲) تیمّم کے بعد
(۳) غسل سے فراغت پر
(۴) نماز کے قاعدہ اخیر میں
(۵) وصیت نامہ لکھتے وقت
(۶) خطبہ نکاح کے وقت
(۷) دن کے شروع پر
(۸) دن کے اختتام پر
(۹) سوتے وقت
(۱۰) سفر پر جاتے ہوئے
(۱۱) سواری پر بیٹھتے ہوئے
(۱۲) بازار سے نکلتے وقت
(۱۳) دسترخوان پر کھانے کیلئے بیٹھتے وقت
(۱۴) گھر میں داخل ہوتے وقت
(۱۵) خط ورسائل شروع کرتے وقت
(۱۶) بسم اللہ کے بعد

(۱۷) رنج وغم اور پریشانی کے وقت
(۱۸) فقر وفاقہ اور تنگی معیشت کے وقت
(۱۹) کسی حاجت اورضرورت کے موقع پر
(۲۰) ڈوبنے کے وقت
(۲۱) طاعون اور وبائی امراض کے وقت
(۲۲) دعا کے شروع درمیان اور آخر میں
(۲۳) کان بجنے کے وقت
(۲۴) ہاتھ پیرسن ہونے کے وقت
(۲۵) چھینک آنے کے وقت
(۲۶) کسی چیز کو بھول جانے کے وقت
(۲۷) مولی کھانے کے وقت
(۲۸) گدھا رینگنے کے وقت
(۲۹) گناہ سے توبہ کے وقت
(۳۰) نماز حاجت کے وقت دعا میں
(۳۱) تشہد کے بعد
(۳۲) نماز سے فارغ ہونے کے بعد
(۳۳) اقامت نماز کے وقت
(۳۴) صبح کی نماز کے بعد
(۳۵) مغرب کی نماز سے فارغ ہونے پر
(۳۶) قنوت کے بعد

(۳۷) تہجد کی نماز کے لئے اٹھنے کے وقت

(۳۸) نماز تہجد سے فارغ ہونے کے بعد

(۳۹) مسجد میں داخل ہونے کے بعد

(۴۰) مسجد سے نکلتے وقت

(۴۱) مسجد کے پاس سے گزرتے وقت

(۴۲) اذان سے فارغ ہونے کے وقت

(۴۳) شب جمعہ میں

(۴۴) مسجد کو دیکھتے وقت

(۴۵) جمعہ کے دن

(۴۶) جمعہ کے دن عصر کے بعد

(۴۷) پیر کے دن

(۴۸) خطبوں میں ''جمعہ اور عیدین میں''

(۴۹) عید کی تکبیرات کے درمیان

(۵۰) جنازہ میں

(۵۱) دوسری تکبیر کے بعد

(۵۲) میت کو قبر میں اُتارتے وقت

(۵۳) نماز استسقاء میں

(۵۴) کسوف اور خسوف کے خطبوں میں

(۵۵) کعبہ مبارک دیکھتے وقت

(۵۶) حج کے موقع پر

(۵۷) صفا و مروہ پر

(۵۸) حجر اسود کے استلام کے وقت

(۵۹) ملتزم کے پاس

(۶۰) عرفہ کے دن ظہر کے بعد

(۶۱) مسجد خیف میں

(۶۲) تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد

(۶۳) مدینہ منورہ میں نظر آنے پر

(۶۴) قبر اطہر کی زیارت کرتے وقت

(۶۵) مدینہ منورہ میں قبر اطہر کی زیارت سے رخصت ہوتے وقت

(۶۶) مدینہ منورہ کے آثار مبارک دیکھتے وقت

(۶۷) میدانِ بدر میں

(۶۸) اُحد میں

(۶۹) تمام احوال میں ہر وقت

(۷۰) کسی اتہام سے بری ہونے کیلئے

(۷۱) احباب سے ملاقات کے وقت

(۷۲) مجمع میں آنے کے وقت

(۷۳) مجمع سے جانے کے وقت

(۷۴) ختم قرآن پاک کے دعا کے موقع پر

(۷۵) حفظ قرآن کی دعا میں

(۷۶) مجلس سے اُٹھنے کے وقت

(۷۷) ہر ذکر اللہ کے موقع پر

(۷۸) ہر کلام کے آغاز میں

(۷۹) آپ ﷺ کے ذکر مبارک کے وقت

(۸۰) علم کی نشر و اشاعت کے وقت

(۸۱) وعظ کے وقت

(۸۲) حدیث پاک کے پڑھنے کے وقت

(۸۳) فتویٰ لکھتے وقت

(۸۴) نام مبارک لکھتے وقت

يَاصَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْر لَقَدْ نُوِّرَالْقَمَرُ
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر